اور اوسکے سواحل فرانس کے قبضہ مین دیدیئے جائین۔ تو روس بیشک قسطنطنیہ پر قبضہ کرلے۔ روسی سفیر رومانزوف نے کہا کہ اس صورت مین زار قسطنطنیہ کو لینے کی بجائے تقسیم کی پہلی تجویز کو ترجیح دیگا۔ اللہ اکبر اوس وقت ان دونون حریفون کو جو غیر مرتکب جرم کے خیالی منافع کی تقسیم پر اسطرح سے جھگڑ رہے تھے۔ اس امر کا وہم وگمان بھی نہین تہا۔ کہ ترک تو قسطنطنیہ پر اپنے قبضہ کی چوتھی صدی پوری کرکے تقریباً پانچوین صدی کے وسط تک بھی پہونچ جائینگے۔ مگر چند ہی برسون کے بعد روس کے قدیم دار الخلافہ ماسکو سے آگ کے شعلے آسمان تک بلند دکھائی دینگے۔ اور روسیونکی بجائے فرانسیسی اوس مین مقیم ہونگے۔ اور پھر کچھ عرصہ بعد فرانس کا دار الخلافہ روسی کوپون کے سامنے سر تسلیم خم کریگا۔ اور شہنشاہ نپولین بونا پارٹ افریقیہ کے ایک گمنام اور نمونہ دوزخ جزیرہ مین قیدی بنا ہوا دکھائی دیگا۔

تاہم روس کو فرانس پر یہ فوقیت حاصل تہی کہ وہ والیشیا اور مالڈیویا پر قابض تھا۔ اور فرانس کے پاس ترکی سرزمین کا ایک انچ بھی نہ تہا۔ زار کے اس اصرار سے نپولین کو اون مواعید پر جو اوس نے بمقام ٹلسٹ روس سے کئے تھے۔ بہت پچتانا پڑا اور اوسے معلوم ہوگیا کہ ٹرکی کا ساتھ چھوڑ دینے سے روسی طمع و حرص کے تیز کرنے مین اوس نے سخت غلطی کی۔ اوس نے سکندر کو ٹالنے کی بہت کوشش کی۔ اور اسے کہلا بھیجا کہ "ہمین سلطنت عثمانیہ کو برباد کرنے مین اوس وقت تک توقف کرنا چاہیئے۔ جبتک کہ ہمین اسطرف سے بیفکری نہ ہوجائے کہ انگلستان سلطنت مذکورہ کے وسیع مقبوضات کی تقسیم مین شریک نہین ہوسکیگا۔ اور جزائر پر جو سب سے بہتر قیمتی مقبوضات ہین قابض نہین ہوسکیگا"

نپولین اپنی غلطی پر ایسا نادم ہو رہا تہا۔ کہ وہ روس سے فی الفور قطع تعلق کر دینے سے ذرہ بھی تامل نہ کرتا۔ مگر ہسپانیہ مین اسکی فوج کو اب پہلی مرتبہ شکست فاش ملی تہی۔ اور دوسری طرف آسٹریا بھی سر توڑ فوجی تیاریان کر رہا تہا۔ جس سے اوس کیلئے روس سے اتحاد قایم رکھنا ضروری ہوگیا تہا۔ چنانچہ اوس نے دوبارہ ملاقات کرکے زار کو اپنی ڈہب پر لانے کیلئے اوس سے بمقام ارفرٹ واقع جرمنی ملاقات کی۔ اوسے ٹرکی کی تقسیم کے خبط سے باز رکھکر تاریخ ۱۲ ستمبر ۱۸۰۸ء خفیہ معاہدہ کے رو سے اسقدر تسلیم کرلیا کہ زار والیشیا و مالڈیویا اور نیز صوبہ فنلینڈ پر جو حال مین سویڈن سے چھینا گیا تہا۔ دامی قبضہ کرے۔ اور ساتھ ہی وعدہ کیا کہ پولنڈ کی سلطنت کو دوبارہ قایم نہین کیا جائیگا۔ اور آخر مین دونون نے باہمی وعدہ کیا کہ جب تک انگلستان صوبجات مذکور کو روسی سلطنت کا جزو نہ تسلیم کرے۔ اوس سے صلح کی گفتگو مطلقاً نہین کیجائیگی۔

انگریزی وزارت کو اس عہدنامہ کی جس مین نپولین نے فرانس کی حقیقی پالیسی اور بہتری کو فوری اغراض کو پورا کرنیکے لیے ترک کر دیا تہا۔ خبر ہوگئی ہوگی۔ حتی ادہر آسٹریا صوبجات ڈنیوب پر روسی قبضہ کی طرف سے سخت مشوش ہو رہی تہی۔ اور اوسے بھی روس اور فرانس کی باہمی سازش کی کچھ بھنک سی پڑ گئی ہوئی تہی۔ جسکا تدارک اوسنے یہی سوچا کہ انگلستان اور ٹرکی مین صلح کرادے۔ وہ ایسا کرنے مین کامیاب ہوگئی۔ اور ۵ جنوری ۱۸۰۹ء کو انگلستان اور ٹرکی مین صلح ہوگئی۔ بابعالی نے روس سے بھی مصالحت کی کوشش کی۔ مگر جاسی کی کانفرنسون مین اوسنے ایسی کڑی اور نامعقول شرطین[۱] پیش کین کہ گفتگوئے مصالحت ترک کردیگئی۔ فرانس اور روس نے

[۱] یہ شرطین حسب ذیل تہین صوبجات ڈنیوب جسکے حوالہ کر دیئے جائین۔ کاکیشیا کے جنوبی صوبجات جارجیا منگریلیا اور امرشیا ترکی

ترکی کو انگلستان سے صلح کر لینے [illegible] بہت کچھ دھمکیاں دین۔ لیکن ان سے دبنے کی بجائے ترکون کا غصہ اور بڑھتا گیا۔ حتی کہ کل قوم روس کے ساتھ لڑائی شروع کیے جانیکا مطالبہ کرنے لگ گئی۔ ہر ترک کی یہی خواہش و تمنا تھی کہ اس دفعہ تیغ تیغ کی لڑائی کی جائے [illegible] دشمنوں اور مکار دوستوں کی فریب دہی [illegible] ہرگز درمیان میں ملتوی نہ کیا جائے۔ فریقین میں لڑائی جو معاہدہ [illegible] کی رو سے بند تھی پھر شروع ہو گئی۔ اور سلطنت عثمانیہ کے ہر حصے سے جوق در جوق مسلمان مجاہدین پایہ تخت میں جمع ہونے شروع ہو گئے۔ مگر ینی چری کی بغاوت سے بدنظمی اور بے ترتیبی کا یہ عالم ہو گیا تھا کہ سلطانی افواج میں کوئی اتحاد [illegible] گیا تھا اور افسروں کی تابعداری اور فرمانبرداری کا نام و نشان نہ پایا جاتا تھا۔ سر رابرٹ ایڈیر انگریزی سفیر [illegible] جون ۱۸۰۹ء کے باضابطہ مراسلہ میں فوجکی سرکشی کی جو کیفیت اپنی گورنمنٹ کو تحریر کرتا ہے۔ وہ سخت قابل افسوس ہے۔ اوسکا بیان ہے کہ کوئی [illegible] نہ گذرتا ہو [illegible] سلطان کی [illegible] وزیر اعظم کو وزیر نہ مانا [illegible] سرکش [illegible] قسطنطنیہ میں آنے کی جرأت [illegible] کہ گویا سلطنت عثمانیہ میں کوئی حکومت ہی موجود نہیں [illegible] اپنے اپنے صیغے کے کاروبار سے ایک قدم تجاوز [illegible] کرتے کوئی شخص کل حکومت کا بوجھ [illegible] کی جرأت نہیں کرتا [illegible] تمام سرکاری کاروبار معطل پڑے ہیں۔ اور صوبجات میں مسلسل بغاوتیں برپا ہوتی رہتی ہیں [illegible] گورنمنٹ کے [illegible] ایسے [illegible] ہوئے معلوم ہوتے ہیں کہ جس کام میں [illegible] نہیں چل سکتی۔ ان خرابیوں کی کہنہ اور ماہیت اوس سرگذشت سے جو روس کے ساتھ لڑائی چھڑ جانے پر سرحدوں پر گذری بخوبی واضح ہو سکتی ہے۔

[illegible] روس کے [illegible] مطالبات سے قوم کا جوش مارچ کے آخیر میں انتہائی درجہ کو پہونچ گیا تھا اوس موقعہ پر وزارت عثمانیہ میں بھی [illegible] جان پیدا ہو گئی تھی۔ تمام فوجی صیغوں میں نہایت مستعدی سے کام شروع ہو گیا اور بیڑہ کی تیاری کا حکم صادر کیا گیا۔ اور یہ کام ایسی پھرتی سے کیا گیا کہ دونوں میں دس جنگی جہاز [illegible] ہو گئے سرحدی قلعوں کو فوجی [illegible] سامان رسد بھیجنے کا حکم دیا گیا۔ اور ہر روز ہزار ہا آدمی [illegible] سرحدوں کو جاتے دکھائی دیتے تھے مگر بدقسمتی سے جب [illegible] پر پہونچے تو دشمن کے مقابلہ کے لیے فوج میں شامل ہونے کی بجائے دو مخالف پاشاؤں میں سے ایک ایک کے پاس ملازم ہو گئے۔ ان میں سے ایک [illegible] کا اعیان ہے اور دوسرے کا نام [illegible] ہے۔ جو [illegible] کے سامنے ایک دوسرے سے خانہ جنگی میں مصروف ملک کو تباہ اور سلطنت کو کمزور کر رہے ہیں۔

ترکی اور روس میں لڑائی شروع ہونے پر ۱۸۰۹ء میں آسٹریا اور فرانس میں بھی پھر جنگ برپا ہو گیا تھا جس میں زار کو اتحادی معاہدہ کی وجہ سے نپولین کا ساتھ دینا پڑا۔ لیکن زار کے دل میں ترکی کی تقسیم کے معاملات پر نپولین کی طرف سے [illegible] ہو گئی تھی۔ اور [illegible] فرانس کی [illegible] روسیوں کو خطرناک [illegible] دیکھتا تھا۔ وہ آسٹریا کے برخلاف [illegible] کے ساتھ میدان [illegible] مگر [illegible] آسٹریا کی [illegible]

اور اپنی بہترین فوج اور قابلترین جنرل صوبجات ڈنیوبیا اور پولینڈ سے واپس منگوا لینے پڑے۔ کہ اگر نپولین کے ساتھہ بگڑ جائے تو کام دین۔ تاہم اوسکے جنرل بگریشن نے سن مذکور مین ترکون پر چند فتوحات حاصل کرلین۔ یکم اپریل ۱۸۰۹ء کو اوسنے بمقام سلوبوزیا ترکون کو شکست دیکر قصبات گرگیوا۔ اسحاق چہ۔ طلس اور ہرسووا۔ فتح کرلیئے۔ جس سے روسیون کے قدم دریائے ڈینیوب کے دائین ساحل پر بھی جم گئے۔ ترکون نے اس شکست کا بدلہ لینے کے لیئے ۲۱ اکتوبر کو بمقام تاتارزار روسیون پر حملہ کیا مگر کوئی قطعی تصفیہ نہ ہوا۔ دونون فریق فتح کے مدعی رہے۔ ایشیا مین روسی افواج نے مشہور بندرگاہ پوٹی کو جو بحیرہ اسود کے مشرقی ساحل اور دہانہ پر واقع ہے فتح کرلیا۔

روسیونکی فتوحات پر متردد ہونے کی بجائے نپولین نے بڑی خوشی ظاہر کی۔ اور ان سے فایدہ اوٹھا کر اپنے پارلیمنٹ کو بڑے فخر کے ساتھہ سکندر کے اتحاد سے آگاہ کیا۔ چنانچہ ۳ دسمبر ۱۸۰۹ء کو اوسنے ان الفاظ مین اپنا عندیہ ظاہر کیا:۔ صوبجات ایلیریا کے قبضہ سے میری سلطنت عظیمہ کی سرحد دریا ساوا تک پہنچگئی۔ اور سلطنت عثمانیہ سے متصل ہوگئی ہوئی ہے اور اوس موقعہ سے مین بحیرہ روم اور ایڈریاٹک مین اپنی تجارت کی بخوبی حفاظت کرسکتا ہون۔ اگر باب عالی نے انگلستان کے مہلک مشورون کو سننا چھوڑ دیا تو مین اوسکی حفاظت کرونگا۔ لیکن اگر وہ اونکی مکارانہ اور پر از دغا صلاح و مشورہ کے دباؤ مین آگیا۔ تو مین اوسے سخت سزا دونگا۔ میرے دوست اور رفیق قیصر روس نے صوبجات فنلینڈ مالڈیویا و والیشیا اور گلیشیا کے ایک ضلع کو اپنی وسیع سلطنت مین شامل کرلیا ہے۔ مجھے اوس سلطنت کی ترقی اور خوش نصیبی پر مطلقاً رشک نہین ہے۔"

دوسرے برس (۱۸۱۰ء) کے موسم بہار مین روسیون نے جنرل کامنسکی کے زیر کمان جنگ شروع کرکے ۱۰ جون کو سلسٹریا فتح کرلیا۔ مگر شوملا کو جہان وزیر اعظم موجود تھا۔ کئی حملون کے باوجود فتح نہ کرسکے۔ اور ۳ اگست کو رسچک کے سامنے سخت شکست اوٹھائی۔ جس مین خود روسیون کے بیان کے مطابق اونکو آٹھ ہزار آدمی قتل اور زخمی ہوئے۔ اور اوس مین کوئی شک نہین کہ اگر بوسنیا کا پاشا روسیون کے شکست کھا کر بھاگتے وقت اون پر قلعہ سے باہر نکلکر حملہ کردیتا تو اونکی کل فوج نیست و نابود ہوجاتی مگر یہ آغا بھی جیسے کہ اس جنگ مین اکثر دیگر پاشاؤن کی کیفیت تھی۔ سلطان کے افسر کی حیثیت سے کام کرنیکی بجائے ایک خود مختار شاہ بنا ہوا تھا۔ وہ بیرقدار کے بعد رسچک کا گورنر بنایا گیا تھا۔ اور بیرقدار کی وفات کے بعد اوسنے باب عالی کی ماتحتی سے آزاد ہوکر رسچک اور اوسکے ملحقہ علاقہ پر خود مختارانہ حکمرانی شروع کردی تھی۔ جب روسیون نے اوس کے شہر پر حملہ کیا تو اوسنے کمال شجاعت سے مقابلہ کیا مگر جب وہ شکست کھا کر بھاگ گئے۔ تو اوسے اونکی کچھہ پرواہ نہ رہی۔ اور اس نے نکلکے میدان مین اونپر حملہ آور ہوکر اپنی طاقت کو کمزور کرنا مناسب نہ سمجھا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ وزیر اعظم جو اوسے باغی سمجھتا تھا شوملا مین موجود ہے۔ اور وہ اوسکی کمزوری سے فایدہ اوٹھانے سے دریغ نہین کریگا۔ بعد ازان جب باب عالی سے اسکی صلح ہوگئی تو وہ اس محاربہ کی آخری لڑائیون مین کمال وفاداری اور مردانگی سے کام دیتا رہا۔ مگر اسی ایک واقعہ سے ناظرین کو معلوم ہوسکتا ہے۔ کہ ترکون کیحالت کیسی ابتر ہو رہی تھی اور سلطان کو سخت مشکلات مین مبتلا تھا۔ اسی سال کے موسم خزان مین روسیون نے دوبارہ حملہ کرکے رسچک شہر کو فتح کرلیا۔ مگر قلعہ پر بدستور

ترک قابض رہے۔ چنانچہ ۱۸۱۱ء مین روسی شہر کو آگ لگا کر اوسے خالی کرگئے۔ اس فتح سے چند دن پہلے روسیون نے بمقام باتن ستمبر کو ترکون کو شکست فاش دیکر اونکا کل توپخانہ۔ کمپ اور سامان چھین لیا بعد ازان سلسٹروا اور کئی دیگر مشہور مقام اونکے قبضہ مین آگئے۔ مگر شوملا کو فتح کرکے بلقان کو عبور کرنے کی کوششون مین کامیابی نہ ہوئی۔ ۱۸۱۱ء مین فرانس کے ساتھ تعلقات ایسے بگڑگئے کہ اون روسی جنرلون کو جو ترکون کے مقابلہ پر مامور تھے۔ صرف مدافعت پر رہنے کا حکم موصول ہوگیا۔ جسپر ترک دلیرانہ دریا کو عبور کرکے والیشیا مین داخل ہوگئے۔ اور کئی معرکون مین روسیون کو ہزیمتین بھی دین۔ مگر آخرش کمانڈرون کی نااہلیت سے اونکی ایک سالم فوج دشمن کے نرغہ مین گھر گئی۔ اور تیس ہزار ترکی سپاہیون نے ۸ نومبر ۱۸۱۱ء کو روسی جنرل کوٹوسوف کے ساتھ اس شرط پر ہتھیار رکھدیئے کہ اگر دونون سلطنتون مین صلح نہ ہو تو اونکو اسیران جنگ متصور کیا جائیگا۔

درمیان مین کئی مرتبہ مصالحت کی کوشش کیگئی تھی۔ ۱۸۱۰ء مین روس نے یہ شرائط پیش کی تھین۔ مالڈیویا اور والیشیا روس کے حوالہ کردیئے جائین۔ جارجیا وغیرہ روسی علاقہ مین شامل سمجھے جائین چالیس ہزار درینار بطور تاوان جنگ دیئے جائین۔ اور تا وصولی روس۔ وارنا۔ رچک۔ سلسٹریا اور شوملا پر قابض رہیگا۔ ۱۸۱۱ء مین نپولین کے حملہ کے خوف سے ان شرائط مین بہت تخفیف کردی گئی۔ اور کل مطالبات چھوڑکر روس نے صرف دریاے سرث تک روسی حد سرحد اور تیس ہزار قرش تاوان ادا کئے جانیکا مطالبہ کیا۔ ترکی وزرا نے دریاے سرث کی بجائے دریاے پروتھ تک کا علاقہ (یعنی بسیریبیا) دینا منظور کیا۔ روس کو لڑائی مین اسقدر غلبہ حاصل رہا تھا کہ وہ اگر اپنی پہلی شرائط پر بھی مصر رہتا تو شاید ترکون سے منظور کرالیتا۔ مگر نپولین پانچ لاکھ جرار فوج لیکر اوس کے قلب ملک پر حملہ کرنے کے لیئے بڑھا چلا آرہا تھا۔ اور روس کو اپنے ملک کے بچاؤ کے لیئے ایک ایک سپاہی کی ضرورت تھی۔ اور وہ جس شرط پر ترک چاہتے اوسی پر صلح کرنے کے لیئے تیار تھا۔ ادہر سلطان کو بھی دشمن کے خطرہ کا علم تھا۔ اور وہ جانتا تھا کہ روس سے بدلہ لینے کا وقت آپہنچا ہے۔ ادہر نپولین نے بھی گذشتہ غلطیون کی تلافی کے لیئے سلطان سے سلسلہ اتحاد تازہ کرنیکی کوشش شروع کردی تھی۔ چنانچہ جب سلطان کو اپنے وزیر اعظم کی کارروائی کی خبر پہونچی تو وہ سخت ناراض ہوا۔ اور پیشکردہ شرائط کی تصدیق سے انکار کرکے نئی فوج کی طلبی اور بھرتی کا حکم دیدیا۔ اوس کے انداز سے پایا جاتا تھا کہ اس نئی سپاہ کی کمان وہ خود اپنے ہاتھ مین لینے کا ارادہ رکھتا ہے۔ لیکن اہالی نے اپنے بادشاہ کی رائے سے اتفاق نہ کیا۔ ایک تو اوسے یہ اندیشہ تھا کہ نپولین کہین پہلے کیطرح دغا نہ دے۔ دوسرے انگلستان نے روپیہ کی مدد سے اکثر ارکان کو اپنے ساتھ ملالیا تھا۔ اور انگریزی اور روسی سفرا نے سلطان کو ٹلسٹ اور ارفرٹ کے خفیہ معاہدون کے مضمون سے مطلع کردیا۔ نپولین نے سلطان کو اپنے سفیر کی معرفت کہلا بھیجا تھا کہ اگر ترک لڑائی جاری رکھین اور روس کے مقابلہ پر اپنی پوری طاقت سے کام لینگے۔ تو وہ نہ صرف صوبجات ڈینیوب بلکہ کریمیا بھی ترکون کو واپس دلادیگا۔ مگر اوسکی یہ کوششین بے سود رہین۔ اوس کی سابقہ بیوفائی نیز نپولین کی خودسری اور اکثر ارکان دولت کی غداری نے سلطان کو روس سے صلح کرلینے پر مجبور کردیا۔ اور فریقین مین ۲۸ مئی ۱۸۱۲ء کو بمقام بخارسٹ عہدنامہ مصالحت ہوگیا جس نے نپولین کی بربادی مین اوس کے اعداء کو کچھ کم مدد نہ دی۔ ماسکو پر حملہ کنندہ فرنچ فوج کے میمنہ کو جس

روسی فوج نے تباہ کیا تھا۔ وہ وہی فوج تھی جو ترکون سے صلح ہو جانے پر مالڈیویا سے گئی تھی۔ اور اسی نے میمنہ کو تباہ کرنے کے بعد نپولین کے قلب لشکر کو بھی ماسکو سے مراجعت کرتے وقت تباہ و برباد کیا تھا۔ معاہدہ بخارسٹ سے ترکون نے معاہدہ ٹلسٹ کا تو بدلا لے لیا۔ مگر ساتھ ہی نپولین کو روسی حملہ مین مدد نہ دینے سے اپنی گردن پر بھی چھری پھیر لی۔

سرویا کے باغی بھی اس محاربہ مین روس کے ساتھ شریک رہے تھے۔ اور انکو یقین تھا کہ روسی سرویا کو آزادی دلائے بغیر ٹرکی سے صلح نہ کرین گے۔ مگر روس کو سوقت اپنی ایسی پڑی ہوئی تھی کہ وہ ترکون سے اپنا چھٹکارا ہو جانا غنیمت سمجھتا تھا۔ روسی وکلا نے حدود کی شرائط کے بعد جن مین نیسٹر کی بجائے دریاء پروتھ حد فاصل مقرر کیا گیا۔ اور دریاء مذکور سے مغربی جانب کا کل علاقہ مالڈیویا اور صوبہ والیشیا ٹرکی کو واپس کر دیا گیا۔ سرویا کو ٹرکی کے حوالہ کر کے یہ شرط کی کہ اندرونی معاملات مین سروین کو خود مختار رکھا جائے۔ اور اونپر نرم محاصل لگائے جائین۔ اور ان محاصل کی وصولی اجارہ دارون کی معرفت نہ ہو۔ بلکہ براہ راست سرکاری تحصیلدار وصول کیا کرین۔ اور کل سرنی قلعون پر پھر ترکی فوج قابض ہو جائے۔ سرنی مؤرخ روس سر کی اس خودغرضی پر سخت ناراض ہین۔ اونکا بیان ہے کہ اس مکار دوست نے خود تو بھر بیا لیلیا۔ مگر سربونکو دغا دی۔ لیکن ساتھ ہی سربون اور ترکون کے باہمی تعلقات کی تصریح ایسے مہمل الفاظ مین کی کہ اسے آیندہ مداخلت کرتے رہنے کا موقعہ ملتا رہے۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ سرب اب کبھی ترکون کی اطاعت نہین مانین گے۔ اور ٹرکی کے اون کے جھگڑے تنازعے ہوتے رہین گے۔

ایشیا مین حدود وہی رہین جو پہلے تھین۔ اور روس نے علاقجات مفتوحہ اناپہ وغیرہ کو واپس کر دینے کا اقرار کیا۔ مگر خطرہ کا وقت گذر جانے پر اوسکی تعمیل سے اغماض کر گیا۔

باشندگان والیشیا اور مالڈیویا کے حقوق قایم رکھے گئے۔ اور باب عالی نے دو برس تک اونہین محاصل معاف کر دینے کا اقرار کیا۔ جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے سلطان روس کے خطرہ سے واقف تھا۔ مگر وجوہات متذکرہ صدر نے اوسکی پیش نہ جانے دی۔ انگلستان نے صرف اکثر ارکان دولت کو ہی بطمع زر اپنے ساتھ نہین گانٹھ لیا ہوا تھا۔ بلکہ سلطان کے دہمکانے کے لیئے بیڑہ جہازات بھی ترکی سمندرون مین بھیج دیا ہوا تھا۔ نیز ممکن ہے سلطان نے یہ خیال کر لیا ہو کہ کسی دول کی یہ مخاصمت عرصہ دراز تک قایم رہے گی۔ اور اوسکی بدولت اوسے اپنے ملک کی اندرونی اصلاح اور استحکام طاقت کے لیئے کافی مہلت مل جائیگی۔ اون کے جھگڑے مین پڑکر اسے موقعہ کو کیون ہاتھ سے جانے دیا جائے۔

مفروضہ مظالم آرمینیا مین

بہرنوع روسیون نے ترکون سے مصالحت ہو جانے پر بے قدر خوشی منائی کہ جیسا کہ مین سالہ پابندی ہود کی بحث مین لکھ چکا ہون ایک نصرانی سلطنت کے سفیر نے روسی سفیر متعینہ لنڈن سے متعجب ہو کر کہا۔ "مجھے کوئی وجہ نہین دکھائی دیتی کہ تم لوگ کیون اسقدر خوشی ظاہر کر رہے ہو جس معاہدہ پر تم اسقدر نازان ہو رہے ہو۔ وہ میری رائے مین روسی کاغذ سے زیادہ وقعت نہین رکھتا۔ بلکہ میرا خیال ہے کہ ترکون نے محض تمہین دھوکہ دینے کے لیئے ہی اوسپر دستخط کیئے ہین۔ یعنی جس

ہے کہ روسی فوج کے واپس ہٹتے ہی ترک پھر اعلان جنگ نہ کر دین - اور جو ملک تم نے اون سے لئے ہین اونپر قبضہ نہ کر لین - جہان تک مجھے علم ہے - کوئی طاقت تو ایسے موقعہ کو کبھی ہاتھ سے نہ جانے دے - اور مجھے توقع نہین کہ ترک بھی اسے جانے دین"

پرنس لیوین روسی سفیر نے جواب دیا "تم ترکون سے واقف نہین - اس عہدنامہ کی سیاہی ہماری نظر وںمین ایک لاکھ سپاہیون کے برابر وقعت رکھتی ہے" اسپر انگریز مؤرخ اڈمنڈ اولیور لکھتا ہے "اللہ اکبر - یہ ہے اعتماد وبھروسہ جو خود روسی اپنے عثمانیہ دشمنون کے حلفیہ قول واقرار پر رکھتے ہین"

اس کے بعد یہی منصف مزاج لکھتا ہے کہ "گو ترکون پر اکثر مصیبتین دوسرونکی متواتر اور باقاعدہ بدعہدیون کی وارد ہوتی رہی - مگر وہ اپنی طرف سے معاہدون کی ایمانداری سے تعمیل کرتے رہے ہین"

(۱۳)
باب سیزدہم

محمود ثانی کا کیرکٹر - بغاوت سریا کا انجام - محمد علی پاشا اور ملوک وہابیون کی ہزیمت - علی پاشا کی سرکوبی عیسائی رعایا کی منگیتن - یونانی باغیانہ کمیٹیان موسومہ بہ ہٹھیاریا - یونانیونکی بغاوت - ابراہیم پاشا فرزند محمد علی کا یونان پر حملہ کرنا - ینگچریون کی بیخکنی - روس کے ساتھ تنازعہ - معاہدہ آق کرمان - فرانس انگلستان اور روس کی مداخلت یونانیون کی حمایت مین - جنگ ناوارنیو - محاربہ روس - عہدنامہ اڈریانوپل و یونان کی آزادی - فرانس اور اوس کے تعلقات شرق سے - محمد علی کی بغاوت اور ترکی افواج کی ہزیمت

روسی امداد۔ عہدنامہ خونکار سکلہ سی۔ محمود کی اصلاحات۔ مصر سے پھر بگاڑ ہوجانا مصری افواج کی فتحیابی۔ سلطان محمود کی وفات۔ سلطان عبدالحمید کی تخت نشینی۔ انگلستان کی امداد سے تنازعہ مصر کا تصفیہ۔

کریسی صاحب اس نامور سلطان کا کیرکٹر جو اس نام کا دوسرا اور اپنے خاندان کا تیسواں فرمانروا تھا تحریر کرنیسے پہلے لکھتے ہین "روس سے اوسے خطرہ تہا۔ انگلستان سے اوسے اندیشہ تہا۔ فرانس کیطرف سے اوسے خدشہ باغی ینگچریون اور متمرد علماء سے اوسے خوف تہا۔ وہابیون۔ مملوکون۔ سریون۔ البانویون۔ یونانیون۔ دروسون۔ کردون۔ شامیون اور مصریون کی تمرد و بغاوت یکے بعد دیگرے اوس کے لیئے وبال جان رہین۔ اور جا بجا سرکش پاشاؤن کی خودسری سے جو خاندان عثمانیہ کو برباد و ضعیف کرکے اپنی اڑھائی اڑھائی اینٹ کی جدا جدا مسجدین بنانے کے درپے تھے۔ اوسے خطرہ رہا۔ الغرض سلطان محمود کے عہد حکومت پر مصایب و مشکلات کے جو تاریک بادل چھائے رہے اونمین سے چند ایک یہ ہین۔ جن کی تفصیل اوپر درج ہے ایسی جوانمردی سے ان کل خطرات کا مقابلہ کیا۔ قسمت نے کئی مرتبہ اوسکا ساتھ چھوڑ دیا۔ مگر اس عالی ہمت نے کبھی حوصلہ نہ ہارا زمانہ قدیم کے مشہور مدبر اور طلیق اللسان مقرر ڈیماس تھنیز نے اصول وضع کیا تہا۔ کہ عزت کے لائق وہی شخص ہے جو عقل و فرزانگی سے کام لیکر آئندہ کی بہتری کے وسائل کو سوچ لے۔ اور پھر اونکے حصول کیلیئے جوانمردی سے کوشش کرے صرف ایسا شخص ہی عزت کے قابل ہے۔ خواہ وہ اپنے مدعا مین کامیاب ہوا۔ اور خواہ مخالف حالات کیوجہ سے مجبوراً ناکام رہا۔ اس اصول کے لحاظ سے محمود واقعی اس قابل ہے کہ اوسکا نام ہمیشہ عزت و وقعت کی نگاہ سے دیکھا جائے"

اس کے بعد صاحب موصوف لکھتے ہین "ممالک مغرب مین سلطان مرحوم کے کارنامہ زندگی کے اکثر حصص کی جزئیات ابھی تک مفصل معلوم نہین ہوئین۔ اس لیئے اوس کی مفصل و بسیط سوانح عمری لکھنے کا ابھی وقت نہین آیا۔ تاہم اوسکے کیرکٹر کے عام و خوص بالبدیہت نظر آرہے ہین۔ وہ بزدل یا احمق نہ تہا۔ اور نہ لوئی پانزدہم دشاہ فرانس، کیطرح خودغرض عیاش تہا کہ اپنی سلطنت کی روز افزون تباہی اور حکومت کے قریب الوقوع زوال کو بخوبی سمجھتا ہو۔ مگر دلمین یہ اندازہ لگاکر مطمئن اور بیفکر بیٹھا رہے کہ کم از کم میری عمر تک تو سب سامان عیش و عشرت اور شان و شوکت قایم رہین گے۔ میرے بعد فساد معدوم ہو جا ہوا کرین مجھے کیا۔ محمود کو کامل مایوسی کیوقت بھی کبھی ایسی نامردانہ خودغرضی اور نہ دلانہ نفس پروری کا خیال تک نہ گذرا تہا جو قبائح و خطرات عظیم اوسکے گرد و پیش موجود تھے۔ اونکو دیکھتے ہی محمود و تبھی جوانمردانہ ہمت و دلیری سے اونکے مقابلہ کیلیئے تیار ہوگیا۔ اور حرم سرائے عیش و آرام کے ملک و قوم کی خدمت گذاری کیلیئے ہمیشہ کیواسطے تیاگ دیا۔ یہ دعویٰ کرنا تو بیہودگی ہے کہ اس سے کبھی کوئی غلطی نہ ہوئی تھی۔ یا اوس سے کبھی کوئی ایسا فعل سرزد ہوا تہا۔ جو عیوب متصور ہو سکے۔ لیکن اس مین کوئی

شک نہین کہ اگر اوس کے کل کارنامہ پر غور کیا جائے تو وہ بیشک بڑا آدمی تھا اور ایسے مشکلات مایوسیون اور مصیبتون کے گھمسان مین اپنے شاہی خاندان کی جسکی کہ وہ نسل سے تھا اور اپنی سلطنت کی جو کسی زمانہ مین نہایت شاندار رہ چکی تھی - اور جس کو چلانیکا صعب و دشوار کام اب اوس کے کندھون پر پڑا تھا - خدمات اور فرائض کو نہایت شریفانہ طور پر ادا کیا۔ اس مختصر سی تحریر مین کہ کیسی نے سلطان مرحوم کے اوصاف ایسی خوبی اور وضاحت سے بیان کر دیے ہین کہ مین اوسپر ایزاد کرنے کی کچھ ضرورت نہین پاتا - اور پھر تاریخی واقعات کیطرف رجوع کرتا ہون -

محمود کو عہدنامہ بخارسٹ سے اپنے ملک کے اندرونی معاملات کیطرف متوجہ ہونیکے لیے بہت کچھ مہلت ملگئی - اور اسنے اس مہلت سے فایدہ بھی بہت کچھ اوٹھایا - گو نیرنگی قدرت سے پھر اونہی سے بعد مین سخت نقصان اوٹھانا پڑا - جسنے اسکو اس فرصت کے وقت ملک کو اندرونی خرخشون سے پاک کرنے مین معقول امداد ملی تھی - روس نے معاہدہ بخارسٹ کے بعد ٹرکی سے فرانس کے برخلاف اتحادی معاہدہ کرنے کے لیے بہت کوشش کی - اور چاہا کہ سلطان روسی افواج کو اپنے علاقے سے گذر کر فرینچ فوج مقیمہ ڈلمیشیا پر حملہ کرنے کی اجازت دے - مگر محمود نے یوروپین معاملات اور مسیحی دول کی باہمی محاربون مین کوئی دخل نہ دیا - چنانچہ نپولین کے پہلے عزل کے بعد جب ۱۸۱۴ء مین دول یوروپ نے معاملات یوروپ اور متخاصمین کی حدود کی درستی کیلئے جنکو نپولین کی فتوحات سے بہت تغیر و تبدل ہو گیا تھا - وائینا مین کانفرنس کی تو سلطان کیطرف سے اوس مین کوئی نایب شریک ہوا - اور نہ ٹرکی کے متعلق اوسمین کوئی بحث و مباحثہ ہوا - مگر اس عدم تذکرہ سے ہی دول یوروپ نے گویا یہ تسلیم کر لیا کہ ٹرکی کا وجود موازنہ طاقت کیلئے ضروری ہے - اور یہی ضرورت ہے جسنے اب تک ٹرکی کو عیسائی طاقتون کے ہاتھ سے بالکل پامال ہو جانیسے بچا یا ہوا ہے - اس کانفرنس کے بعد نپولین کے پھر پیرس مین نمودار ہو جانیسے یوروپ مین تہلکہ برپا ہو گیا - اور اسکو قابو کرنے کے لیے دول یوروپ کو پورا زور لگانا پڑا - جسکے بعد ٹرکی کے معاندین بالخصوص روس کو اپنی طاقت کو سمبھالنے اور سنبھلنے کیلئے کچھ عرصہ آرام کرنا ضروری ہو گیا - اور سلطان کو بیرونی محاربون سے فرصت ملگئی - مگر بدقسمتی سے ملک کی حالت خانہ جنگیون اور اندرونی بغاوتون سے ایسی خستہ و خراب ہو رہی تھی کہ سلطان کو معاشرتی اور تمدنی اصلاحات کیلئے زیادہ مہلت نہ ملی - اور اسی سبب سے اول ان ملکی ناسورون کے اندمال کا انتظام کرنا پڑا - تاہم یہ بلند ہمت اصلاحات سے بھی غافل نہ رہے - اور ساتھ ہی ساتھ اس بارہ مین بھی کچھ نہ کچھ کرتا رہا - اور آخر اتنا کچھ کر گیا کہ تمام دستور و آئین کی کایا پلٹ دی -

روس کے ساتھ ابھی مصالحت نہ ہوئی تھی کہ سلیمان پاشا حاکم بغداد نے ۱۲۲۶ھ مین علانیہ بغاوت کر دی - سلطان نے خالد آفندی کو ادہر روانہ کیا - اور اس نے باغی کو قتل کر کے عراق عرب مین کسیقدر امن قائم کر دیا - جب روس سے صلح ہو گئی تو سرویا مین پھر فساد برپا ہو گیا -

بغاوت سرویا کا نتیجہ

اس صوبہ کے متعلق عہدنامہ بخارسٹ مین جو شرائط طے ہوئی تھین - وہ اوپر درج ہو چکی ہین - انکے مطابق ٹرکون کو پھر سرویا مین داخل ہونے کے حالات بتانیسے پہلے بغاوت سرویا کے سلسلہ

واقعات کو پھر اس جگہ سے شروع کرنا جہان اوسے چھوڑ گیا تھا ضروری ہے۔ سقوط سے کے پاشا کا شرائط پیش کرنا۔ باغیون کا اونہین قبول کر لینا۔ مگر سلطان سلیم کا اونہین مسترد کر دینا پہلے لکھا جا چکا ہے۔ سلطان کی نامنظوری پر قرا جارج نے شہر بلغراد کو فتح کر کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ بایجانی سلیمان پاشا کمانڈر قلعہ کو کوئی مدد نہ پہنچا سکا۔ جبپر اوس نے فاقہ سے مجبور ہو کر اس شرط پر قلعہ سرویون کے حوالہ کر دیا۔ کہ اوسکی فوج کو بلا تعرض سرویا سے چلا جانے دیا جائے۔ مگر وہ بلغراد سے چند میل کے فاصلہ پر ہی پہونچا تھا۔ کہ ایماندار سرویون نے اچانک حملہ آور ہو کر سلیمان اور اوسکے ہمراہیون کو تہ تیغ کر دیا۔ اور پھر تمام ترک باشندون پر جو ابھی تک صوبہ کے مختلف شہرون مین مقیم تھے۔ ٹوٹ پڑے۔ اونکا تمام اسباب لوٹ لیا گیا۔ بچے کمال سنگدلی سے ٹکڑے ٹکڑے کئے گئے۔ مرد ایک زندہ نہ چھوڑا گیا۔ اور اونکی عورتین جنہین کبھی آفتاب نے بھی بے نقاب نہ دیکھا تھا۔ سخت بے حرمتی کے بعد قتل کر دیگئین یا کنیزین بنا لیگئین۔

الغرض ۱۸۰۶ء مین سرویا مین ایک مسلمان متنفس باقی نہ رہگیا۔ اور سرب قطعاً آزاد ہو گئے۔ سرنی سرداروں نے ملک کو آپس مین بانٹ لیا۔ اور ترکون کے املاک پر جشن منانے لگ گئے۔ مگر اس طوائف الملوکی سے صوبہ مین عام طوفان بے تمیزی برپا ہو گیا۔ قرا جارج علاقہ شومادیا پر حکمران تھا۔ اور ایک اور سردار مسمی ملاسک اوبری لوودک وذتسرا سے سمندر دریا تک علاقہ رودنک پر۔ آخر بس طوائف الملوکی دور کرنے کے لیئے بارہ ممبرون کا ایک سینٹ" یا سوویٹ" (مجلس شیوخ) قایم کیگئی۔ لیکن جنگی سردار اوسکے فیصلون کی کچھ پروا نہ کرتے تھے۔ بدامنی بدستور موجود رہی۔ اسپر چند ارکان مجلس نے تجویز پیش کی۔ کہ اس سے تو یہی بہتر ہے کہ ملک پھر ترکون کے حوالہ کر دیا جائے۔ اور اُن سے وہی رعایتین حاصل کر لیجائین جو باشندگان مالڈیویا اور والیشیا کو حاصل ہین۔ دوسرون نے کہا کہ روس یا آسٹریا فرانس مین سے کسی کی حمایت قبول کر لیجائے۔ آخر الذکر تجویز پر عمل کر کے قرا جارج نے صوبجات متحدہ الیریا کے فوجی گورنر کی معرفت نپولین سے ٹرکی کے سلیو باشندون کو اپنی حفاظت مین لے لینے کی استدعا کی۔ نپولین نے اس درخواست کے جواب مین سرنی باغیون کو سنہری قبضہ کی ایک تلوار بھیجکر حمایت سے انکار کر دیا۔ اوسپر زار سے التجا کی گئی۔ اوس نے فی الفور باغیون کو اسلحہ روپیہ اور فوجی افسر بھیجدیئے۔ اور ساتھ ہی وعدہ کیا کہ وہ کسی غداری یونانی کو اپنا حاکم بنا لیئن تو روس انہین اپنی حفاظت مین لے لیگا۔ ترک پہلے تو بادشاہ گردیون کی وجہ سے اور پھر روس اور ٹرکی مین ازسرنو جنگ شروع ہو جانے سے باغیون کی سرکوبی کا کوئی انتظام نہ کر سکے۔ اور اونکے حوصلے اسقدر بڑھ گئے کہ ۱۸۰۹ء مین سربون کی ایک جماعت نے میلوسک اور رودوبری نیاز کے زیر کمان ترکی علاقہ لسنا پر اور دوسری فوج نے قرہ جارج کے زیر کمان صوبہ بوسینیا پر حملہ کر کے قصبہ لوزنی بازار کا محاصرہ کر لیا۔ اول الذکر جماعت کو ترکون نے شکست دیکر دریا مورا وآنک کا کل علاقہ پھر فتح کر لیا۔ جبپر جارج کو بوسینیا سے واپس ہٹ آنا پڑا۔ اور بوسنوی پاشا نے تعاقب کر کے سربی قصبہ لوزنترا کا محاصرہ کر لیا۔ اس دوطرفہ حملے سے سربون کی حالت بہت نازک ہو گئی۔ اور اونکے اکثر سردارون نے زار کو ملک کا بادشاہ مشتہر کر دینے کا تقاضا شروع کر دیا۔ اس روسی امر کے تصفیہ کیلئے جنوری ۱۸۱۰ء مین عام قومی مجلس منعقد کی گئی۔ اوسمین کوئی تصفیہ نہ ہو سکا۔ اور ممبرون نے چند ایک

ہیڈ کوارٹر مین امداد کی درخواست کیلئے بھیجنے پر قناعت کی۔ درینولا نسا کا پاشا تیس ہزار فوج لیکر ملک کو تاخت و تاراج کرتا پھرتا تھا۔ اور اکثر سربی اپنے اپنے گھرون کی حفاظت کرنے کیلئے قلعون کو چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ قرہ جارج نے پاشا کا مقابلہ کرکے اوسے پسپا کر دیا۔ اور پھر کچھ عرصہ بعد بوسنوی فوج پر بھی نمایان فتح حاصل کی۔ اس معرکہ کے متعلق وہ خود حسب ذیل لکھتا ہے:۔

"ہم آپس مین مل جل گئے تھے۔ دو گھنٹون تک تلوار کی لڑائی کی۔ اور بیشمار ترکون کو قتل کرکے اون کے سر کاٹ لیے اون کے ہم سے پانچ گناہ زیادہ آدمی ضائع ہوئے۔ ایسی بڑی لڑائی ہمنے پہلے کبھی نہی کی تھی"۔ اس لڑائی کے بعد بوسنوی سربیا سے نکل گئے۔ اور بوسنیا و سربیا مین دریائے ڈرینا حد فاصل ہوگیا۔ اس فتح کی بدولت قرہ جارج کا سکہ اپنے ابنائے وطن پر ایسا بیٹھ گیا کہ سینٹ نے اوسے کل قومی سردارون پر ایک طرح سے شاہی اختیارات عطا کر دیئے۔ اور اوس نے رعایا کی آسائش کے لیئے دستور العمل وضع کر دیا۔ اوس کے مخالفین جلاوطن کر دیئے گئے۔ جس کسی نے سر اوٹھایا اوسے بزور شمشیر مطیع و منقاد بنایا گیا۔ اس طرح سے قرہ جارج کل سرویا کا مطلق العنان بادشاہ ہوگیا۔ اور ترکون کو جو روسیون کے ساتھ معروف پیکار تھے۔ اس شخص پر حملہ کرنے کی جرأت نہ رہی۔ نسا کے پاشا نے جارج کو کہلا بھیجا کہ اگر تم روسی حفاظت کو چھوڑ دو تو مین تمہین سلطان سے گورنری کی سند دلا دیتا ہون۔ جارج نے زار کی بلا اجازت ترکون سے سلسلہ جنبانی مناسب نہ سمجھکر پاشا کی تجاویز سے روسی جنرل کو آگاہ کیا۔ جس نے اس کا یہ عوض دیا کہ دوسرے برس ترکون سے مصالحت کر لینے پر بروئے معاہدہ بخارسٹ ترکون کو سرویا کے تمام قلعون پر قبضہ لینے کا اختیار دیدیا۔

سربون نے اس معاہدہ کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ اور کہا کہ جبتک ترک رعایا کی سلامتی اور حفاظت کا مستحکم شرائط سے وعدہ نہ کرین اونکو سرویا مین داخل نہین ہونے دیا جائیگا۔ ادہر ترکی وزراء مصر تھے کہ سربی فی الفور تمام قلعے اور بلغراد سلطانی فوج کے حوالہ کر دین۔ یہ تنازعہ ابھی جاری تھا کہ ایک نیکبخت اور قوم ملک مسلمان ملا پاشا گورنر ودین نے جو وہان کے سابقہ حاکم پسوان اوغلو کیطرح سلطان سے علانیہ بر سر عناد تھا۔ سربون کو کہلا بھیجا کہ باب عالی کے برخلاف تم مجھ سے متحد ہو جاؤ۔ مگر روس نے جو اس وقت ٹرکی کو فرانس کے برخلاف اپنے ساتھ ملانیکی کوشش کر رہا تھا۔ اور بنابرین ٹرکی کو مشکلات سے بچانے کا خواہشمند تھا۔ سربون کو اس اتحاد سے منع کر دیا۔ سرب اس نصیحت کیوجہ سے ملا پاشا کے بعد ازان راہ راست پر آجانیکی وجہ سے اس اتحاد سے تو باز رہے۔ مگر ترکون کی اطاعت ماننے سے برابر انکار کرتے رہے۔ اور مقابلہ کیلئے تیار ہو گئے کل قوم کو جارج نے ترکون پر طرح طرح کے بہتان لگا کر سخت برافروختہ کر دیا ہوا تھا۔ اور اس محسن کش قوم نے بھی چار سادے چار سو برس کے ترکی سلوک کو فراموش کرکے ان بہتانون کو سچ سمجھ لیا۔ اس غداری کو دیکھکر منصف مزاج سے منصف مزاج کو بھی مجبوراً دلی تاسف کے ساتھ یہ کہنا پڑ جاتا ہے کہ کاش ترک شروع مین ان لوگون سے ایسا ہی برتاؤ کرتے۔ تاکہ پھر کوئی غداری کرنیوالا باقی نہ رہ جاتا۔ مگر ترکون کی ہی مروت۔ انسانیت اور رحمدلی کا بیج پھل پہر کر باوجود طرح طرح کے شدید خطرات

کے صدیون سے انکی حکومت ابتک قایم ہے۔ حالانکہ اس اثنا رمین سینکڑون ظالم قومین اور حکومتین نیست و نابود ہو چکی ہین اور کئی خاندان تاج و تخت شاہی سے محروم ہوگئے ہین۔ قرا جارج کے عام اعلان کا جو اوس نے قوم کے نام شہر کیا تھا جسکا یہ مضمون تھا "ترکون نے سات برس سے اوپر کے ہر ایک سرب کو قتل کر دیئے اور اونکی عورتون اور بچون کو غلام اور مسلمان بنالینے کی حلف اوٹھائی ہے۔ اونکا منشا ہے کہ سرب قوم کو بالکل فنا کر کے اوسکی جگہ دوسری قومین سرویا مین آباد کرین۔ مگر کیا یہ وہی ترک نہین جن کو ہمنے اوسوقت شکستین دی تہین جب کہ ہم بے ہتھیار رہتے۔ ابتو ہمارے پاس پانچسو توپین سات قلعے اور چالیس ایسے مورچے ہین جو ترکون کے خون سے تر ہین"

جب سرب کسیطرح راہ راست پر نہ آئے تو ۱۸۱۳ء مین ترکی فوج نے سرویا پر حملہ کر دیا اور نگورین اور کلانو دا مین سربون کو فاش شکستین دیکر بھگا دیا۔ ادامورا و ہنگ کل علاقہ پر قبضہ کر لیا۔ ان متواتر شکستون سے قرہ جارج کا حوصلہ بالکل پست ہو گیا۔ اور وہ اپنے زر و دولت کو جو اوسنے بیشمار جمع کر لی تھی پہاڑون مین دفن کر کے ہنگری کو اور وہان سے روس کو بھاگ گیا۔ اس سے سربون کی رہی سہی کمر ہمت ٹوٹ گئی۔ ترکون نے سمندریا اور بلغراد کو فتح کر لیا۔ اور پھر کل سرویا کے مالک ہوگئے۔ اور اکثر جنگی و قومی سردار آسٹریا کو بھاگ گئے۔ جہاں کی گورمنٹ نے اونہین گرفتار کر کے نظر بند کر دیا۔

ترکون سے پھر وہی غلطی ہوئی جسکے وہ ابتدا سے مرتکب ہوتے چلے آرہے تھے۔ اونہون نے اس موقعہ کو غنیمت سمجھکر کل سرکردہ باغیون سے ملک کو خالی کرانے کی بجائے نرمی اور دلاسا سے اونہین اپنا رفیق بنانے کی کوشش کی۔ مگر گرگ زادہ عاقبت گرگ شود۔ ترکی گورمنٹ نے میلاسک اوبری نووک دقرہ جارج کے بہنوی) کو جو دوسرے سردارون کے ساتھ ملک سے باہر نہین گیا تہا۔ علاقہ رودنیک کی مجسٹریٹی پر بحال رکہا۔ اور یہی چھوٹا سا ناسور تمام جسم پر پھیلگیا۔ اوس نے ۱۸۱۵ء مین سربون کو بغاوت پر آمادہ کر کے اوس البانوی فوج پر اوس کے علاقہ مین مامور تھے۔ اچانک حملہ کر دیا۔ اور اونسے شکست دیکر بھگا دیا۔

اس کے بعد ضلاع بلغراد اور ریٹودر کے باشندے بھی باغیون کے ساتھ شامل ہوگئے۔ جلاوطن جوق در جوق سب طرف سے ملک مین واپس آنے لگ گئے۔ اور سال کے ختم ہونیسے پہلے صرف قلعے ترکون کے قبضہ مین رہگئے۔ باقی تمام صوبے بر بھر سرب منصرف ہوگئے۔ دوسرے برس (۱۸۱۶ء) سلطان نے دو زبردست فوجین سرویا کی سرکوبی کیلئے روانہ کین۔ مگر پھر انہین سرحد پر ہی روک لیا گیا۔ اور آگے نہ جانے دیا۔ ایسا کرنیکی وجہ یہ تہی کہ اسوقت ٹرکی کی عیسائی رعایا مین عام بیچینی پہیل رہی تہی۔ اور انہین کامل یقین ہو رہا تہا کہ "اتحاد مقدس کے متحد بادشاہ" یعنی فرمانروایان۔ روس۔ آسٹریا و پرشیا ضرور انکی بہتری کے لیئے کوئی تدبیر کرین گے۔ چنانچہ یہ پہلے مانس عیسائی فرمانرواؤن سے ذرا سا اشارہ ملتے ہی کل سلطنت مین فساد برپا کر دینے پر تیار بیٹھے تہے۔ ادہر بابعالی بہی ان بادشاہون کی کانگرس کی کارروائی کو جو وائنا مین بیٹھی ہوئی تہی نظر غور دیکہ رہا تہا۔ اور اسکو اندیشہ تھا کہ دین مسیحی کے یہ مقدس مہاتما اور پیشوا کہین تعصب مذہبی سے اندہے ہوکر مسلمان ترکون کے پیچھے

پڑ جائیں۔ اور انکو یورپ کی پاک سرزمین سے نکالنے کا فیصلہ نہ کر دیں۔ اسی اندیشہ کیوجہ سے سلطان اپنی کل فوجی طاقت کو محفوظ رکھنا چاہتا تھا۔ اور سرولی رعایا سے بھیڑنا قرین مصلحت تصور نہیں کرتا تھا۔

ادہر دوسری طرف میرزا محمد علی فرزند فتح علیشاہ قاچار شاہ ایران کے فرزند نے روسیون کو ایران کے سرحدی صوبون سے نکالنے کے بعد شاید اخوت اسلامی کے تقاضا سے مجبور ہو کر اس نازک موقعہ پر جب کہ سلطان کو عیسائیون کیطرف سے سخت دغدغہ تھا۔ فتح بغداد کا عزم کر کے کردستان اور آرمینیا پر حملہ کر دیا۔ اکوطراس و قارص پر کئی لڑائیان لڑا۔ مگر اسی اثنا میں حملہ شدید ہیضہ نے اوسے زہر سے ہلاک کر دیا۔ اور ایرانی لشکر واپس چلا گیا۔ فتح علیشاہ[1] کی یہ کارروائی اسلامی پہلو سے خواہ کیسی معیوب کیون نہو۔ مگر پولیٹکل لحاظ سے اوسپر کوئی الزام وارد نہیں ہوتا۔ اس بارہ میں ترک اور ایرانی دونون یکسان ملزم ہین۔ ناظرین کو صفحات ماقبل سے معلوم ہو چکا ہے کہ روس نے ایران پر غلبہ پایا اور اوسکے کئی صوبے لیے مین ٹرکی نے اسکی کچھ کم امداد نہ کی تھی۔ اور یہ انہی باتون کا جواب تھا کہ آخری جنگ روم و روس کیوقت ۱۸۷۷ء میں شاہ ناصرالدین شہید نے سلطان سے بغداد کی واپسی کا مطالبہ کیا تھا۔ مگر پھر بھی اوسے آفرین ہے کہ سلطان کے کہنے سے مذہبی حمیت اور پاس قومی عوض کشی پر غالب آگیا۔ اور شاہ مرحوم ایسی مصیبت کیوقت ترکون پر چڑھائی کرنے سے محترز رہا۔ جب اسکا آخر پھل ملگیا۔ اور اور سلطان نے خاتمہ جنگ پر خطور کا علاقہ ایران کو دینا منظور کر لیا۔

الغرض ان وجوہات سے سلطان سرویون پر حملہ کرنے سے محترز رہا۔ اور میلاسک سے بجائے قرہ جارج کی جگہ سرویا کا حکمران ہو گیا تھا نامہ و پیام شروع ہو گیا۔ اوسنے بھی مصالحت کر لینے میں مصلحت دیکھی۔ اور رومیلیا کے پاشا مرشلی کے کہنے پر ایک ڈیپوٹیشن قسطنطنیہ بھیجدیا۔ جہان روسی سفیر نے اوسکی بہت تائید کی۔ اور سلطان نے اپنی باغی رعایا سے ان شرائط پر صلح کر لی سب کو عام معافی عطا کیگئی۔ مرشلی بلغراد کا پاشا بنایا گیا۔ اور اسے تاکید کیگئی کہ سرویون کو اپنی اولاد سمجھے۔ سرولی امیان کے ملکی و فوجی اختیارات کو تسلیم کیا گیا۔ اور بارہ اعیان کی جنہیں رعایا منتخب کرے بلغراد میں ایک مجلس قایم کیگئی۔ اور تشخیص محاصل کا کام اوسکے سپرد کیا گیا۔ محاصل بہت ہلکی تجویز کیے گئے۔ اور رعایا کے مذہبی رسم و رواج کی حرمت کا اقرار کیا گیا یعنی درحقیقت سرویا کو پوری خود مختاری عطا کر دیگئی۔ میلاسک اعلی سردار منتخب کیا گیا۔ چند دیگر سرداروں نے اوسکی مخالفت کی جنکو میلاسک نے اپنے گماشتون کے ذریعہ سے قتل کرا دیا یا وہ اسکی دشمنی کیوجہ سے خود بخود ملک چھوڑ کر چلے گئے۔ میلاسک نے قرہ جارج کے دستور العمل کو بحال رکھا۔ اور جارج کیلئے پنشن مقرر کر دی۔ یہ واقعات ۱۸۱۶ء میں گذری۔ سال آئندہ میں روس کیطرف سے یونانی رعایا کو آزادی پر آمادہ کرنے کی تحریک شروع ہوئی۔ اور قرا جارج روسی قصبہ کیپ سے جہان وہ جا کر آباد ہو گیا تھا خفیہ اپنے وطن کیطرف روانہ ہو گیا۔ اسکا مدعا یہ تھا کہ سرویا پہنچکر وہانکے باشندون سے بغاوت کرا دے۔ اور جبکہ ٹرکی کی فوجین اوسکے فرو کرنے مین

[1] فتح علیشاہ بھی خدا کے عجیب المخلوقات بندون میں سے تھا۔ اوسکی داڑھی ایک گز سے زیادہ لمبی تھی۔ اور نو سو بیٹون کا باپ تھا۔ ۱۷۹۷ء میں تخت ایران پر بیٹھا۔ اور ۱۸۳۴ء میں فوت ہوا۔ یہ موجودہ خاندان قاچار کے بانی آغا محمد شاہ کا برادرزادہ تھا۔

مصروف ہون یونان کے کل باشندے باغی ہوکر والیشیا کے یونانی باغیون کے معاون ہوجائین۔ اسطرح تمام ملک مین بغاوت پہیلجانے پر ترک پہر ایشیا کو دہکیل دیئے جائینگے۔ اور ایا صوفیہ کے گنبد پر صلیب کا نشان نصب ہوجائیگا۔ مگر سرویا کی قسمت پہنچتے ہی میلاسک کے آدمیون نے اوسے قتل کردیا۔ اور میلاسک نے اوسکا سر قسطنطنیہ بہیجدیا۔ روس نے اسیوقت باضابطہ طور پر مشتہر کردیا کہ اوسے جارج کے منصوبون سے کوئی تعلق نہ تہا۔ اور پہر سلطان نے میلاسک کو اس خدمت کے صلہ مین اعلےٰ سردار بنا دیا۔ اور ۱۸۱۷ء مین وہ ایکطرح سے سرویا کا خود مختار فرمانروا ہوگیا مگر بظاہر اوس نے باجگذاری کی تابعداری سے کبہی انحراف نہ کیا۔ اور سلطان نے بہی اوس سے کبہی تعرض نہ کیا۔ اور اسے ہی غنیمت سمجہا کہ سرویا شورش پسند رہنے کی بجائے ایک شخص کے ماتحت رہے جو اپنی ذاتی اغراض سے مجبور ہوکر انقلاب پسند منصوبون مین شریک ہونیسے محترز اور باشندون کو قابو مین رکہے رہیگا لیکن اسمین بہت کم شبہ ہے کہ اگر بغاوت یونان کیوجہ سے سلطان کے لیے تازہ مشکلات نہ پیدا ہوجاتین۔ تو وہ اس امر کا یقین ہوجانے پر کہ "اتحاد مقدسہ" ٹرکی کے برخلاف کچہ نہین کرنے کا ارادہ رکہتا ضرور میلاسک کی سلطنت عثمانی کو توڑسکنے کی کوشش کرتا۔ اس یونانی بغاوت کے حالات بیان کرنیسے پہلے اندرونی باغیون کی دو زبردست جماعتونکی بیخکنی کا جو اس تازہ بغاوت سے پہلے وقوع مین آئی ذکر کردینا ضروری ہے۔

محمد علی پاشا والئے مصر اور مملوکون اور وہابیون کی بیخکنی

یہ دو زبردست جماعتین وہابیون اور مملوکون کی تہین۔ محمود کے مصری پاشا محمد علی نے جو موجودہ صدی کے مشاہیر مسلمان مدبرون اور فاتحون مین شمار ہوتا ہے آخرالذکر کو بالکل نیست و نابود اور اول الذکر کی پوری طاقت کو ہمیشہ کے لیے معدوم کیا۔ یہ نامور ۱۷۶۹ء مین مقدونیہ کی ایک قصبہ قوالا مین پیدا ہوا تہا۔ اور ترکی فوجمین بہرتی ہوکر مصر مین آیا تہا۔ اوس کے ابتدائی کارنامون اور رفتہ رفتہ مصر کا پاشا ہوجانیکی کیفیت پہلے درج ہوچکی ہے۔ اوس نے اپنے صوبہ کی فوج کو یوروپین طریقہ پر تیار کرکے اپنی طاقت کو خوب مضبوط کرلیا تہا۔ اور مصر سے انگریزون کو نکالدینے سے اسکی عام شہرت ہوگئی ہوئی تہی۔

وہابیون کی بغاوت کے ابتدائی حالات پہلے لکہے جاچکے ہین۔ سلاطین کو بیرونی محاربون اور اندرونی خرخشون سے اس نئی جماعت کی یکسو ہوکر سرکوبی کرنے کی کبہی فرصت نہ ملی۔ کبہی کبہی سلطانی فوجین حجاز سے نجد کو بہیجدیجاتین۔ مگر پرجوش وہابیون سے شکست کہاکر واپس آجاتین۔ آخر وہابیونکو اسقدر غلبہ ہوگیا کہ ۲۷ اپریل ۱۸۰۳ء کو انہون نے مکہ معظمہ اور دوسرے برس مدینہ منورہ کو ترکون سے فتح کرلیا۔ جہان انہون نے کئی بزرگون کی مزارون کے گنبد گرادیئے۔ مع ضریح مزار نبوی کا گنبد انکی کوشش کے باوجود عمارت کی پختگی کیوجہ سے بچا رہا۔ سنت جماعت حاجیونکو ان متعصبون نے سخت تکلیفین پہنچانا شروع کردیا جس سے تمام مسلمانون مین جوش پہیلگیا۔ اور وہ گورنمنٹ سے اس بلائے بیدرمان کے دفعیہ کا تقاضا کرنے لگ گئے۔ خود سلاطین بہی بیفکر نہ تہے۔ اونکی خلافت کا بہت کچہ انحصار حرمین شریفین کے قبضہ پر ہی تہا۔ مگر سلیم اور مصطفےٰ کو اندرونی مشکلات اور بیرونی

[illegible] روزگار سے جسکی بعد مین اسلام قبول کرکے سلیمان نام رکہہ لیا بہت ترقی ملی تہی +

حملوں نے فرصت نہ دی۔ البتہ جب سلطان محمود کو نپولین کے فساد سے مخلصی ملی تو اوس نے محمد علی کو حرمین سے باغیوں کے نکالنے کا حکم دیا۔ محمد علی نے اس خدمت کو بڑی خوشی سے منظور کر لیا۔ مگر ابھی تک اوسکی حکومت ملک مین مستحکم نہ ہوئی تھی۔ اور مملوک بدستور بالائی مصر مین موجود تھے۔ اوس نے ان اندرونی دشمنوں کے دفعیہ سے پہلے عرب پر چڑھائی کرنا مناسب نہ سمجھا۔ اور اس امر کے درپے ہو گیا کہ جسطرح ہو پہلے مملوکوں کا ستیاناس کر دیا جائے۔ وہ مملوکوں کے تہور سے واقف تھا۔ اور جانتا تھا کہ میدان جنگ مین نکلکر انکو قطعاً پامال کرنا خطرہ سے خالی نہین۔ مگر اونکو پامال کرنا بھی ضروری تھا۔ لہذا اُس نے مکر و فریب سے مدد لی۔ اور اوسکے ذریعہ سے کامیاب ہو گیا۔ پہلے اُس نے مملوکوں سے دوستی گانٹھی۔ اور اونکو دم دلاسا دیکر بالائی مصر کے ریگستانوں سے قاہرہ مین آجانے پر رضامند کر لیا۔ جب وہ سب وہان جمع ہو گئے۔ تو اونکی عام دعوت کی۔ مملوک سرداروں کو دغا کا شان گمان تک نہ تھا۔ اونہوں نے دعوت قبول کر لی۔ اور بلاخدشہ قلعہ مین چلے گئے۔ محمد علی نے اپنے البانوی سپاہی قلعہ کے صحن کے چارون طرف چھپائے ہوئے تھے۔ جب مملوک وہان پہنچے تو قلعہ کا پھاٹک بند کر دیا گیا۔ اور البانوی سپاہیوں نے اونپر تابڑ توڑ بندوقین داغنی شروع کر دین۔ مملوک نہتے اور جگہہ تنگ تھی۔ سینکڑوں اسطرح سے ہلاک ہو گئے۔ باقیماندہ گرفتار کر لیے گئے۔ اور پاشا کے حکم سے ایک ایک کر کے قتل کر دیے گئے۔ بارہ بارہ برس کے لڑکوں پر بھی رحم نہ کیا گیا۔ اور انکی الحاح وزاری کی کچھہ پروا نہ کیگئی قاہرہ کے مملوک تو اسطرح معدوم کر دیئے گئے۔ قدر قلیل جو دوسرے شہروں مین تھے۔ اونکو وہان کے حکام نے قتل کر دیا۔ معدودے چند جان بچا کر حبش کو بھاگ گئے۔ اور جو گنتی کے آدمی باقی رہے تھے۔ وہ پاشا کی فوج مین بھرتی ہو گئے۔ مملوکوں کا یہ قتل عام یکم مارچ ۱۸۱۱ء کو ہوا۔ جسکے بعد محمد علی کی حکومت مصر پر بالاستحکام شروع ہو گئی۔ اور اوسے کبھی اندرونی دشمن کا خطرہ نہ رہگیا۔

ان سے فارغ ہو کر محمد علی نے اپنے فرزند ترسم بک کے زیر کمان وہابیوں کے مقابلہ پر فوج روانہ کی جسنے ینبوع اور جدہ پر قبضہ کر کے مدینہ کے قریب بمقام صفراء وہابیوں کو شکست فاش دی۔ اور مدینہ پر متصرف ہو کر وہان کی کنجیان سلطان کو بھیجدین جس نے اس فتح پر ۳۰ جنوری ۱۸۱۳ء کو قسطنطنیہ مین دہوم دہام سے جشن کیے۔ دو ماہ بعد مکہ معظمہ بھی فتح ہو گیا۔ اور کعبہ اور شہر کی کنجیان بھی پایہ تخت کو بھیجدی گئین۔ حرمین کے بعد ترسم وہابیوں کو حجاز کے باقی علاقہ سے نکالنے کے لیے ۱۸۱۵ء تک لڑائی کرتا رہا۔ اور آخر امیر وہابیان عبداللہ بن سعود بن عبدالوہاب نے ترسم بک سے صلح کر لی۔ مگر قسطنطنیہ جاکر سلطان سے معافی مانگنے سے انکار کر دیا۔ ترسم معاہدہ صلح سے تھوڑے عرصہ بعد فوت ہو گیا تھا۔ اور اس کی جگہ محمد علی نے اپنے دوسرے بیٹے ابراہیم کو بھیجدیا۔ ہوا تھا ابراہیم نے امیر کے انکار پر اوس کے دار الخلافہ کا محاصرہ کر لیا۔ اور اوسے گرفتار کر کے اپنے باپ کے پاس لے آیا۔ جس نے باغی امیر کو قسطنطنیہ بھیجدیا۔ جہان وہ بقول بعض ۱۸۱۸ء مین اور بقول کریسی ۱۹ مارچ ۱۸۱۹ء کو قتل کر دیا گیا۔ اور حجاز و یمن سے وہابی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ اس فرقہ کے لوگ اب تک بھی نجد مین موجود ہین۔ اور وہان کی حکومت انہی کے ہاتھ مین ہے۔ مگر اب سلطان عبدالحمید خان ثانی الغازی کے حسن تدبیر اور احسان و مروت سے وہ خلافت عظمیٰ عثمانیہ کے جان نثار ہوا خواہ ہین۔ چنانچہ امیر محمد ابن الرشید مرحوم نے ۱۸۹۷ء کے جنگ روم و یونان مین سلطان المعظم سے درخواست کی تھی کہ اوسے اپنی فوج جس مین کئی ہزار جمعیت سپاہی ہین بھیجنے کی

اجازت دی جائے۔ مگر ضرورت نہ ہونے کے باعث سلطان نے اوس کی درخواست شکریہ کیساتھ نامنظور کردی تھی۔

اس مہم کی کامیابی سے محمد علی کی طاقت خوب مضبوط بنیاد پر قایم ہوگئی۔ اور ملک خوشحالی اور سلطنت کی آمدنی بڑھانے کے وہ ان کامون کی تکمیل مین جنہین نپولین نے شروع کیا تہا۔ متوجہ ہوگیا۔ اسکندریہ سے قاہرہ تک محمودیہ نہر کہود دی گئی۔ فرنچ فنی افسرون اور انجنیرون کی نگرانی مین نظام و باقاعدہ فوج اور بیڑہ جہازات کی تعمیر کا انتظام کیا۔ اور جابجا صنعتی اور کارخانے قایم کردیے۔ سنہ ۱۸۱۵ء کی عام مصالحت کے بعد سینکڑون فرنچ افسر جو نپولین کی فوج مین شامل تھے۔ بیکار رہ گئے جسمین اکثر کو محمد علی نے بھاری بھاری تنخواہین دیکر اپنا ملازم بنالیا۔ کل ملک مین سرکون کا جال پھیلا دیا۔ اور بنادر کی حفاظت و پناہ اور مرمت کیلیے لنگرگاہ اور ڈاکس (وہ حوض جن مین جہاز تعمیر یا مرمت کیے جاتے ہین) تیار کر دیے۔ کو ان کامونکی لیے زرکثیر اور فوج کیلیے آدمیونکی ہمیشہ ضرورت رہتی تھی۔ روپیہ کے لیے اوس نے سخت محاصل لگائے۔ خدمت رعایا پر لازمی کردی۔ اس سے باشندون کو تکلیف تو بہت ہوئی۔ لیکن اس طریق سے وہ مستقل اور خوب قواعد تیار کرلینے مین کامیاب ہوگیا۔ جس فوج کی عمدگی بغاوت یونان اور خود محمد علی کی سرکشی کے وقت کل دنیا پر آشکارا کے بعد محمد علی کے فرزند نامدار ابراہیم نے نخلستان سیواح اور علاقجات کاردوفان دارفر اور نوبیا فتح کرکے مقبوضات تقریباً خط استوا تک بڑہا دیے۔

سرویا اور حجاز کی مشکلات کا ابھی خاتمہ نہ ہوا تھا۔ کہ سنہ ۱۸۱۶ء مین انگریزی امیر البحر نے الجزایری قزاقون سے تنگ آکر جزائر پر گولہ باری کی۔ اور وہان کے ڈے کو انگریز قیدیون کے چھوڑنے پر مجبور کیا۔ یہ بربری ریاستین گو خودمختار ہوگئی ہوئی تھین۔ لیکن بظاہر برابر سلطان کے تابع فرمان متصور ہوتی تھین۔ سلطان کو اندرونی اس گولہ باری کے معاملہ مین کچھہ مداخلت کرنے کی فرصت نہ ملی۔ اور اسیطرح اوسے ضرورت بھی نہ تھی۔ سنہ ۱۸۳۰ء اور ٹرکی مین عہد مین ہوچکا تھا کہ اگر اول الذکر کبھی بربری قزاقون کی سرکوبی کرے تو ٹرکی اسپر ناراض نہ ہوگی نے جزائر ایونین پر پھر قبضہ کرلیا۔ اور اس معاملہ مین بہی ٹرکی بالکل خاموش رہی۔ اور اس کے معاوضہ مین اپنے علاقہ پرجہ ملجانے پر ہی خوشنود ہوگئی۔

علی پاشا علی پاشا بھی اس صدی کے مشاہیر مسلمانون مین سے گذرا ہے۔ اوس نے بھی محمد علی کیطرح تدبیر و استقلال سے اسقدر عظمت و طاقت حاصل کرلی۔ کہ کچھہ عرصہ تقریباً کل یونان پر بحیثیت فرمانروا رہا۔ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جس قوم پر خدا کیطرف سے نحوست وادبار چھاجائے۔ اوس کے مختلف کل جسم کی طاقت کو بڑہانے کی بجائے خودغرضی۔ نفس پروری اور کوتاہ اندیشی سے اپنی اپنی جگہ میر میران موجب ہوجاتے ہین۔ محمد علی نے اپنی لیاقت اور شجاعت سے بے نظیر عروج حاصل کیا۔ اور اپنی طاقت بھی مگر اس طاقت و عروج سے جسد سلطنت کو جس کا وہ ایک عضو تھا۔ مدد دینے کی بجائے اوٹا اوس کی تباہ

علی پاشا ر والی یانیا سے سرزد ہوئی - اگر یہ دونوں پاشا ینگ چری کے ساتھ اپنے اپنے آقائے نعمت سلطان محمود کی اعانت و امداد
پر آمادہ رہتے تو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ سلطنت عثمانیہ ان تباہیوں سے بھی محفوظ رہتی جو اوسپر وارد ہوئیں - بلکہ بالغلب وجوہ
کی سابقہ عظمت وشوکت پھر عود کر آتی - مدد و اعانت تو در کنار اگر یہ دونوں جنکو قسام ازل نے دنیا وی عقل سے بھی حصہ
دے رکھا تھا سلطنت کی تخریب کے درپے اور اپنی ڈیڑھ اینٹ کی جدا مسجد بنانے پر ہی مُصر نہ رہتے تو پھر بھی سلطنت الہیہ
ہوتی اور اوس کے اعدا کو تباہی بخش غلبہ حاصل نہ ہوتا - یونانیوں کی بغاوت کے محرک بہت سے اسباب تھے لیکن علی پاشا
اگر کمر بستہ نہ ہوجاتا - تو غالبًا عیسائی رعایا کی آتش بغاوت اسقدر جلد مشتعل نہ ہونے پاتی -
۱۷۴۱ء کے قریب بالائی اپایرس کے قصبہ طیبلین میں پیدا ہوا - اوسکا خاندان البانوی تھا - جس نے عرصہ مدید سے اسلام
کر لیا تھا - اوس کے باپ ولی بک نے بھائیوں کی ایذا رسانیوں سے تنگ آکر گھر بار چھوڑ دیا - اور قزاقی اختیار کی
جمعیت مضبوط ہوگئی - تو اوس نے طیبلین سے واپس آکر اپنے بھائیوں کو قتل کر دیا - اور اون کے ملک و املاک پر قبضہ
چودہ سال کا ہوا تھا - کہ ولی بک مرگیا - مگر اوس کی بیوہ خام کو نے خاوند کا پیشہ نہ چھوڑا - ایک مرتبہ اوس نے قصبہ
باشندوں نے مقابلہ کر کے اوس کے ہمراہیوں کو بھگا دیا - اور وہ معہ اولاد اون کے قابو آگئی - جنہوں نے چھوڑنے سے
بے حرمتی کی - علی والدین کا سپوت بیٹا تھا - اوس نے بھی اٹھارہ برس کی عمر میں رہزنی شروع کر دی - اور قزاقوں
معقول تعداد فراہم کرلی - چند برس اس طرح بسر کرنے کے بعد اوس نے پاشا کی ملازمت اختیار کر کے قسمت آزمائی کردی
یونانیان اپنے اثنا میں پیچھے چھوڑ گئی ہوئی تھی - اپایرس کے اکثر زمیندار خود سر ہوگئے ہوئے تھے - اور قزاقوں نے مسافروں کی آمد و رفت بند
کر رکھی تھی - اور اونکے پامال شدہ بیچ علاقہ کو راہ راست پر لانے کی طاقت - علی نے ملازمت سلطانی اختیار کر کے
شروع کیا اور ابتدا ہی اخیر تک تین پاشاؤں پر جن میں ایک اوسکا خسر - دوسرا بہنوئی - اور تیسرا دوست تھا - سرکشی
ہلاک کرا دیا - اس کے صلہ میں اوس کو در تبہ پاشا د حاکم تسوالیہ کا خطاب عطا ہوا - اور صوبہ سے قزاقی کی بیخکنی کیلئے
بھرتی کرنے کا اختیار دیا گیا - اوس نے اکثر باغی سرداروں کو مغلوب کر کے اون کے املاک ضبط کر لیئے - اور ضبط
حصہ ترکی وزرا اور پاشا کو بھیج دیا - انہی دنوں آسٹریا اور ترکی میں لڑائی چھڑ گئی - اور اس نے اس مہم
ترکی وزرا نے جنکو وہ ہمیشہ تحفہ تحائف دیتا رہتا تھا - اس کے صلہ میں اوسے تھسلی کے ضلع ترکالہ کا پاشا
نے اوس وعدہ کا ایفا کیا جو اوس نے اپنی والدہ کے ساتھ اوس کے مرتے وقت کیا تھا - خانکو اپنی بے حرمتی
تھا - اور وہ بار بار اپنے بیٹے کو بدلا لینے کی نصیحت کیا کرتی تھی - گورنری ملنے پر اوس نے

مصنف کتاب اپولوجی فار دی محمد اینڈ قرآن جسکا اردو میں ترجمہ ہوچکا ہے - اور منظاہر الحق کے
کی مفصل سوانح عمری لکھی ہے - مؤلف

کردیجی۔ اور کارمو کے باشندونکو قتل کرکے اون دیہات کو زمین کے ساتہہ ہموار کرادیا۔ اور جس شخص نے خانمکو کی پردہ دری کی تہی
بینے سے چہد وا کر زندہ دیکہتے ہوئے کوئلون پر کباب کیطرح بہنوادیا۔ بعد ازان اوس نے چند ہی برسون مین مکر وحیلہ بیباکی و
اور علانیہ وخفیہ خونریزی سے گردنواح کے چہوٹے چہوٹے پاشاؤن اور جاگیردارون کے علاقون پر قبضہ کر لیا۔ اور اسیطرح
اپایرس کے صدر مقام یانیا پر متصرف ہو گیا۔ اور وہان کی رہائش اختیار کرلی۔ مگر وہ باب عالی کو خراج بدستور بہیجتا رہا
اوسے ناراض ہونیکا موقعہ ندیا۔ ادہر عیسائی مسلمان دونون مذاہب کی رعایا کو حسن سلوک سے خوش رکہا۔ ادہر مسلمان صوفیا
کی صوفیانہ مجالس سماع وسرود مین بہ خوشی شریک ہوتا۔ اور ادہر عیسائیون کے گرجون مین جاکر زیور اور حمد بیگیت
ملک مین امن قایم ہو گیا۔ اور تجارت کے فروغ سے باشندے مرفہ الحال ہو گئے۔ وہ اُن لڑائیون کو جو فرانس کے انقلاب
بعد دول یورپ مین برپا ہو گئی تہین۔ بنظر غور دیکہتا رہا۔ اور اونسے اپنے مقبوضات کو وسیع کرنیکا فایدہ اوٹہایا
لکہا جاچکا ہے کہ ۱۷۹۷ء مین ریاست وینس کی بربادی پر اوسکے وہ مقبوضات جو اڈریاٹک مین اوس کے مشرقی ساحل
فرانس کو ملگئے تہے۔ اسسے فرانسیسی علی کے ہمسایہ ہو گئے۔ اور اون سے وہ سطرح پیش آیا کہ اونکو اسی مخلص رفیق ہونے
مگر جب بابعالی نے فرانس کے برخلاف اعلان جنگ کیا تو علی نے ساحلی قصبہ ٹبرنٹو پر قبضہ کر لیا۔ اور بیسہزار فوج سے
پر حملہ کرکے اوسے بہی فتح کر لیا۔ اور وہانکی نصف آبادی کو تہ تیغ کردیا۔ یہ دونون قصبے فرانس کو ملے ہوئے تہے۔ لیکن ابہی تک ا
نکیا تہا۔ پریویسا کو جاتے وقت رستہ مین بندر نیکولوبیس پر بہی اوس نے دہاوا کیا۔ وہان دو سو تہی فرنچ سپاہی
لیے لڑائی سے محترز رہا۔ اور اُس شہر پر تصرف نکیا۔ متذکرہ صدر دونون شہرون کو لینے کے بعد اوس نے جزایر ایو
گورنر کو اطلاع دی کہ مین نے ان شہرون پر اس لیے قبضہ کیا ہے کہ کہین انگلستان اور روس اونپر قابض
اسی درستی چال کیلئے اوسنے نیکولوبیس کو چہوڑ دیا تہا۔ بابعالی نے اوسکی ان فتوحات سے خوش ہوکر اوسے تبریز م
پاشا بنادیا۔ مگر ساتہہ ہی ترکی گورمنٹ کو اوسکی روز افزون طاقت سے دل مین خدشہ بہی پیدا ہو گیا
بہا تہا ایک ارکان دیوان کو بہیجکر دور کردیا۔

۱۸۰۰ء مین اوسنے بابعالی سے قبیلہ سولیان کی تباہی کی اجازت حاصل کی۔ یہ کوہستانی قبیلہ یسی لنڈر
شمالی علاقہ مین آباد تہا۔ ۱۷۹۰ء مین روسیون کے اغوا پر دیگر یونانی رعایا کی طرح اوسنے بہی علم بغاوت
علاقہ کے دشوار گذار ہونے کیوجہ سے ابتک مغلوب نہین کیا جاسکا تہا۔ علی نے بیشمار فوج سے اونکے علاقہ کا
محصور کر لیا۔ مگر کئی مہینون تک اندر نہ داخل ہو سکا۔ آخر ایک درہ کے محافظ سولی سردار نے بطمع زر آور
سولیون کو ۱۸۰۳ء مین مجبوراً مصالحت کرلینی پڑی۔ اور یہ شرط قرار پائی کہ سولی اگر چاہین تو اپنا مال
اپنے وطن کو چہوڑ سکتے ہین۔ لیکن اونہون نے سفر شروع ہی کیا تہا کہ علی کی فوج نے حملہ کرکے تقریباً سب کو نہ
عورتون نے ننگ و ناموس کو فاتحین سے محفوظ رکہنے کے لیے دریا اشیرون اور مستعد گہاٹیون مین خودکشی کرلی۔ اور

ہلاک ہوئے صرف تھوڑے سے باقی بچے جو بمشکل جزائر ایونین میں پہنچے۔

سولیوٹ کی تباہی سے جنہون نے اپنے جھنڈون پر صلیب کا نشان بنایا ہوا تھا۔ یوروپ کے متعصب عیسائیون مین عام جوش
پھیل گیا۔ اور کئی یوروپین اونکی بہادرانہ مدافعت اور مقابلہ کیوجہ سے ایسی بہادر قوم کی بربادی پر نیک نیتی سے متاسف
ہوئے۔ مگر یوروپین گورنمنٹین نپولین کی طفیل اپنے مخمصون مین مبتلا تہین۔ اور ایسے وقت سولیون کی تباہی کو ٹرکی کے برخلاف
پرچار کرنیکے لیے بہانہ بنانے کی فرصت نہ رکہتی تہین۔ غرضیکہ جنون کی چلاتے چلاتے خود ہی خاموش ہوگئے۔ اور کہین اونکی شنوائی
نہ ہوئی۔

باباعلی نے اس فتح کے صلہ مین علی کو "دربی والیسی" کا خطاب عطا کیا۔ اس منصب کا رکہنے والا وزیر اعظم کی عدم موجودگی
مین دار السلطنت کا سپہ سالار ہوا کرتا تھا۔ اس منصب پر مامور ہوتے ہی وہ مقدونیہ اور تہریس کے خونخوار قزاقون کی
سرکوبی کے لیے روانہ ہوگیا۔ اوس کے مخالفین کو توقع تہی کہ وہ اس کام مین کامیاب نہین ہوگا۔ جو غلط ثابت ہوئی۔ علی نے تمام
مہم کرکے قزاقون اور باغیون کا ناک مین دم کر دیا۔ اور سب نے آیندہ کی نیک چلنی کیلئے یرغمال بہیجکر اطاعت قبول کرلی۔
اون پر الزام لگایا کہ وہ باغیون کی در پردہ امداد کرتے ہین۔ وہ قتل کر دیئے گئے۔ اور راستے کہل گئے۔ اس مہم مین
اوسنے بہی بہت دولت جمع کرلی۔ کوئی شہر ایسا نہ تھا جس سے اوس نے تاوان اور ہرجانہ یا نذرانہ لیا ہو۔ مگر جب اونے دیکہا کہ
اوسکی کامیابی سے متردد سی ہو رہی ہے۔ اور باباعلی کو شبہ ہے کہ مین آزادی کا ارادہ رکہتا ہون تو اوسنے دور اندیشی
سے فوجکو رخصت کر دیا۔ اور خود ایاپریس واپس چلا آیا۔ اور اپنے کوہستانی علاقہ مین عملی طور پر خود مختار حکمران ہوگیا۔
اس کا دربار جاہ و تجمل اور زینت و زیبائش مین شاہی دربارون کی ہمسری کرتا تہا۔ قتل و نہب اور لوٹ کہسوٹ سے اوسنے بیشمار
خزانے جمع کر لیئے تہے۔ اوس کے ملک کی آمدنی بہی حسن انتظام اور قیام امن سے بہت بڑہ گئی ہوئی تہی۔ اکثر مورخین اوس کے
خزانے کا اندازہ دو ارب روپیہ کے قریب کرتے ہین۔ نپولین اور اکثر دیگر فرمانروایان مغرب سے براہ راست اوسکی خط و کتابت تھی۔
اور وہ بطور پر نہ سہی عملاً اوس کے ساتہ اس طرح پیش آتے تہے کہ گویا وہ مطلق العنان فرمانروا ہے۔ عام روایت ہے کہ اوس کو
مسلی یونان جزائر ایونین اور خلیج آرٹا کا مالک بننے کی بڑی تمنا تہی۔ اور خلیج مذکور مین جو ۱۸۹۷ء کے جنگ روم
کے سبب عام مشہور ہوگئی ہے۔ اور جسے وہ اپنی سلطنت کا مرکز بنانا چاہتا تہا۔ ایک جرار بیڑہ تیار کرنے کا منشا رکہتا تہا۔
البانوی تنکی افواج کے شجاع ترین سپاہی تہے۔ پارگا اور ڈلونیو کے جنگلات مین جہازون کے لیئے وافر اور
موجود تہی۔ اور یونانی بحیرہ روم کے بہترین ملاح متصور ہوتے تہے۔ پس بری اور بحری فوج کیلئے اوسکو بہترین
سامان مل سکتا تہا۔ باقی رہا روپیہ اوس کی بہی کوئی کمی نہ تہی۔ لیکن اس توقع کا پورا ہونا محال تہا۔ باباعلی کی طبعی مخالفت کے
علاوہ یہ دہانہ گو بہت تنگ ہے۔ مگر وہ خود اسقدر وسیع ہے کہ کل دنیا کے بیڑے اوس مین سما سکتے ہین۔ پریویسا اسی خلیج کے
ساحل پر واقع ہے۔ مؤلف +

بعد وہ کبھی فرمانروا رکھیں یا ایک نئی اسلامی طاقت کو جس کا شباب اونکے حق مین ہرگز خالی از خطرہ نہین ہوسکتا تھا۔ قایم نہ ہونے
دیتے۔ تاہم وہ آہستہ آہستہ اپنے کام مین مصروف رہا۔ اور ۱۸۱۹ء تک جو اوسکی فتوحات یا وسعت مقبوضات کا آخری سال
تھا۔ اپنے علاقہ کو بڑھاتا رہا۔ آخری ملحقہ علاقہ پرجہ کا تھا۔ ۱۷۹۰ء مین پریویسیا اور بوٹرنٹو کے بعد علی قصبہ پرجہ پر بھی اگر روسیون
نے اوسپر قبضہ نہ کر لیا ہوتا۔ تو ضرور حملہ کرتا۔ معاہدہ ٹلسٹ کے بعد روسیون نے قصبہ مذکور فرانس کو واپس دیدیا۔ جس نے
ایک فوج متعین کر دی۔ باشندگان شہر کو شبہ ہو گیا کہ فرانسیسی فوج شہر کو علی پاشا کے حوالہ کر دینا چاہتی ہے۔ اوسپر اونہون نے انگ
کو درپردہ پیغام بھیدیا۔ اور ۱۸۱۳ء مین اس شرط پر شہر اونکے حوالہ کر دیا۔ کہ وہ کبھی ترکون کے سپرد نہ کیا جائے۔ مگر اس
قرارداد کے باوجود انگلستان نے ۱۸۱۹ء مین پرجہ اور اوسکا علاقہ ملحقہ علی پاشا کے ہاتھ بیچدیا۔ اور اس کے
سلطان نے جزائر ایونین پر انگریزون کے پہر متسلط ہوجانے پر اعتراض نہ کیا۔ پرجہ کے باشندون نے علی کی ماتحتی
منظور نہ کیا۔ اور جزائر ایونین مین جا بسے۔

در بیولا علی کی خودسری اور بیباقی مین دن بدن اضافہ ہوتا گیا۔ اور کل دنیا مین یہ مشہور ہو رہا تھا کہ وہ
حکومت سے بالکل آزاد ہے۔ آخر اوسنے خراج اور فوجی کمک سے بھی انکار کر دیا۔ اور اسکی جرأت یہانتک بڑھ گئی۔ کہ
نام اپنے ایک مصاحب اور افسر کو جو پاشا سے اوسکی عداوت کے خوف سے قسطنطنیہ بھاگ گیا تھا۔ اور سلطان نے اوسکو
ایک عہدہ عطا کر دیا تھا۔ فروری ۱۸۲۰ء مین دو آدمی بھیجکر خاص قسطنطنیہ مین قتل کرا دیا۔ اس سے سلطان کو
موقعہ مل گیا۔ اس سنگین جرم اور حرکت قبیحہ سے علی پولیٹیکل لحاظ سے معتوب سلطانی نہین۔ بلکہ دینی لحاظ سے
ہوگیا۔ شیخ الاسلام نے فتویٰ صادر کرکے اوسے فرمان لی خارج از دین و مذہب اور خارج از پناہ حکومت، قرار د
چالیس دن کے اندر سلطانی عدالت مین حاضر ہونیکا حکم دیا گیا۔ اور کل وفادار پاشاؤن اور دیگر رعایاء سلطانی کو
کرنے کا حکم ملگیا۔ علی نے انگلستان سے جو پہلے بھی اوسے کئی دفعہ مدد دیتا رہا تھا۔ التجا کی کہ یہ سلطان سے
اور اگر سلطان نہ ملنے تو پھر فوجی مدد دے۔ مگر انگلستان نے کبھی ایسے شخص کی جسکا آفتاب اقبال ڈہلگیا ہو
والا ہو۔ پہلے کب مدد کی تھی کہ اب اوسکی کرتا۔ ادہر سے مایوس ہو کر وہ عیسائی رعایا کیطرف متوجہ ہوا
سرکوبی کیلئے معقول تیاریان کی تہین۔ سمندر کیطرف سے قپودان پاشا نے پرجہ اور پریویسیا پر حملہ کیا۔ اور
پاشا مور ہا سے یانینا پر حملہ آور ہوا۔ شروع شروع مین علی کو خفیف سی کامیابی ہوئی۔ مگر سلطان محمود کی
کچھ عکس اوس کے جرنیلون پر بھی پڑگیا تھا۔ دوسری طرف اوس نے یہ کہکر سفارشیون کا منہ بھی بند کر دیا
کے حق مین ایک لفظ بھی کہیگا۔ اور سکا سر قلم کر دیا جائے گا۔ علی نے جیسا کہ وہ پہلے اکثر موقعون پر کیا کرتا
ارکان دیوان کو زر خطیر بطور رشوت بھیجدیا تھا۔ کہ وہ سعی سفارش کر کے سلطان کو راضی کرلین۔ سلطان کو
بھی بند کر دیا۔ آخری چارہ عیسائی کی امداد تھی یونانیون کی مجالس ہتھیار پاسے اور سکا بھی عرصہ

یونانی قزاقون بلکہ سولیون کو بھی مدد کے لیئے بلا بہیجا اور امداد کے عوض اونکو آزادی دلانیکا اقرار کیا۔ اس کے ساتھ ہی
س کہن سال قومی نکوام اور دشمن قوم وملت نے جو قبر مین پاؤن لٹکائے بیٹھا تھا۔ عیسائیون کا جوش ابھارنے اور
نکے اندیشون کو مشتعل کرنے کے لیے سلطان کے منظور نظر مصاحب حالت آفندی کا خط مشہور کرکے ایک فرضی خط مشتہر
یا جس مین لکھا ہوا تھا کہ عنقریب تمام عیسائی سلطان کے حکم سے تہ تیغ کر دیئے جائینگے۔ یونانی عیسائی گو پہلے بھی بغاوت
تھے۔ اور اب بھی خفیہ مجالس اور اونکے ممبر روسی تحریک سے بغاوت کا مادہ ملک مین پھیلا رہے تھے۔ لیکن پھر بھی وہ
ب علانیہ اوٹھ کھڑے ہونے پر تیار نہ تھے۔ بلکہ علی کی دعوت سے پہلے اکثر یونانیون نے خورشید پاشا ترکی سر عسکر
رمات پیش کین تھین۔ یہ پاشا فوجی معاملات مین بہت ہی لائق مگر ساتھ ہی تند مزاج اور اکھڑ طبیعت کا آدمی
نے یونانیون کی درخواست کو نفرت کیساتھ رد کر دیا۔ اس برتاؤ اور حالت آفندی کے مصنوعی خط کی اشاعت نے
ور رنجیدہ خاطر اور برافروختہ کر دیا۔ ہٹیاریا کے ممبر پہلے ہی اونکو اکسا رہے تھے۔ اب علی پاشا کے قاصد بھی کل ملک مین
ر اونکو اغوا سے جب کہ ترکی افواج علی کے مقابلہ مین مصروف تھین۔ تمام یونان مین بغاوت کی آگ بھڑک اوٹھی۔ اور
ے لیکر موریا تک کل یونانی ہتھیار اوٹھا کر گورنمنٹ کے مقابلہ پر کھڑے ہو گئے۔ علی کی اس غداری سے گو آخر ایک
سلطان کے ہاتھ سے نکل گیا۔ اور لاکھون مسلمانون اور اونکے معصوم بچون اور عورتون کا خون سفاک یونانیون
پانی کیطرح بہ گیا۔ مگر اوس نکوام کو اوس سے کوئی فائدہ نہ پہونچا۔ اوسکی سرکوبی پر وہی نامور جرنیل مامور تھا
ن سے یا کی بغاوت کی بیخکنی کی تھی۔ خورشید پاشا نے یانینا مین اس بوڑہے کا کئی مہینے محاصرہ کرکے ایسا ناک مین
اوسے اطاعت مان لینے کے سوا کوئی چارہ نہ رہ گیا۔ ۱۵ فروری ۱۸۲۲ء کو وہ شرائط اطاعت کے تصفیہ کیلیئے شہر
نکی جرنیل کے کیمپ مین پہنچنے سے پہلے ہی اوسکی زندگی کا خاتمہ کر دیا گیا۔ اور خورشید نے اوسکا سر کٹواکر قسطنطنیہ
اوسے آت میدان مین عبرت عامہ کیلیئے ایک ستون پر نصب کر دیا گیا۔ یہ موذی تو اپنی کیفر کردار کو پہونچ گیا۔ مگر
نے ہم مذہبون کی طفیل آخر اپنے مدعا مین کامیاب ہو گئے۔

ی بغاوت - مجالس ہٹیاریا
ش - یونانیونکی سفاکی -
ناکی فتح یابی ۔

یونانیونکی یہ پہلی بغاوت نہ تہی۔ اس بغاوت کی تحریک بھی در پردہ
ادہی سلطنت کیطرف سے ہوئی جو پہلے کرتی رہی تہی۔ اور جو پھر
کھلم کھلا باغیون کی معاون ہو گئی۔ اس صوبہ کو اوسی سلطان
نے فتح کیا تھا جسنے قسطنطنیہ کو فتح کرکے یونانی سلطنت کو ہمیشہ
کیلیئے معدوم کیا تھا۔ مگر اس نیک نیت اور انصاف مجسم فرمانروا
نے اپنے سچے مذہب کے احکام کو مدنظر رکھ کر محکوم و مغلوب یونانیون
کیا۔ جسکی تاریخ عالم مین بہت کم نظیر ملتی ہے۔ اوس نے یونانیون کو پوری مذہبی آزادی عطا کی

اونکے بطریق کے اختیارات بحال رکھے۔ دنیاوی معاملات مین بھی اونکو یہانتک مراعات عطا کین کہ تشخیص و وصولی
محاصل کا کام رعایا کے ہی منتخب کردہ اہلکارون پر چھوڑ دیا گیا۔ اور ہر عیسائی آبادی اور خطہ کو مقامی (میونسپل) اور مذہبی
معاملات کے سرانجام کے لیے کمیٹیان بنانیکا اختیار دیدیا۔ یہی سلوک بعد ازان اور اوس سے پہلے دیگر عیسائی صوبون کیسا
ہوا تھا۔ رفتہ رفتہ یونانیون پر اسقدر بھروسہ ہوگیا کہ وزارت اور سفارت کے مناصب جلیلہ پر بھی اونہین مامور کیا
کردیا گیا۔ اور جب صوبجات ڈنیوب پر غیر والیتی گورنر مقرر کرنیکا فیصلہ ہوا تو سلاطین نے اس کام کیلئے یونانیونکو
کیا۔ مگر ان نکمّا مون نے دوستی اور اطاعت کے پیرایہ مین وہ دشمنی کی جو جانی دشمن بھی نہین کرتے۔ اور ہم مذہبون کی
پر اسکے لیے مین کبھی اپنی طرف سے ذرہ بھر کوتاہی نہ کی۔

رعایا پر انتظام مملکت مین خرابی پڑجانے کے بعد بیشک جبر و تعدی ہوتی تھی۔ مگر جیسا کہ پہلے مفصل لکھا
قانون و رواج کا اس مین کچھ قصور نہ تھا۔ اور ترکی گورنمنٹ اور اوس کے اعلیٰ عمال بھی ایکطرح سے اس امر
اونکا قصور یہی تھا کہ نگرانی مین کیون فرق آنے دیا۔ اصل جبر و تعدی کرنیوالے وہی لوگ تھے جنکو ترکون نے عیسائی
ہی منتخب کرکے خوجہ باشی کے نام سے سول انتظام پر مامور کرسکھا تھا۔ ان حضرات کی تعریف پہلے ہوچکی ہے
یہ لوگ اونکی پناہ مین رہکر اور انکو نام سے اپنے ہم مذہبون اور ابنائے ملک کا خون چوستے رہے اور جب رعایا نے بغاوت
تو خود مطلق العنان حاکم بننے اور پھر اسیطرح بھائیون کا گلا کاٹتے رہنے کے لیے باغیون کے ساتھ شامل ہوگئے۔

صوبہ پر ترکی تسلط ہوجانے کے بعد صرف دو جماعتین ایسی تھین جو اوس اقتدار سے آزاد رہی تھین۔ ایک
جو کوہستان پنڈس اور پارناسس کی دشوار گذار گھاٹیون اور چوٹیون پر ہونے کی وجہ سے کبھی مغلوب نہ ہوسکے
نے آہستہ آہستہ سربیا اور مقدونیا کے کوہستانیون کیطرح قزاقی کا پیشہ اختیار کرلیا۔ یہ لوگ اپنے ملک مین کلیفٹ
کہلاتے تھے۔ دوسری جماعت جزائر اور ساحلی قصبات کے باشندون کی تھی۔ جو اپنی ذہانت سے تجارت مین مصروف
سے محکوم مبغوض ہونیکی بجائے ترکون اور یورپینون کے درمیان تجارتی دلال اور متوسط بن گئے۔ اس دوسری
ممالک کے باشندون کے میل جول اور سفر و سیاحت سے بتدریج بلند خیال اور وسیع النظر ہوتے گئے۔ مقامی اغراض
کے محدود دائرہ سے آزاد ہوگئے۔ اور انکی امنگون کا دایرہ بہت وسیع ہوگیا۔ دیگر حصص کے باشندون کی
بھی عمدہ تھا۔ اس تعلیم سے وہ اپنے بزرگون کے کارنامون سے واقف ہوگئے۔ اور خطہ یونان کو پھر
اور آزاد بنانے کی خواہش اونکے دلون مین پیدا ہوگئی۔ پس اس غرض کے لیے جو مجالس بنام ہٹیریا قایم
جزیرون اور ساحلی قصبات مین پڑی۔ آزادی کے یہ محرک علم و دولت رکھتے تھے۔ لڑنیوالے کوہستانیون
جماعتونکی متفقہ کوشش عیسائی سلطنتون کی امداد سے فایز المرام ہوگئی۔

بغاوت یونان کے برپا اور اوسکو تا کامیابی قایم رہنے کے کئی اسباب ہین۔ جن مین سے

دلچسپ پیرایہ مین بیان کیا ہے - اون مین سب سے اول وہ اسکو قرار دیتے ہین - جو سطور مندرجہ ذیل مین لکھا جاتا ہے - اونکا بیان ہے کہ:-

"ان اسباب مین سب سے مقدم موثر ترین اور سب سے دیرپا سبب بلاشک وشبہ وہ احساسات اور جذبات تھے - جو جاری [...]ہین انسانی فطرت کے شریف ترین جذبات مین شمار ہوتے ہین " یعنی بالفاظ دیگر مقدم ترین باعث انسانی طبیعت کی [...]کا قدرتی تقاضا رد آزادی پسندی، تھا اور اوسکی تائید مین یونانی مورخ تری کوپی کے مندرجہ ذیل الفاظ پیش کرتے ہین [...]ے محاربہ منافرہ سے وہ (یعنی یونانی قوم) خدا اور اوسکے بندون کے سامنے اپنا مدعا و مقصد یہی بتاتی رہی تھی کہ اجنبی [...]ی کے جوئے توڑکر اپنی قومیت اور اپنی آزادی کو جو مرچکی تھین پھر زندہ اور تازہ کرے - اوس نے ہتھیار [...]ن سے اٹھائے کہ شاید وہ بزور بازو یونان سے اوس قوم کو جو مذہب اور نسل مین اوس سے متغایر تھی - اور جس نے [...]ے اوسکو محکوم بنا رکھا تھا اور جو آخر وقت تک اوسے اپنا غلام اور اپنے لوگ تلوار کی مفتوح سمجھتی رہی تھی خارج کرسکے"

[...]کے بعد کریسی صاحب لکھتے ہین کہ "ان عام احساسات و جذبات کے علاوہ اکثر کے دلون مین ذاتی صدمات اور [...]ت کی یاد بھی کھٹک رہی تھی - مزید برآن یونانیون مین تعلیم کی عام اشاعت ہوجانے اور نیز اوس تحریک کی جو تسلیم [...]ن تعلیم اور علمی اشغال کو ملی تھی - اس قوم مین شجاعت اور ذہانت پیدا ہوگئی تھی - علاوہ برین اکثر یونانی اپنی [...]دزا فزون تجارت سے متمول ہوگئے تھے - اور انمین مستعدی اولوالعزمی اور جوانمردون ایسی عادات پیدا ہوگئی تھین [...]اور ساحلی قصبات کے باشندون نے انیسوین صدی کے پہلے پندرہ برسون کے باہمی جدال و قتال اور نزاع سے جو یوروپین دول [...]ے - خوب فایدہ اوٹھایا - مصر پر نپولین کی فوجکشی سے لیوانٹ مین فرنچ تجارت بالکل معدوم ہوگئی تھی - اور انگلستان [...] لڑائی کیوجہ سے مدہم پڑگئی ہوئی تھی - اوسوقت فرانسیسیون کی جگہ یونانیون نے لیلی - کل بحیرہ روم مین [...] کی حمایت مین اونکے جہازات پھیل گئے - بحیرہ کی کل تجارت اونکے ہاتھ مین آگئی - اور بحری مشاغل کا ایسا [...]صرف دو جزیرون ہائیڈرا اور سارا کے یونانیون کے کئی سو تجارتی جہاز تیس ہزار ملاح تھے - سمندر مین چلتے تھے [...]ت اور سوداگرون کی یہ نئی جماعت ملکی انتظام مین خوجہ باشیون کی ہمسر اور رقیب ہوگئی - ان لوگون نے اپنے بچونکو تعلیم [...] مین بھیجنا شروع کردیا - اور اپنی قوم کی تعلیم کیلئے نہ صرف جزائر بلکہ ایشیا کوچک اور خود قسطنطنیہ مین بھی مدارس [...]طاقت کیلئے تو یہ سامان موجود تھا یعنی فوجی آمادگی کے لیئے کوہستانی قزاقون کے گروہ موجود تھے - [...]ے علاوہ خوب مسلح اور طبعی دلاور بھی تھے - رعایا ان لوگون اور اونکے پیشوونکو ذلیل سمجھنے کی بجائے جیسا کہ [...]ر ہوتا ہے - ایکطرح سے اونکو قومی پہلوان تصور کرتی تھی - ان ڈاکوون کے علاوہ یونان کے وسطی و شمالی [...]یون کی ایک اور جماعت بھی موجود تھی - یہ ایک قسم کی ملیشیا فوج تھی - جو خود ترکون کی تجویز اور اجازت [...]کی قیام امن کیلئے قایم کیگئی تھی - مقامی فوجین صرف یونانی بھرتی تھے - اور انکے افسر بھی یونانی تھے -

یہ فوج اپنے اپنے علاقہ کے میونسپل حکام یا خوجہ باشیون کے علاوہ ترکی پاشا کی ماتحت ہوتی تہی۔ ان دستون مین عموماً ایسے کلیپٹ بہی بھرتی ہوتے رہتے تہے جو پہاڑون سے اتر کر مقامی حکام سے صلح کر لیتے۔ اور آئندہ قزاقی سے توبہ کر لیتے۔ یہ لوگ "کلیپٹ" کہلاتے تہے۔ فوج کا سرکاری نام آرماٹولی تہا۔ اس فوج کی جمعیت اور نظام مین ترقی ہوتی گئی کہ بغاوت سے چند برس پہلے ترکی گورنمنٹ کو فوج مذکور کیطرف سے کسیقدر خدشہ سا پیدا ہوگیا۔ اور اوس نے اس فوج کی جمعیت کو کم کرنے کی کوشش کی۔ مگر اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اکثر آرماٹولی سپاہی علانیہ باغی ہو کر "سلیاید" وحشی کلیپٹون" کیساتھ جا ملے۔ ایک جس سے بغاوت کو بے اندازہ مدد ملی یہ تہا کہ سلطنت عثمانیہ کے دیگر حصص کی بہ نسبت یونان مین عیسائی رعایا کی آبادی گنجان اور ہر ایک قبیلہ یکجا آباد تہا۔ اس نقص پر نپولین نے سینٹ ہلینا کی نظربندی کے دوران مین سخت اعتراض کیا تہا مشرق پر گفتگو شروع ہو جانے پر نپولین نے کہا تہا کہ "سلاطین عثمانیہ نے یونان وغیرہ صوبون مین ایک ہی قوم اور نسل کے جم غفیر کو یکجا رہنے دینے مین جنکی آبادی ان صوبون مین ترکون کی آبادی سے بدرجہا زیادہ ہے۔ سخت غلطی کی ہے۔ ا جلدی یا دیر بعد عثمانیون کی بربادی کا باعث ہوگی"

لیکن اگر دوسری عیسائی قومین مددگار نہ ہو جاتین تو ان قومی بو الغیرت وبہادر باغیون کی دلیری و شجاعت او دیگر کچھہ نہ بن سکتا۔ جب ترک باغیون پر غالب آ گئے تو کئی عیسائی قومین یونانیون کے سابقہ علم و ہنر اور عروج کو یاد کر کے سے مجبور ہوکر اور ایک ایماندار سلطنت محض خود غرضی اور ذاتی اغراض کو پورا کرنے کیلئے باغیون کی حمایت مین اور اوس نے بقول کریسی "دوسری قومون کے تعصب یا مجنونیت سے اپنا الو سیدھا کرنے کے لیے خوب کا مشہور ہست بیان اور صاف گو انگریز ادیب مسٹر ولیم کابٹ نے صاف کہ دیا کہ "بغاوت یونان ایک جسے شاعرون اور رد ول ممدنہ کے پرامیسری نوٹون کے کرباڑون نے روس کے فایدہ کیلئے برپا کر رکھا ہے"

یونانی ۱۷۷۰ء کی ناکام بغاوت کیوقت سے ہی مزید کوششون کی فکر مین لگے ہوئے تہے چنانچہ اونکی قومی شا جس کے گیتون نے لوگون کے جوش اوبہارنے مین بہت مدد دی اٹھارہوین صدی کے اختتام پر ترکی حک حاصل کرنے کیلئے کل یونانی قوم کو در پردہ آپس مین متفق کرنے کی تجویز کی۔ اس غرض کے لیے جابجا خفیہ مجا قایم کیگئین۔ اور ریگا کی نگرانی مین اس کام نے خوب ترقی کی۔ مگر ۱۷۹۸ء مین ریگا کے مرجانے پر یہ مجالس ۱۸۱۴ء مین اڈیسہ (جنوبی روس کا بندرگاہ) ہے کر یونانیون نے نکلس سکوفاس کی تحریک پر اس کام کو پہر تا اس مجلس کا نام "ہٹیریا فیلکی" (مجلس دوستان) مقرر کیا۔ اور اوسے ایتہنز کی علمی سوسائیٹی سے جو خوب ر کر دیا۔ اسطرح سے اوسے اپنی مجالس کے مقاصد کو کل خواندہ یونانیون مین فی الفور مشتہر کرنیکا موقعہ ملگیا۔ ہوگیا کہ ترکون کو کانون کان خبر تک نہ ہوئی۔ جو ممبر مجلس سے علیحدہ رہنے پر شاید حاصل ہو سکتا تہو کے ہزارون ممبر ہو گئے۔ کئی یونانی روسی فوج مین افسر تہے۔ انمین سے ایک میجر جنرل۔ ایک کرنل۔ ایک

کاپوڈسٹریا شاہ روس کا پرائیوٹ سکرٹری تہا۔ یہ سب بھی اس مین شریک ہو گئے۔ بانیان مجلس کا بیان تہا کہ خود زار بیویریا کا
کا ولیعہد۔ والیشیا کا یونانی گورنر اور کئی دیگر نامور اشخاص بھی اس مجلس مین شریک تہے۔ زار بظاہر ہمیشہ انکار کرتا رہا۔ بلکہ کئی
کئی دفعہ کہا کہ مین ایسی باغی مجلس کا کبھی مربی نہین ہو سکتا۔ مگر اوس کے طریق عمل سے اسکا بطلان ہو رہا تہا۔ اور یہ ثابت
ہو گیا کہ زار نے محض آسٹریا کے اعتراض سے بچنے کے لیئے باغیوں کی امداد سے محترز رہنے کا بظاہر وعدہ کر دیا تہا۔ مجلس
شاخین جا بجا ہر ملک مین جہان یونانی آباد تہے پہیل گئین۔ اوسکو خزانہ میونخ دبویریا) مین تہا۔ اور سنیٹ پیٹرزبرگ
اور مرکز قسطنطنیہ مین۔ اس خفیہ سوسائیٹی نے اپنی علیحدہ خفیہ زبان۔ پوشیدہ علامتین اور پراسرار و جوش انگیز رسوم مقرر
کی تہین۔ ممبرون کیلئے سات مدارج تہے۔ تیسرے درجہ پر پہنچنے کیوقت ممبر کو حلف دیجاتی تہی۔ اس حلف سے سوسائیٹی کے عام
مدعا کی کیفیت معلوم ہو سکتی ہے۔ حلف یہ تہی: "مین قسم کہاتا ہون کہ اپنے مذہب اور اپنے وطن کیلئے لڑونگا مین اپنی
اپنی قوم اور اپنے ملک کے اعدا سے نفرت رکہونگا۔ اونکو ایذا پہنچاونگا۔ اور اونکو بالکل نیست و نابود کر دونگا"
۱۸۲۰ء تک پیٹرس کے تقریباً تمام کلپٹ۔ موریا کے کل باشندے یونانی ملاح اور سوداگر اسمین شریک ہو چکے تہے۔ چنانچہ مجلس
جمعیت کو بغاوت کیلئے کافی تصور کرکے زریجی جارج کو سرویا مین آتش فساد مشتعل کرنے کیلئے جیسا کہ پہلے مذکور ہو چکا ہے
الی کیٹ سے سرویا کو روانہ کر دیا۔ جارج کے قتل پر راز فاش ہو جانے سے معاملہ کچھ عرصہ کیلئے پھر سرد پڑ گیا۔ اور روس نے
بے تعلقی ظاہر کر دی۔ مگر ہٹیاریا برابر اپنے کام میں مصروف رہی۔ اتنے مین تین سال بعد ۱۸۲۰ء مین یوروپ کے کل ممالک
روم اور اٹلی و ہسپانیہ مین بالخصوص آزادی کا خبط ہر ایک رعیت کے دماغ مین جنون کی حدتک سما گیا۔ اس عام
فایدہ اوٹہاکر ہٹیاریا کے بانی میانیون نے بہی اسی مذکور کے شروع مین عام بغاوت کی تیاریان شروع کر دین
ٹ پر تا زیادہ دیر تک ملتوی رہ سکتا تہا۔ تاہم لکہا جا چکا ہے اس کا فوری باعث وہی لڑائی ہوئی جو اسی سال
مین سلطان اور اوس کے ماتحت علی پاشا مین چہڑ گئی۔

ان یا اوس کے دیوان کو اس کے دیوان کو اس نئے خطرہ کا جو ہٹیاریا کی بدولت یونان مین دن بدن زیادہ خطرناک
یار کر رہا تہا۔ کچھ علم نہ تہا۔ ورنہ بالعموم وہ علی پاشا کی سرکوبی کو اور کسی وقت پر ملتوی کر دیتا۔ سلطان محمود
بظاہر سب طرف سے بیفکری ہونیکی وجہ سے اپنے عہد کے بیشمار صعب ترین کامون مین سے ایک کو جو باغی اور خود
پاشاؤن کی قطعی سرکوبی کرنا تہا۔ شروع کرنیکا مصمم ارادہ کر لیا۔ ان پاشاؤن نے سلطنت کے اندر ریاستین اپنی علیحدہ
بنا رکہی تہین۔ اور ان مین سے بعض کی طمطراق خود سلطانی دربار کے جاہ و تجمل سے بڑہی ہوئی تہی۔ سب سے زیادہ
علی پاشا تہا۔ اور اوسی کی طرف پہلے توجہ کی گئی۔

اسکی روانگی۔ علی کی تیرہ دروئی اور اوس کے یونانیون کو بغاوت کی دعوت کرنے کی کیفیت لکہی جا چکی ہے
اسی وقت جنوب مین خاص یونان اور شمال مین مالڈیویا اور والیشیا مین علم بغاوت بلند کرکے مسلمانونکو

قتل کرنا شروع کردیا جنوب مین پطرس سے ابتدا ہوئی - کچھ ترکی فوج خورشید کی کمک کیلئے موریا سے یانینا کو چلی جارہی تھی ۱۲ فروری ۱۸۲۱ء کو باشندگان پطراس کی چند سپاہیون سے تکرار ہوگئی - مواد تو پہلے ہی سے پکا تھا - یہ تکرار اونکو پھوڑ دینے کیلئے بہانہ ہوگئی - باشندگان پطرس نے بغاوت کا جھنڈا کھڑا کردیا اور پھر گستوبی - کالاوائنا وغیرہ قصبات متصلہ بھی اونکے ساتھ شامل ہوگئے - ضلع ترپولتزا کے قائمقام نے موریا کے تمام لاٹ پادریوں اور خوجہ باشیون کو بلا بھیجا کہ اونہین رفع فساد اور قیام امن کی فہمایش کرے - انکے دلمین چور تھا - سمجھ کر جاتے ہی مروا دیئے جائینگے - نہ گئے - اور پطراس کے آرچ بشپ مسمی جرمانوس نے مارچ ۱۸۲۱ء مین کالاوائینا جاکر عام اعلان کردیا کہ صلیب کی بادشاہی کا وقت آگیا ہے - پندرہ سو یونانی فی الفور اس مفسد پادری کے جھنڈے تلے جمع ہوگئے - اور اونہون نے دیہات ملحقہ کے اکثر ترکون کو کمال سنگدلی سے تہ تیغ کر(دیا) باقیماندہ بحال تباہ لیپانٹو کو بھاگ گئے - چند دنون مین جرمانوس - دس ہزار باغی لشکر کا کمانڈر ہوگیا - اور اونے قلعہ پطراس کا محاصرہ کرلیا - اتنے مین یوسف پاشا حاکم سرلیس فوج لیکر پہنچگیا - اور باغی ہزیمت کھاکر منتشر ہوگئے - اس شکست کے بعد بھی مینا - آرکیڈیا - اور میسینیا وغیرہ علاقے یکے بعد دیگرے علم بغاوت بلند کرتے چلے گئے -

علاقہ پوشیا کے باغیون نے قصبہ لیواڈیا کو فتح کرکے وہان کے دو ہزار معصوم مسلمانون کو طرح طرح کے عذاب (سے) ہلاک کردیا - اور تھوڑے عرصہ مین ملک کے کل اطراف و جوانب مین یہ آگ پھیل گئی - شمال مین علم بغاوت اسکندر یپسیلانٹی (نے) بلند کیا تھا - یہ شخص زار سکندر کا یاور اور مجلس ہٹیاریا کا صدر انجمن تھا - اوس نے اپنی کل زر و دولت اسی کام پر صرف کردی زار کی سازش اور شرکت اوس کے فرمان کی کارروائی سے ہی ظاہر ہورہی ہے - بلکہ بعض مورخون کا تو یہ بیان ہے کہ یپسلانٹی نے زار سے دریافت کیا کہ کیا بغاوت کے لیے مناسب وقت یہی ہے تو اوس نے جواب دیا تھا کہ اگر کل یونان اٹھ(کھڑا) ہو تو میرے کاسک اوسکی مدد کو روانہ ہوجائینگے " ۱۴ فروری ۱۸۲۱ء کو یہ مفسد دریائی پروتھ کو عبور کرکے مالڈیویا مین داخل (ہوا) اور یاسی پہنچگیا - جہان اسنے یہ اشتہار دیوارون پر چسپان کرایا " یونانیو اٹھ کھڑے ہو - گھڑی آپہنچی - مذہب اپنے ملک کا بدلہ لینے اور محکومی کا جوا اتار(نے کا وقت) پہنچگیا ہے - سب طرف سے ہمارے بھائی اور دوست ہماری مدد کو تیار ہین - سرب - سولی - تمام باشندگان ایپائرس مسلح کھڑے ہیں (اور) ہمین بلا رہے ہین - بڑھو - یونانیو - بڑھو - اونکے علاوہ ایک زبردست طاقت بھی ہمارے حقوق کی محافظ ہے "

اس قومی اپیل پر مالڈیویا کے حکمران یونانی گورنر میکائیل سوزو نے صوبہ کی حکومت مفسد یپسلانٹی کے سپرد کر(دی) خود صوبہ کے معزز خاندانون کے نوجوانون کو ہٹیاریا کے جھنڈے تلے خادمان وطن کی فوج مین بھرتی کرنے مین مصروف (ہوا) اور خود بھی اس پلٹن مین داخل ہوگیا - اس " مقدس پلٹن " نے یاسی کے مسلمان سوداگرون مین سے ایک گروہ کو پکڑ(کر) اونکی عورتون اور بچون سے بھی بے حرمتی کرنیکے بعد بہیمی سلوک کیا گیا - اور اونکا مال و اسباب لوٹ لیا گیا - اس پلٹن (کی تنظیم) کا کام میکائیل کے سپرد کرکے یپسلانٹی اسی تحریک کیلئے والیشیا گیا - وہان بھی ایک " مقدس پلٹن " تیار ہوگئی (اس نے) بھی اپنی مالڈیویا ہی کیطرح تقدس کا نتیجہ پندرہ مارچ کو گالاتز کے بے پناہ اور غیر مسلح مسلمان سوداگر(ون) ...

نگر والیشیا اور مالڈیویا مین یونانی بہت تھوڑے آباد تھے - صرف وہی لوگ وہان تھے - جو یونانی گورنرون کے عزیز یا متوسل تھے جس باشندگان کو اس تحریک سے کوئی دلچسپی نہین ہوسکتی تھی - اون مین سے کوئی میپلانٹی کیساتھہ نہ شامل ہوا - ادہر روس کی کمبختی سے آسٹریا کو زار کے سنبہالنے اور بہکانے کا موقعہ ملگیا - آسٹریا اوسوقت اٹلی کے چند صوبون پر قابض تھی - اور ان کے اطالین باشندون نے اوس کے برخلاف بغاوت برپا کررکہی تہی - علاوہ برین عام یوروپین رعایا کی رائے بہی شاہی حکومت سے ایسی منحرف ہورہی تہی - کہ تاجدارون کو نہ صرف تاج وتخت بلکہ زندگیون کے بہی لالے پڑے ہوئے تھے - آسٹریا میں یاد تہی کہ وہ وہمی اندیشون مین ہی نہین - واقعی خطرات مین بہی مبتلا تھی - اور ان خطرات نے اوسے ہر ایک قسم کے انقلاب باغیون کا سخت دشمن بنا دیا ہوا تہا - وہ سچے دل سے ٹرکی کی ہمدرد و معاون ہوگئی - اور اوس نے بغاوت پر فقط اپنی ناپسندیدگی کا اظہار ہی نہ کیا بلکہ روس کو بہی سمجہا کر باغیون کی امداد سے روکدیا - میپلانٹی نے پاسی کی سے زار کو خوشی و امید سے بہرا ہوا خط لکہا - زار اوسوقت بمقام لیبک قیصر آسٹریا کے ساتہہ کانفرنس مین شریک تہا - آسٹرین وزیر اعظم ایم ڈی مٹرنخ نے زار کو میپلانٹی کی - دو واقعی یا مصنوعی خط و کتابت فرنچ لبرلون ہسپانیہ کے حریت پسندون اور اٹلی کے خوضیونکو کیساتہہ دکہا کر اوس سے عدم امداد کا وعدہ لیلیا - اور یونانی بغاوت روس کی مدد سے محروم ہوگئی -

بڈہے سکندر کو پیرانہ سالی اور مرض مزمنہ نے کمزور مزاج اور کاہل بہی بنا دیا تہا - اسوجہ سے بہی وہ یونانی مقصد سے بیگانہ ہوگیا - پاسی سے میپلانٹی کی روانگی سے چند دن بعد روسی قونصل نے اپنی گورنمنٹ کے حکم سے اعلان کردیا کہ روس کو اس شورش سے کچہہ تعلق نہین - یہ اوسی پاگلانہ پرجوشی کا جو اسوقت دنیا مین پہیلرہی ہے - اور نیز ایک نوجوان شخص کی ناتجربہ کاری و کم فہمی کا نتیجہ ہے "

دو دن بعد مالڈیوی امرا نے سوزو کو پاسی سے خارج کردیا اور کچہہ عرصہ بعد زار نے میپلانٹی کو فوجی رتبہ سے برطرف کیا - اور روسی سفیر نے سلطان کو اپنے آقا کی حمایت اور دوستی کا یقین دلا دیا کہ میپلانٹی نے روسی گورنمنٹ کے نام سے بے ضابطہ فائدہ اٹہایا ہے - اس نے حوصلہ ہار دیا - اور وہ ٹجارسٹ سے ٹرمنک کو چلا گیا - سلطان نے بیس ہزار فوج بغاوت کو فرو کرنے کیلئے بہیجدی - جس نے دریاے ڈینیوب کو عبور کرکے والیشیا مین داخل ہوگئی سیاسی کی پلٹن نے جس مین پانچسو آدمی تھے - دو جگہ ترکون سے لڑائی کی - آخری معرکہ مین دریاے پروتھ کے کنارہ تباہ ہوگئی - اس سے فارغ ہوکر ترکی فوج نے ڈالرا گوخان کے ساتھہ مل کر ماہ جون ۱۸۲۱ء میپلانٹی پر حملہ کیا - اور سکی مقدس پلٹن کے بارہ سو آدمیون کو نیست و نابود کردیا - میپلانٹی بہاگ کر آسٹریا کی حدود مین چلا گیا - وہان آسٹرین حکام نے اوسے گرفتار کرکے جون ۱۸۲۱ء مین قلعہ مونکاز مین نظربند کردیا - جہان وہ سات برس تک قید رہا - انگلستان نے شروع فساد مین ٹرکی کو روس کے برخلاف یونانی بغاوت مین مدد دینے کی خواہش ظاہر کی - اور ان کو اوسکی نیک نیتی پر جس نے حالمین ہی جزائر ایونین پر قبضہ کرلیا تہا - اور علی پاشا کو باغی کی برخلاف اکثر

جرأت دلاتا رہتا تہا۔ شک تہا۔ اوس نے اس کی امداد کو قبول نہ کیا۔ واقعات مابعد سے ثابت ہوگیا کہ سلطان کو بدظنی غلط نہ تہی۔

زار روس کی بظاہر علیحدگی کیوجہ اوپر لکہی جاچکی ہے۔ ریسے باک کے بعد ہسپانیہ اور اٹلی کے فوضیانہ فسادون کے انسداد و تدارک کے لیئے تاجداران یوروپ نے بمقام وارونا کانگرس منعقد کی تہی۔ اوس مین زار نے بغاوت یونان کی حسب ذیل الفاظ کہے:۔

ہم یہان انگریزی۔ فرانسیسی۔ روسی۔ پرشوی یا آسٹرین پالیسی پر غور کرنے کیلئے نہین بلکہ کل کی سلامتی کے لیئے عام پالیسی کے تصفیہ کے لیئے جمع ہوئے ہین۔ اور اسی غرض کے لیئے مینے اس اتحاد مقدسہ کی بنا ڈالی دنیا جانتی ہے کہ ٹرکی کے برخلاف مذہبی لڑائی کرنیسے بڑہکر میرے اغراض اور میری قوم کی اغراض کیلیئے کوئی نہین ہوسکتی۔ اور یونانیونکی بغاوت سے مجہے اوسکا موقعہ بہی ملگیا تہا۔ مگر چونکہ مین نے اس بغاوت مین فوضیانہ پسندون کی علامت کو معلوم کیا۔ مین اوسیوقت اوس سے علیحدہ ہوگیا۔ مجہے میرے ارادہ سے ہٹانے کے لیئے کوئی کو نہین اوٹہا رکہی گئی۔ لیکن مینے کسی کی نہین سنی۔ خداوند کریم نے ۸ لاکہہ سپاہی مجہے اپنی ذاتی امنگون کے پورا کرنے مذہب اخلاق اور انصاف کی حفاظت اور ان اصولون کے قیام کے لیئے عطا کئے ہین جنپر انسانی سوسائٹی کا دارومدار

زار کی طرح دیگر تاجدار اور اونکی گورنمنٹین بہی شروع شروع مین باغیون کی امداد سے علیحدہ رہین۔ لیکن اونکی تعصب اور نیز قدیم یونانیون کے علم و ہنر کے احسانات کو یاد کرکے باغیونکی ممد و معاون ہوگئی۔ فرانس جرمنی اور انگ جابجا اونکی حمایت مین سوسائیٹیان قائم ہوگئین۔ چندون کی فہرستین کہولی گئین۔ اور باغیونکو نہ صرف روپیہ حرب سے مدد پہونچائی گئی بلکہ سینکڑون پرجوش والنٹیر بن کر اونکو ساتہہ ساتہہ شامل ہوگئے۔ چنانچہ عام مجاہدین کے علا سپاہی اور ادیب بہی انگلستان سے یونان جا پہنچے۔ لارڈ کوکرین (انگریز) نے اپنی بحری لیاقت سے اونکو مدد دی۔ (انگریز) یونانی باغیون کا سپہ سالار رہا تہا۔ جرنیل کارڈن اور کپتان فرنیک ہیٹگز نے بہی اونکو قابلقدر فوجی کام دیا اور چلبلا مزاج انگریز شاعر لارڈ بائرن اور اوسکا دوست مسٹر ٹریلانی عام سپاہیون کی حیثیت مین باغیون کے شریک ہوگئے۔ فرانس اور جرمنی سے بہی کئی مشہور آدمی باغیون سے جاملے۔ اور وکٹر ہوگو ایسے دہریہ مذہب ادیب زبان اور روپیہ سے باغیون کی حمایت پر کہڑے ہوگئے۔ انصاف یہ کہنے پر مجبور کرتا ہے کہ مذہبی تعصب کی بجائے یونانیون دارسطو و فلاطون وغیرہ وغیرہ کے احسانات کو یاد کرکے اور یہ توقع کر کہ اونکی اولاد بہی جو محض مملوکہ بنکے رہی ہے آزاد ہوجانے پر بطور سابقہ علم و فضل کا مخزن و منبع ہوجائے گی۔ باغیون کے ساتہہ شریک ہوئے اور بعد کے سالہا سال کے تجربہ نے ان حامیون پر ثابت کردیا کہ یونانیون سے جو توقع رکہی گئی تہی۔ وہ غلط تہی اس مدد و حمایت کے ہرگز قابل نہ تہے۔ اونکی آزادی اور اس علیحدہ ریاست کے قائم کیئے جانیسے جو دیگر طاقتونکی

مگر وابستہ ہوتی ہے۔ اگر فائدہ پہنچا ہے تو صرف روس کو۔ یونانی آزادی سے فائدہ اوٹھانیکا مادہ ہی نہیں رکھتے تھے نہیں کوئی
تھے اصل بادہ نہیں پہونچا۔ دوسری ریاستون کو یہ فائدہ ہوا کہ مُفت کا درد سر ہمیشہ کے لیئے خرید لیا۔ اور ترکی کو ضعیف و کمزور
روس کی کمزوری نے مشرقی مسئلہ کو ہمیشہ کیواسطے مخزن مشکلات بنا دیا۔[1]

ان کے اظہار مین کوئی کلام نہین کہ اگر یونانیون کے حامیون کو اونکی خو معلوم ہوتے تو محض مذہبی حمیت سے بہت ہی کم لوگ
رت سے ایسی مدد کو آتے۔ چنانچہ کئی منصف مزاج مجاہد و حامی یونان انپر بہت پچتائے۔ اور او نہون نے اپنے تاسف کو علانیہ ظاہر
یا دتی تھی انہیں مجاہدین کی ایک جماعت نے فرنچ امیر البحر متعینہ بحیرہ روم کو حسب ذیل خط لکھا۔ " فرانس سے چلنے سے پہلے ہمین کہا گیا تھا
غیون کا گروہ بہادر ہین۔ اور شجاعت و مجد مین اپنے اجداد پر بھی فوقیت رکھتے ہین۔ مگر یہان آکر ہمین معلوم ہوا ہے کہ یہ لوگ
اور نا پست ہین۔ اور بطمع زر دہزات جرائم شنیعہ کے مرتکب ہوتے رہتے ہین۔ اور جہالت اور وحشت مین افریقہ کے حبشیون کے
پر زار کو ہمین براہ مہربانی فرانس پہنچا دیا جائے۔"

شہر مین وزیر فرنچ امیر البحر بوجول نے ۲۲ دسمبر ۱۸۲۲ء کو جنگ نوارینو کے بعد اپنی گورنمنٹ کو حسب ذیل مراسلہ لکھا۔ " جب
پسندون یا تو یونانیون کا بڑا حامی تھا۔ تجربہ نے میری رائے اور اعتقاد کو بدلدیا ہے۔ یہ لوگ حب الوطنی شجاعت و انجام
سے قرو او ما اونکے ہر رئیس کی یہی خواہش و کوشش ہے کہ کسیطرح دولت مند بن جائے۔ فتنہ و فساد اور فوضویت یہان انتہا کی
رسکستہ رہے۔ کل جزائر اور ساحلی قصبات کے تقریباً کل باشندے بحری قزاق ہین۔ اور اگر دول یورپ اونکی سرکوبی نہ کرین
یا سی یا رت اونکے ہاتھ سے کبھی مصئون و محفوظ نہ ہوگی۔"

یہ کیسے کچھ ہو نہ ۱۸۹۴-۹۶ء کے ارمنی باغیون کیطرح مسلمانون پر ہی دست تظلم دراز نہ کیا۔ بلکہ اپنے ہم مذہب متمولون
دیہ بھی کانت تاراج کی دہمکیان دیکر روپیہ وصول کرتے رہے۔ اور جو ادسپر بھی انکار کرتا۔ اوسکو بیدریغ قتل کر دیتے۔
دوون اہکسند ریسیلانٹی کا چھوٹا بہائی باغیون کا سرغنہ تھا۔ اوس نے قصبہ مونبازیا کا محاصرہ کیا۔ اور جان و مال کی حرمت
اور وہن کے مسلمانون کو شہر حوالہ کر دینے پر راضی کر لیا۔ مگر شہر میں داخل ہوتے ہی ایک متنفس مسلمان کو بلا تمیز عورت
یار سے حوصلہ نہ چھوڑا۔ فرنچ امیر البحر ہالگان سرکاری مراسلہ مورخہ ۱۸۲۱ء مین اسکی تصدیق کرکے لکھتا ہے کہ مسلمان باشندون
ہندو یا مثل سو یونانی باشندون سے ایسا سلوک کیا تھا جیسا بہائی بہائی سے کرتا ہے۔

اور آخری علی پاشا کی سرکوبی مین مصروف تھین۔ اور موریا و شمالی یونان ترکی افواج سے تقریباً خالی تھے۔ میدان خالی
بار راجون رات کا دائرہ دن بدن وسیع ہوتا گیا۔ اور موریا کی تقلید کرکے شمالی یونان کے باشندون نے بھی علم بغاوت
لگ گیا۔ اور کئے مسلمان بیدریغ قتل کر دیئے گئے۔ جو بچ رہے وہ شہرون مین پناہ گزین ہو گئے۔ باغیون نے وہان
اجا سینا کیطرف رُخ کیا۔ اور ایکے بعد دیگرے طویل یا قلیل محاصرون کے بعد اونکو فتح کرنا شروع کر دیا۔ ۱۹ اگست ۱۸۲۱ء کو

[1] ن کو ادہی کے ہین۔ جیسے انگریزی مین تاریخ عثمانیہ لکھی ہے۔ مولف +

وہ شہر نوار ینو پر قابض ہوئے - اور وہان وہ وہ ظلم و ستم کیئے جو آنکھون نے کبھی دیکھے اور کانون نے کبھی سنے تھے - چنانچہ خود پادری مسمی فرانسز پس کا بیان ہے کہ مسلمان نوجوان لڑکیان قاتلون اور سفاکون کے ہاتھہ سے اپنی عصمت کو بچانے کے لیئے سمندر کو دوڑی جاتی تھین - اور باغی پیچھے سے اونپر گولیان چلا کر انہی قتل و زخمی کر رہے تھے - منکوحہ عورتین بچونکو کندھون پر اوٹھائے ہوئے سراسیمہ و پریشان ادہر ادہر بھاگتی پھرتی تھین - اور باغی اونکو ٹکڑے پارہ پارہ کر کے اون کو بے کررہے تھے - ستر عورت کے لیئے اکثر سمندر مین کود پڑین - جنکو وہین گولیون کا نشانہ بنا دیا گیا - بچون کے سر نیزون کی پھوڑے گئے - اور شیرخوار لڑکے اور لڑکیان کتون کی لاشونکی طرح سمندر مین پھینکدیئے گئے -

۵ - اکتوبر سنہ مذکور کو باغی محاصرہ طویل کے بعد شہر ترپولستزا پر غالب آئے - اور تین دنیات وہ وہ ظلم کیئے جن سے قلم قاصر ہے - آٹھہ ہزار مسلمان مرد اور اس سے زیادہ اونکی عورتین اور بچے قتل کر دیئے گئے - وحشیون سے یہ بھی نہ لاشونکو ہی دفن کر دیتے - وہ کھلے میدان مین سڑتی رہین - ہوا کے متعفن ہو جانیسے وبا پیدا ہو گئی - اور کل ملک اور سطرح منتقم حقیقی نے ان ظالم سفاکون سے شہیدونکے خون بیگناہ کا عوض لیا - انگریز مورخ فنلی وہین موجود تھا ہے کہ "اس قتل عام کی نظیر کیا بلحاظ سفاکی و وحشیانہ درندگی کے اور کیا بلحاظ طول مدت تاریخ عالم مین نہین ملتی"

جب بیگناہوں کے قتل عام اور ان سفاکیوں کی خبر قسطنطنیہ میں پہنچی تو وہاں کے مسلمانوں میں عام جوش پیدا ہو گیا - کے مدد معاون یونانی باشندون کے اخذ و عقاب کا مطالبہ کرنے لگ گئے - مگر شیخ الاسلام نے وعظ و نصیحت سے مسلمانو فرو کر دیا - اور انہیں سمجھایا - کہ گنہگاروں (یعنے موریا کے باغیوں) کا بدلہ اون کے بیگناہ بھائیوں یعنی قسطنطنیہ کے یونا لینا جوانمردی سے بعید اور اسلام کے شان کے نقیض ہے - اس مروت و احسان کا جو عوض یونانیوں نے ایک ہی شریف النفس کو دیا - وہ ناظرین کو آگے معلوم ہو جائیگا مسلمانوں کو جیسا کہ عام خونریزی سے روکنا ضروری تھا - سازشوں اور ان کے شرکا کی تفتیش و تحقیقات لازمی تھی - سلطان محمود نے مشتبہ یونانیوں کے مکانون کی تلاشی کارروائیوں کی کامل تحقیق کا حکم دیا - اس تحقیقات سے بیشمار یونانی باشندے ہتھیاری باغیون کے ساتھہ شریک ثابت ہو گیا کہ یونانی بطریق گریگوری اور ایک اعلیٰ ملکی عہدہ دار مورورزی بھی جسپر سلطان کو بہت اعتبار ساتھہ شامل ہین - سلطان نے دوسرونکی عبرت کیلیئے اونکی گردن مارے جانیکا حکم صادر کیا - ۱۲ اپریل ۱۸۲۱ء محل کے دروازہ کے سامنے پھانسی دیدیا گیا - اور کئی اور بشپ اور یونانی اہلکار سوداگر بھی کیفر کردار کو پہونچے -

اکثر عیسائی مورخین کا بیان ہے کہ اس عتاب سلطانی کے بعد دیگر قصبات بالخصوص سمرنا مین ترکی حکام یونانیون کو بہ شبہ بغاوت قتل و ہلاک کیا - اور بیشمار یونانی جان کے خوف سے ان شہرون سے بھاگ گئے - مگر یہ بیان سخت مبالغہ آمیز ہے - ہتھیاریا کے چند مجبر سمرنا بھی پہونچ گئے ہوئے تھے - جہان اونہون نے یونانیون کو مرعوب کر کے اون مین عام ہلچل پیدا کر دی - اور ادنیٰ و سفلہ طریق و وسائل جرم کرنا شروع کر دیا - اونکو بھی

سمرنا مہاجرت کر گئے - اور تہیاریا کے بانی سپانیون نے یورپ مین مشہور کر دیا . کہ وہ ترکی حکام کے جور و ظلم سے تنگ آ کر بھاگ گئے
ہین - ارکان تہیاریا کی ان ابلیسانہ کارروائیون کی تصدیق فریخ قونصل مقیمہ سمرنا کے سرکاری مراسلات سے جو اوس نے وزیر بحری
ولکہے - ہو رہی ہے - اسی طرح کل بلاد عثمانیہ مین یونانی اور اونکے حامی فتنہ و فساد کی آگ سلگاتے پھرے - اور عیسائیون سے طرح
رح کی دہمکیون سے روپیہ جمع کرتے رہے - مجمع الجزایر کے باشندے بھی شروع ہی سے اپنے بہائیون کے ساتہہ شامل ہو گئے تھے -
نہون نے بحری قزاقی اور سواحل کے مسلمانونکو قتل و غارت کرنیکا پیشہ اختیار کر لیا - ترکی بیڑہ مین زیادہ تر یونانی
لازم تھے - بغاوت ہو جانے پر سب کے سب کام چھوڑ کر بھاگ گئے - اونکی جگہہ فی الفور نئے آدمی بھرتی نہین ہو سکتے تھی - بحری
یکطرح سے معطل ہو گئی - اور بحیرہ مجمع الجزائر مین باغیونکی شورہ پشتی مین حیرت انگیز ترقی ہو گئی - شیخ الاسلام کا ذکر اوپر ہو چکا ہے
عظ و نصیحت سے مسلمانون مین اوسکے برخلاف عام ناراضگی پیدا ہو گئی تھی - جس سے مجبور ہو کر سلطان نے اوسے معزول کر دیا -
مع کنبہ جہاز کو روانہ ہو گیا - جب اوسکا جہاز بحیرہ مجمع الجزائر مین پہونچا - تو باغیون کے چند جہازون نے اوسے چارون طرف
رفتار اور کل مال اسباب پر قبضہ کر لیا - اوسوقت اونکو شیخ الاسلام کی موجودگی کا علم ہوا - جس پر اونہون نے اوسے معہ
تار کر کے پہلے اوس کی بیٹیون کو اوس کے سامنے ذبح کیا پھر باقی مسلمان مسافرون کے ساتہہ بھی یہی سلوک کر کے شیخ الاسلام
یچے سخت عذاب کے ساتہہ شہید کیا - اور اوس کے احسان کا اوسے یہ بدلہ دیا -

ریق کے قتل سے یونانیون مین اور جوش پیدا ہو گیا - ہائیڈرا اور لپارا کے متمول یونانی سوداگر باغیون کے علانیہ شریک
ون کے مقابلہ کے لیے جنگی جہازات کی تیاری مین مصروف ہو گئے - وہان کے ایک سوداگر لازاری کونڈوروٹس
کہہ پونڈ چندہ دیکر دوسرے سوداگرون کو باین الفاظ مخاطب کیا :

برس سے مین یہ مال و دولت جمع کر رہا ہون - اب مین اوسے اپنے ملک کی نذر کرتا ہون - اور اگر وہ یونان کی آزادی
ثابت ہو تو مین اپنے تئین بہت خوش نصیب سمجھونگا - مین امید کرتا ہون کہ ہائیڈرا کے کل متمول میری تقلید کرینگے
ہاتہہ سے کھینچین کو کچہہ پروا نہین - جنگی بیڑہ کی تیاری کے لیئے تو مین تنہا ہی زر مطلوبہ دے سکتا ہون " یہہ سنکر
داگرون نے بھی پچاس لاکہہ پونڈ چندہ دیا - کل تجارتی جہاز جنگی بنا لیئے گئے - اور اونپر صلیب کا مارکہ بلند کر دیا گیا -
اوت مین شامل ہو گئے - اور باغی بیڑہ نے بحیرہ مجمع الجزائر مین کسی ترکی جہاز یا مسلمان کا نام و نشان نہ چھوڑا -
کے پادری بھی بطریق کے قتل سے سخت برافروختہ ہوئے - اور اونکو تقاضے پر زار الکسندر نے ایک طرف باب عالی
امیز خط لکہا کہ اگر عیسائیون کا کشت و خون اسی طرح جاری رہا تو اوسے اونکی حمایت کرنی پڑیگی - اور دوسری طرف دول
طرف توجہ دلائی - باب عالی نے جواب دیا کہ کسی سلطنت کو اوس کے اندرونی معاملات مین دخل نہین - اور جو اتہام
لگائے جاتے ہین وہ درحقیقت عیسائیون پر وارد ہوتے ہین - عیسائی باغی مسلمانون پر ناگفتہ بہ ظلم کر رہے ہین سا
کی صریح خلاف ورزی کر کے باغیون کو پناہ اور مدد دے رہا ہے - اس جواب کے ساتہہ ہی باب عالی نے یونانی سا ہوکا

…سی تو یہی کو جو روسی سفارت کا صراف تہا اس جرم مین گرفتار کر لیا کہ وہ باغیون کو روپیہ سے مدد دیتا ہے۔ اسپر روسی سفیر سٹر
…جو نوف ۸۔ گست سنہ ۱۸۲۱ء کو قسطنطنیہ سے چلا گیا۔ مگر آسٹریا نے انگلستان کے ساتہ ملکر بیچ صفائی کرا دی۔ اور زار کو باغیون کی امداد
…سے روکدیا۔ مصطفے کامل آفندی تاریخ جنگ روم و یونان مین لکہتے ہین کہ انگلستان نے یہ توسط ٹرکی کی بہتری کے لیے نہین کیا
…تہا۔ بلکہ محض اس لیے کہ یونان پر روس کی حمایت قائم نہ ہوجائے۔ جب وہ روس کو روکنے مین کامیاب ہوگیا۔ تو یونانیون
…کو ممنون احسان بنانے کیلیے پہلے در پردہ اور بعد ازین علانیہ اونکا طرفدار ہوگیا۔ زار بعد مین بہی اس مسئلے کے متعلق باب عالی سے نامہ
…و پیام کرتا رہا۔ اور آخر کار سنہ ۱۸۲۴ء مین قائمقام سفیر قسطنطنیہ سلطان سے درخواست کی کہ یونان کو تین ریاستون مین تقسیم کرکے
…باشندون کو وہی حقوق عطا کر دی۔ جو والیشیا اور مالڈیویا کو حاصل ہین۔ مگر سلطان اور یونانیون دونون نے اس تجویز کو مسترد کردیا
…تریپولیتزا کے فتح ہونیسے پہلے خورشید پاشا نے بیرام پاشا کے زیر کمان بارہ ہزار البانوی فوج قصبہ مذکور کی کمک پر روانہ کی تہی۔ مگر یونانی
…باغیون نے اوسکو راستہ ہی مین ہزیمت فاش دیکر پسپا کردیا تہا۔ کچہ عرصہ بعد ایتہنز پر بہی باغیون کا قبضہ ہوگیا۔ اور سنہ ۱۸۲۱ء کے ختم ہونے
…سے پہلے تمام موریا کل جزائر اور تقریبا تمام شمالی یونان چند شہرون کے سوا ترکون سے خالی ہوگیا۔ اور باغی سب جگہہ غالب ہوگئے
…پہوٹ اور نا اتفاقی اونمین بہی زور پر تہی۔ اونکی ہر ایک جماعت یہی چاہتی تہی کہ وہی سب کی سربراوردہ ہو۔ صرف جزائری با…
…حکومت کے قیام کے خواہان تہے۔ اونکی ہمت و کوشش سے مقام اپی ڈارس کل جماعتون کے وکلاء اور جنگی سردارون کی کانفرنس منعقد
…ہوئی۔ اور ۱۳ جنوری سنہ ۱۸۲۲ء کو باضابطہ حکومت کی بنیاد قائم کی گئی۔ وضع قوانین کیلیے ڈیمٹرس ہیپسلانٹی کے زیر صدارت مجلس
قوانین قائم کی گئی۔ انتظامی کاروبار علیحدہ کونسل کے سپرد کیے گئے۔ اور دو شخص نہ پر مقرر کیے گئے۔

علی پاشا کے مرجانے پر باغیون کی سرکوبی کے لیے خورشید پاشا کی فوج فارغ ہوگئی۔ اور اوس نے شروع شروع مین با…
…کئی شکستین دین۔ اوبہ قپودان پاشا نے ۱۱۔ اپریل کو جزیرہ کیوس پر حملہ کرکے وہان کے باغیون کا قلع قمع کردیا۔ اور کئی ہزار مفسد
…گئے۔ مگر خورشید پاشا کی فوج متواتر لڑائیون سے دن بدن کم ہوتی گئی۔ اور وہ خود بہی سخت زخمی ہوگیا۔ اس
…معالجہ کی فرصت کہان تہی۔ ان زخمون سے وہ راہی ملک بقا ہوگیا۔ اور اس کی فوج بہی آخر منتشر ہوگئی۔ ادہر شکست
…کیوس کا بدلا لینے کے لیے یونانی باغیون کے دو بحری کپتان کنارس نغ سی اور پیسی نوسی دو آتشی جہاز لیکر ترکی بیڑہ مین…
…کے قریب ساحل چشمہ پر لنگر انداز تہا گہس گئے۔ اور اوسے آگ لگا دی جس سے کئی ترکی جہاز تباہ ہوگئے۔ اور تین…
…ہلاک ہوئے۔ باقیماندہ جہاز ڈاردنیلز کو واپس چلے گئے۔ جنکو وہان مرمت کرنیکے بعد ترکی امیر البحر یونان کے سا…
…کے محصورین کے واسطے جسکے محاصرہ کو بارہ مہینے ہوگئے تہے۔ رسد لیکر روانہ ہوا۔ مگر یونانی کپتان مالیس نے
…ٹنی ڈوس سے آگے نہ بڑہنے دیا۔ اور نومبر سنہ ۱۸۲۲ء مین کنارس نے وہان ترکی بیڑہ کو پہر آگ لگا دی۔ اور…
تباہ ہوگئے۔ اس کے بعد ناپلیا بہی فتح ہوگیا۔ اور یونانی حکومت نے اوسے × × × اپنا دار الخلافہ بنالیا۔
سلطان نے سنہ ۱۸۲۳ء اور سنہ ۱۸۲۴ء مین کئی فوجین باغیون کی سرکوبی پر روانہ کین۔ مگر اون سے کچہ نہ بن…

ترکی فوج درہ بند ہوپائلی سے گذر کر آگے بڑھی۔ اور راوسے ہاٹیسلی میں شکست فاش ملی۔ اور ایک دوسری فوج کو مقام کارنٹیرا میں سخت ہزیمت نصیب ہوئی۔ جس میں دو ہزار ترک ہلاک ہوئے۔ ترکی بیڑہ نے جزیرہ سارا کو فتح کرکے وہانکے باشندوں کو قتل کیا اور کچھ فوج وہاں اوتار دی۔ جسے ۱۸۲۴ء میں یونانی بیڑہ نے تہ تیغ کر دیا۔ درینولا لارڈ بائرن بھی ۱۸۲۳ء میں یونان پہنچ چکیا۔ اوس نے ۱۸۲۱ء میں ایک نظم لکھکر یونانی باغی پرنس الیگزنڈر ماورو کورڈو کو نذر کی تھی۔ اس کے دیباچہ میں بائرن کے دوست شیلی نے اپنی گورنمنٹ اور قوم کو یونانیوں کی حمایت نہ کرنے پر سخت مطعون کیا تھا۔ اور لکھا تھا کہ روس یونان کو آزاد کرانے کا نہیں۔ بلکہ اوسپر قابض ہونیکا خواہشمند ہے۔ اور وہ اس لیے خاموش ہے کہ ترک اوسکے قدرتی اعدار اور یونانی اوس کے مجوزہ غلام آپس میں کٹ مر کر کمزور ہو جائیں۔ اور پھر وہ دونوں کو شکار کرے۔" شیلی نے اپنی گورنمنٹ کو اس دیباچہ میں سخت ظالم اور ترکون کے مشابہ تحریر کیا تھا۔ لارڈ بائرن ۱۸۲۴ء میں مسولونگھی کے محاصرہ میں وہاں کے مضر آب وہوا سے بیمار ہوکر فوت ہو گیا۔

باغیوں کی قائم کردہ حکومت نے بسارا کے سوداگر کونڈوراٹس کو اعلیٰ عاملانہ اختیارات عطا کر دیے۔ جس نے دوسرے ... کل فریقوں سے جدال و قتال کے بعد ناپلیا کو حکومت کا صدر مقام بنایا۔

مصری فوج کی کامیابی

ان تین برسوں میں سقدر ترکی فوجیں ضائع ہو چکی تھیں کہ آخر گورنمنٹ بھی فوجیں بھیجتے بھیجتے تھک گئی۔ اور وہ سخت تردد میں پڑ گئی۔ باغیوں کی سفاکیوں سے ...کے قتل سے آگر مسلمانوں نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دینا شروع کر دیا تھا۔ اور کئی ہزار امن پسند یونانی مرد و زن کو تلوار کی گھاٹ ...ن کے مقار دیا تھا۔ مگر عیسائی پادریوں کے برعکس مسلمان علماء نے اس کارروائی پر فوراً نفرین کرنی شروع کر دی۔ اور شیخ ...کہ پونڈ چینام نے علانیہ کہدیا کہ بیگناہ عیسائیوں کو قتل و ہلاک کرنے کی وجہ سے غضب الٰہی کا دریا موجزن ہو گیا ہے۔ اور ...برس سے ترکوں کو متواتر ہزیمتیں مل رہی ہیں۔ سلطان محمود نے ایشیائی صوبوں سے مزید فوج تیار کرنے کی بہت کوشش کی۔ مگر ...ثابت ہوئی نہ ہوا۔ جس پر اوسے اپنے مصری پاشا کی طرف رجوع کرنا پڑا۔ جس کے پاس غیر قواعد دان لوٹیرون کا مجمع نہ تھا ...ہاں ہتھ کیکے منظم اور باقاعدہ فوج موجود تھی۔ ۱۶ جنوری ۱۸۲۴ء کو فوجی کمک بھیجنے کے لیے اوس کے نام فرمان سلطانی صادر کیا گیا۔ اور ...دا گرون، موریا اور کریٹ کی گورنری اوسکو تفویض کر دیگئی۔

...وقت مصری فوج کی روانگی سے پہلے ۱۸۲۳ء میں بمقام سینٹ پیٹرزبرگ دول یورپ نے مسئلہ یونان پر آپس میں بحث مباحثہ ...کے بعد سلطان سے یونانیوں کو کسیقدر مزید رعایات دینے کی سفارش کی تھی۔ مگر سلطان نے یونانیوں کی کامل سرکوبی ...خط لکھکر کوئی مزید رعایات دینے سے انکار کر دیا تھا۔ اور اودہر انگلستان اور آسٹریا بدستور یورپ میں مداخلت کے مخالف ...طرف توجہ زیادہ طول نہ پکڑا۔ اور سلطان اور اوس کی باغی رعایا تک ہی محدود رہا۔ ۲۴ جون ۱۸۲۴ء کو محمد علی نے اپنے آقا کے ...لنگے جلیس میں فوجکا بھیجنا بخوشی منظور کر لیا۔ وہ اوسیوقت مہم کی تیاریوں میں مصروف ہو گیا۔ اور آسٹریا حکومت ...

...کی حکم

جہاز و نیز ہزار فوج ابراہیم کے زیر کمان دو برس کا سامان لیکر اسکندریہ سے روانہ ہو گئی - اور پاشا کے ۴۰ جنگی جہاز ہمراہ ہوئے - ابراہیم پہلے کریٹ گیا - یونانی و لاکو ئی کمک نہ پہنچ سکے تھے - جزیرہ کے باغی بآسانی مغلوب ہو گئے - اس کے بعد ترکی اور مصری بیڑے آپس میں متفق ہو گئے - اور بحیرہ مجمع الجزائر سے باغیوں کی بحری طاقت معدوم کر دیگئی - باغیوں کے مختلف مخالف فریق اس خطرہ کے وقت بھی آپس میں متفق نہ ہوئے - اور بدستور ایک دوسرے کے ساتھ مصروف کارزار رہے - ابراہیم پاشا اونکی اس بے اتفاقی سے فائدہ اوٹھاکر ۲۴ فروری ۱۸۲۵ء کو کریٹ سے موریا کے بندر مودن میں پہونچگیا - اوسکے ساتھ بارہ ہزار باقاعدہ فوج تھی - اوس کی فوجکی باقاعدگی اور اسلحہ کی عمدگی کا اثر فی الفور ظاہر ہو گیا - یونانیوں نے خشکی پر اترتے ہی ابراہیم پاشا کا مقابلہ کرکے منہ کی کھائی - پھر اس مصری جوانمرد نے پیشقدمی کرکے ۱۸ مئی ۱۸۲۵ء کو ناوارینو فتح کر لیا - اور بعد ازان ٹریپولتیزا اور کل اندرونی علاقے کے مشہور مقامات تسخیر کر لیئے - صرف ناپلیا - ایتھنز اور مسولونگی باغیوں کو قبضہ میں باقی رہگئے -

ابراہیم کے موریا میں دخل ہوتے ہی سلطان نے بھی رشید پاشا وزیر اعظم کے زیر کمان جرار فوج شمالی یونان کو بھیجی تھی - رشید نے مسولونگھی کا محاصرہ کر لیا جس میں آسٹرین انجنیروں نے اوسے بہت مدد دی - مگر اہالی شہر کو سمندر کیطرف سے برابر کمک باہر سے پہنچتی رہتی تھی - محاصرہ کو عرصہ گذر گیا - اور شہر فتح نہ ہو سکا - رشید نے ابراہیم پاشا کو بلا بھیجا - جو دس ہزار فوج لیکر بطرابس سے روانہ ہو گیا - محمد علی نے ۲۳ - اکتوبر ۱۸۲۵ء کو مزید ۱۱ ہزار فوج ترکی بیڑہ پر اسکندریہ سے بھیجدی ہوئی تھی - اوس کے پونچتے ہی دشمن کا قافیہ تنگ ہو گیا - اور ۲۲ - اپریل ۱۸۲۶ء کو مقام مذکور جو مغربی یونان میں باغیوں کا حصن حصین سمجھا جاتا تھا فتح ہو گیا - اس کے بعد ابراہیم پھر موریا واپس چلا گیا - اور رشید نے ایتھنز جاکر اوسکا محاصرہ کر لیا جو ۱۸۲۶ء کے جون مہینہ میں فتح ہو گیا -

ان دونوں فتوحات میں ترکوں نے مفتوحین پر کسیطرح کا جبر و ستم نہ کیا - بلکہ ایسے احسان و مروت سے پیش آئے کہ عیسائی مورخین بھی اوس کے مداح ہیں -

الغرض ۱۸۲۷ء کے وسط تک سمندر اور خشکی پر دونوں جگہ باغیوں کی طاقت تقریباً معدوم ہو گئی - اور جیسا کہ مصیبت کیوقت اکثر ہوا کرتا ہے - باغیوں میں ان ہزیمتوں کیوجہ سے پہلے سے زیادہ پھوٹ پڑگئی - خانہ جنگیاں شروع ہو گئیں - اور سلطان کی کامل فتح اور باغیوں کی قطعی پامالی اور ہزیمت میں کوئی شک و شبہ باقی نہ رہگیا تھا - کہ عین اوس موقعہ پر یوروپ کی تین عیسائی سلطنتیں انگلستان - روس اور فرانس باغیوں کی حمایت میں میدان میں نکل آئیں - اور فتح کا ثمر سلطان کے ہاتھ سے چھین لیا -

ینگچری فوج کی تباہی بغاوت یونان کے اس آخری مرحلہ کے حالات بیان کرنے سے پہلے روس اور ترکی کے باہمی تعلقات اور سلطنت کے اہم واقعات کا جو مسئلہ یونان پر اثر پڑا تھا ذکر کر دینا ضروری ہے - سلطان محمود کے عہد حکومت کا سب سے مشہور واقعہ ینگچریوں کی تباہی ہے - اس سے سلطنت کی فوجی ہیئت کی بالکل کایا پلٹ گئی - صدیوں کا کلنک دور ہوا اور آئندہ ترقی کیلئے میدان صاف ہو گیا - ملک کی اندرونی اصلاح اور بیرونی

محافظت کرنے کے لیے ینگچریون کی تباہی اور فوج نظام کی قواعد و ترتیب اور سلاح مین کامل تغیر ہونے کی ضرورت پر پہلے کئی دفعہ بحث ہو چکی ہے۔ سلطان سلیم ثالث کے بعد جسکو سب سے اول یوروپین طریق پر جدید فوج کی تیاری کا خیال پیدا ہوا۔ نہ صرف سلطنت کے محاربہ بلکہ بغاوت یونان مین بھی ینگچری فوج کا ناکارہ پن اور وضاحت کے ساتھ ثابت ہو گیا تھا۔ اور برعکس اس کے مصری فوج کی فتوحات متواترہ نے یوروپین طریق و قواعد کی فوقیت اور [illegible] ہی یہ امر واضح کر دیا تھا کہ بندوق و سنگین سے عرب اور قبطی بھی ویسی ہی عمدگی سے کام لے سکتے ہین جیسے کہ روسی یا فرانسیسی اپنے مصری پاشا کی فوج کے مقابلہ پر جب سلطان اپنی سلطنت کے دیگر صوبون کی افواج کو دیکھتا تھا۔ تو اوسے سخت رنج و افسوس ہوتا تھا اور اوسکو دیکھکر دل مین سخت نادم ہوتا تھا کہ جو کام عثمانیہ دنیا کے بادشاہون کی طاقت و جرأت سے اب تک باہر رہا تھا۔ اوسکو اوسکی ایک باجگذار پاشا نے باحسن وجوہ پورا کر لیا ہے۔ اوس نے قابل شرم اختلاف کو دور اور مملوکون کے بعد ینگچریون کا بھی نام و نشان باقی نہ چھوڑنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ مگر وہ اس خود سر فوج کی جمعیت اور اوس شورہ پشتی سے بخوبی واقف تھا۔ اوسکی سلطنت کا کوئی سال ایسا نہ گذرتا تھا کہ جس مین ان شریرون کی بدولت اوسکو دارالخلافہ کا کچھ نہ کچھ حصہ آگ کی نذر نہ ہو جاتا تھا۔ یا اوسے اونکو مفسدانہ مطالبہ پورا نہ کرنے پڑتے تھے۔ یہ بھی ناممکن تھا کہ جسطرح محمد علی نے دھوکہ سے مملوکون کو بلا کر قتل کر دیا تھا۔ اسیطرح ینگچری فنا کر دیے جاتے۔ ہزارونکا اسطرح سے جمع اور معدوم کرنا قطعاً ناممکن تھا۔ اور اگر ممکن بھی ہوتا تو بھی سلطان محمود ایسی مکاری اور دغابازی کا کبھی مرتکب ہو سکتا تھا۔ ساری عمر مین اوس سے کوئی ایسا فعل سرزد نہین ہوا۔ جس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہو کہ بشرط امکان وہ غداری اور مکاری سے کام لینے سے دریغ نہ کرتا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ اس منازعہ کا فیصلہ آخر قسطنطنیہ کے کوچہ و بازار مین لڑائی سے ہو گا۔ اور بریں بنا وہ فوج کے اوس حصہ کی تقویت مین مشغول ہو گیا جو بازاری لڑائیون اور ہنگامون مین سب سے زیادہ کارآمد پایا جاتا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جب سلطان محمود نے یہ سنا کہ نپولین کے جرنیل مورت نے ۱۸۰۸ء مین میڈرڈ کے بازارون کو باغیون سے صاف کرنے کے لیے توپون سے کام لیا تھا۔ تو یہ امر سلطان مرحوم کے دل پر ایسا نقش ہو گیا کہ اُسے کبھی فراموش نہ ہوا۔ اوس نے اپنے توپخانہ کو درست کرنا شروع کر دیا۔ اور بتدریج اوس مین ایسے افسر داخل کر دیے جنکی وفاداری اور استقلال پر اوسے کامل بھروسہ تھا۔ چنانچہ جب وہ اپنے عہد سلطنت کے اٹھارہوین برس ینگچریون کیساتھ آخری مقابلہ کیلیے تیار ہوا تو اونے قسطنطنیہ اور اوس کے قرب و جوار مین چودہ ہزار توپچی فراہم کر لیے ہوئے تھے۔ اور اون پر ایک ایسا کمانڈر متعین کر دیا ہوا تھا جسکی جان نثاری مین قطعاً کلام نہ تھا۔ اس جرنیل کا نام ابراہیم تھا۔ مگر لڑائی کے دن سے بجائے اوسکا نام "قرہ جہنم" (سیاہ دوزخ) پڑ گیا تھا۔ کیونکہ ایک تو اوسکا رنگ بھی سانولا تھا۔ اور دوسرے اوسنے لڑائی مین سرکش مفسدون کے برخلاف اپنی شرربار توپون سے ایسا کام لیا تھا۔ کہ گویا دوزخ کا کوئی منہ کھل گیا ہے۔ محمود نے موقعہ سے ینگچریون کے آغا کے منصب پر بھی ایسا شخص مقرر کر دیا ہوا تھا۔ جو اپنے تجاویز سے بدل و جان متفق تھا۔ اسکا نام حسین تھا۔ وزیر اعظم محمد سلیم اپنے سلطان کا جان نثار فرمانبردار اور صاحب تخت

شخص تھا۔ علاوہ برین وفادار فسپاہئی سپاہیون کی بھی معقول تعداد اسکودار مین مقیم تھی۔ جو ضرورت کیوقت فورا قسطنطنیہ پہنچ سکتے تھے
محمود نے علماء کو بھی سمجھا بوجھا کر اپنے ساتھ ملا لیا تھا اور انکو اچھی طرح سے ذہن نشین کر دیا تھا کہ کسیوقت تو یہ فوج بیشک اسلام
کی بھی خدمتگذار تھی۔ مگر اب اوسکو بدترین دشمنون مین سے ہے اور علماء اوسکی امداد کرنے سے اسلام کی تخریب کر رہے ہین۔
سلطان نے کچھہ عرصہ پہلے سے شیخ الاسلام کے منصب پر بھی ایسے شخص کو مامور کر دیا ہوا تھا۔ جو ہر طرح سے اوسکی امداد
کو تیار تھا۔ ان انتظامون سے فارغ ہو کر سلطان نے ینگچریون کے برخلاف عین رسم و قانون کے مطابق کارروائی شروع کی۔ تاکہ اگر وہ سرکشی کرین
تو تلوار سے چلے کام لینے کا الزام اونپر وارد ہو۔ چنانچہ ۱۸۲۶ء کے شروع مین مفتی کے مکان پر علماء۔ وزراء ارکان دولت و دیگر ارکان فوج
کی عظیم مجلس جمع ہوئی۔ جسمین محمد سلیم نے سلطان کا فرمان سبکو پڑھکر سنایا۔ فرمان مذکور کا فارسی ترجمہ تاریخ مصباح لساری سے ذیل مین
درج کر دیا جاتا ہے۔ از ہنگام اہتمام صبح دولت عثمانیہ رعایا و برایا در ظلال افت و سایہ امن و حمایت سلاطین اسلام شاد و شاکر و غیرت و حمیت
و جرأت و بسالت آبا و اجداد مدبریہ شوکت شاہان اسلام پناہ بر قلوب کافہ اعصار بلی غالب۔ وشتون قیصری در معارک غازی برائی رجم
کفرہ فجرہ بسان سہام شہاب ثاقب۔ شجاعان اسلام را پیوستہ غنیمت از کالائے کشتی اعدا نصیب۔ و بیرق ہمایات عالیات جنود عثمانی مترجم
نصر من اللہ و فتح قریب۔ فرقہ ینگچری بکمال اطاعت و جلادت زیر سایہ نخل شریعت سلطانی داد دلیری و مردانگی میدادند۔ و بلاد و قلاع کفار
را بقہر تیغہا سے آبدار میکشادند۔ لہذا وظیفہای معقول برائے شان مقرر و رسم برائے برخورداین عامہ خسروی مجری بود۔ و مدتے این گروہ با شکوہ
اسلاف خود دگرگون شتند۔ و خاک غفلت تاہنجاری در دیدہ مرحمی اپنا ختند۔ یکسر بلا ہو و ملاعب معروف و باسرتابی و عصیان موصوف گشتند۔ بندہا ی
خویش بدست کسان تنبل و لاابالی فروختند۔ خانہا ی آبا و اجداد و اقبال خود از دست خود سوختند۔ بوقوع این امور قبیح فتوحہا ی کرم راہ یافت
اقبال از ینان و برتافت۔ حرارت شجاعت را از بلاد حیلو ہیجو زائل کردند۔ و از کسب سپاہگری سرتاسر جاہل و کاہل شدند۔ ہرگاہ جنگ
دینحری سپاہ ما مشاہدہ ساختند۔ فرصت غنیمت شمرد۔ و ند از راہ جسارت دست تطاول دراز کردہ بر کشور ما تاختند۔ بسیاری شہا اکنون
شو یدہ و بحال صحیح خود شد۔ روش بیش باز گردیدہ تا بر ملک خود حصار محکم از لشکر جرار کشیم۔ ود شمنان بدین بلاد قدم ہا بر آید کشیم۔
وجیا ست ک اصناع و اختراعات قواعد جنگ و طریق استعمال آلات توپ و تفنگ فرنگیان بان چیرہ دستی میکنند بوجہ احسن فرا گرفتہ بالا دست
شوی دشمنان را در میدان کارزار بصد چابکدستی و حکمت عملی برہم و آئین رستمان درین کربلا ماند سیر نو در طرح کار کردہ اند
این عہد ان آموختن و مہارت نمودن و تعلیم گرفتن صناعت شتر از عقل بعید است۔ پس ہمت کنید و بیاموزید کہ برائے نصرت دین
حکم خدا و رسول مجید ست شکہ ہوم حق بہ انتظام فوج قواعددان سطوت گشتہ است از اہامات آلہی است برای اتمام فرض دینی و عود قوت
و باز گرفتن آنچہ از ملک اسلام رفتہ است والسلام علیٰ من اتبع الہدےٰ و سلک مسلک النبی المجتبیٰ +
فرمان کے بعد وزیر نے خود حسب ذیل تقریر کی۔ ہ شکستون کی شرم اور انتہا از روسا اور نقصان تمام قوم کے دل محزون او
کیا اس سے بڑھکر بھی کوئی شرم کا مقام ہو سکتا ہے کہ یہ باغی یونانی جنکی ہمارے سامنے کبھی بھی حقیقت ہوا کرتی تھی۔ جو
کمزور سرکش تھے اب نئی ساتھ کامیابی اور نصرت کیساتھ ہمارا مقابلہ کر رہے ہین۔ اور ہم اتبک آتش بغاوت کو فرو نہین کر سکے

مہر حضرتا مون سو تو خوب بھر پور رہن ساور دسب سلطانی خزانہ سے تنخواہ لے رہے ہین۔ لیکن اگر اون سے کہا جائے کہ اسکو

نسبتہ ہمارا بھیڑ ہوتی ہے جو فنون سپاہگری سے محض ناآشنا اور تابعداری یا فوجی تعلیم سے قطعاً بے بہرہ ہوتے ہیں۔ اور دشمن کے جاسوس کھلو بندوں ہمارے درمیان منڈلاتے پھرتے ہیں "

تمہیدیہ تقریر کے بعد وزیر اعظم نے حسب ذیل فوجی اصلاحات پیش کیں: (۱) ینگچریوں کے حقوق صرف اونہی لوگوں تک قایم رہیں گے کہ جو اب زندہ ہیں۔ جو شخص مرتا جائے اوس کی اسامی منسوخ ہوتی جائے گی (۲) ینگچریوں کی ۵۱ رجمنٹیں ہیں ہر ایک رجمنٹ میں سے ڈیڑھ ڈیڑھ سو آدمی منتخب کر کے اونکو یوروپین طریق پر فنون حرب اور قواعد سکھائی جاوے۔ (۳) ترقی آیندہ بضابطہ ہوا کرے۔ (۴) اون افسروں اور سپاہیوں کو جنہوں نے نمایاں خدمت کی ہوگی۔ علیحدہ پنشن دیجائے گی۔ کل حاضرین نے ان تجاویز سے اتفاق کیا۔ اور شیخ الاسلام نے فتویٰ صادر کر دیا کہ جو کوئی شخص اونکی مخالفت کریگا۔ یا فساد برپا کرنیکی کوشش کریگا۔ وہ سزا کا متوجب ہوگا۔ مسودہ تجاویز پر سبنے دستخط کر دیئے۔ جسو بعد ازاں آغا ینگچریان کے مکان پر بھیجدیا گیا۔ اور ہر پلٹن کے افسروں اور چیدہ سپاہیوں نے اپنی اپنی پلٹن کیطرف سے اوسپر دستخط کر دیئے۔ اور فوج جدید کیلئے آدمی منتخب کرنیکا کام فی الفور شروع کر دیا گیا۔ اور ۱۲ جون ۱۸۲۶ء کو چار معلموں نے جن میں سے دو نظام جدید کے رہ چکے تھے۔ افسروں کو اسلحہ جدید کا پکڑنا اور مارچ کرنا سکھانا شروع کر دیا۔ مگر تین دن بھی نگذر رہے تھے کہ ینگچریوں نے ۱۴ جون کی رات عہد کر کے فساد برپا کر دیا۔ اور وزیر اعظم اپنے آغا اور شیخ الاسلام کے مکانات لوٹ لیئے۔ اور پھر شراب خانوں میں گھس کر ساری رات طرح طرح کی بدمعاشیاں کرتے رہے ۔۔ سلطان سوقت محل سرا میں نہ تھا۔ باسفرس کے محل بشکطاس کو گیا ہوا تھا وزیر اعظم نے محلسرا جاکر سلطان کو مفسدوں کی سرکشی کی خبر پونچائی۔ وہ اونکی مقابلہ کے لیئے پہلے سے ہی تیار تھا بشکطاش سے فوراً واپس آکر سنجق شریف دعلم مقدس کھولدیا۔ اور کل مسلمانوں کو اپنے خلیفہ اور بادشاہ کے گرد جمع ہونیکا حکم دیدیا گیا۔ لوگ کثرت سے اپنے بادشاہ کے پاس جمع ہو گئے۔ ادہر فوج توپ خانہ باسفرس کی قلعوں کے محافظ اور ایشیائی سپاہی استنبول آ گئے۔ ۱۵ جون کی صبح کو جب ینگچریوں نے تمام شوارع و بازار سے جوق در جوق آتمیدان اور محلسرا سلطانی کیطرف کوچ شروع کیا تو قرہ جہنم اور اوس کے گولنداز دونے چھرے دار گولوں کی بارش شروع کر دی۔ اور ٹھوس گولوں نے باغیوں کے ٹولوں کو ایک سرے سے دوسرے سرے تک چیر کر لمبے لمبے رخنے ڈالدیئے۔ سپہ باغی محلسرا کا رُخ چھوڑ کر آتمیدان کو ہٹے۔ اور وہاں کچھ عرصہ نہایت ثابت قدمی اور شجاعت کے ساتھ مخالفوں پر بندوقوں سے آتشباری کرتے رہے لیکن توپوں کا کہاں تک مقابلہ کر سکتی تھی۔ ٹھوس اور کھوکھلے گولوں نے سینکڑوں کے پرخچے اڑا دیئے۔ جسپر باقیماندہ ینگچری حاجی بکتاش دینی پیشوا، باقاعدگی کے ساتھ اپنی بارکوں کو ہٹ گئے۔ اور اونکی دہس بندی کر کے وفادار فوج کی ستوقعہ دہاوے کی مدافعت کیلئے تیار ہو گئے۔ مگر سلطان اور اوسکے افسروں نے فوجکو اس جوکھم میں ڈالا۔ کہ ان سنگین بارکوں کو فتح کریں۔ سلطانی توپخانہ بارکوں کے بالمقابل صف آرا کر دیا گیا۔ اور تمام مفسدوں پر سمجھنے والی آگ برسائی ... ین سے ۱۸ قسطنطنیہ میں مقیم رہتی تھیں +

معمولی گولون کی بوچھار شروع ہو گئی۔ اس آتش سوزان سے بچنے کیلئے کئی ینگچری جو سب دلاور تھے۔ تلوارین کھینچکر بارکون سے باہر نکل آئے۔ مگر پیشتر اسکے کہ وہ کسیطرف کو بھاگ سکین۔ تلوار یا گولون سے اونہین ہلاک کر دیا گیا۔ کئی بدبختون نے رحم کی التجا کی۔ جنکی کچھ شنوائی نہ ہوئی۔ قہر جہنم کا توپخانہ بارکون پر برابر گرجتا رہا۔ آخر کار عمارت کو آگ لگ گئی۔ اور قسطنطنیہ کے باقیماندہ ینگچری اپنی بارکون کے ساتھ جلکر خاکستر ہو گئے۔ اور اسطرح سے وہ فوج جس نے صدیون سے گورمنٹ کو بے بال و پر بنا رکھا تھا۔ اور جس نے اس صبح اپنے شہنشاہ کی گستاخی کرکے اوسکے وزرا کے سر مانگے تھے۔ ہمیشہ کے لیئے فنا و معدوم ہو گئی۔

مقتولین کی تعداد مین بہت اختلاف ہے۔ مگر سبسے زیادہ درست یہی روایت معلوم ہوتی ہے کہ اس لڑائی مین چار ہزار ینگچری ہلاک ہوئے۔ فتح کے بعد سلطان جو ابتک فوج کے ساتھ رہا تھا محلسرا کو واپس آگیا۔ قدم قدم پر رعایا نے خوشی کے نعرے بلند کیئے۔ خود سلطان کو اپنی سلطنت کے اشد ترین دشمنو نکی بربادی سے جو کچھ خوشی ہوئی ہوگی۔ اوس کا اندازہ ناظرین بآسانی کر سکتے ہین۔ وزیر اعظم اور حسین پاشا کے حکم سے تقریبًا چھ سو اور مفسد پایہ تخت مین قتل کیئے گئے۔ اور ۱۶ جون کو سلطان نے فرمان سلطانی صادر کرکے ینگچری فوج کا نام عساکر شاہانہ کی فہرست سے ہمیشہ کے لیئے محو کر دیا۔ اونکی جو معدودے چند بارکین کہڑی رہگئی تہین۔ اونہین زمین کے ساتھ ہموار کر دیا گیا۔ اونکے علم جلا دیئے گئے۔ اور طبل اور دیگین توڑ پھوڑ دیگئین۔ مفتی و شیخ السلام نے نئی فوج بنام "عساکر منصورۂ اسلامیہ" قایم کیئے جانیکا حکم دیا گیا۔ اور وزیر حسین پاشاہ کو سرعسکر پاشا کا خطاب دیکر اوسکا کمانڈر انچیف (سپہ سالار) مقرر کیا گیا۔ فرمان کے آخری الفاظ یہ تھے "جو کوئی شخص قولًا یا فعلًا قوم کے اس عام فیصلہ کے برخلاف کسی حرکت کا مرتکب ہوگا۔ اوسے فی الفور تہ تیغ کر دیا جائیگا"۔ اس فرمان کی نقل تمام صوبون کے پاشاؤن اور گورنرون کو بھیجدی گئی۔ اور اونہون نے بہ تعمیل ارشاد ینگچریون کو موقوف کرکے نئی فوج بہرتی کرنی شروع کر دی۔ اور جہان کہین ینگچریون نے کچھ بھی مخالفت کی۔ بیدریغ قتل کر دیئے گئے۔ اندازہ لگایا گیا کہ پایہ تخت اور صوبجات مین تین مہینے کے عرصہ مین چالیس ہزار ینگچری ہلاک ہوئے تھے۔

ینگچریونکا حاجی بکتاش کے مریدون سے بہت تعلق تھا۔ یہ درویش کمال متعصب۔ وحشی اور غلیظ ہونیکے علاوہ ہر قسم کی اصلاح اور ترقی کے بھی جانی دشمن تھے۔ اور جیسا کہ بے علم قومون مین اکثر ہوتا ہے۔ ان جہلا کو عوام پر بہت رسوخ اور اقتدار حاصل تھا۔ اپنے فوجی بھائیو نکی حمایت مین یہ درویش فساد برپا کرنے کے درپے ہوئے ہی تھے کہ سلطان محمود نے لگے ہاتھہ اونکا بھی قلع قمع کر دیا۔ ۱۰ جولائی سنہ ۱۸۲۶ء کو ان فقرا کے تین بڑے پیر پھانسی دیدیئے گئے۔ اونکے کل تکیئے ضبط اور خانوادہ کا سلسلہ معدوم کر دیا گیا۔ اور تمام فقرا قسطنطنیہ سے جلاوطن کر دیئے گئے۔ اور ساتھ ہی اونکو حکم دیدیا گیا کہ آئندہ اپنا پرانا لباس نہ پہنین۔

عیسائی دول کی مداخلت – عہدنامہ آق کرمان

اس کامیابی سے سلطان کو آئندہ کیلئے بڑی بڑی امید اور اوسے اپنے استقلال و اقبال پر بہت کچھ بھروسہ

۱۸ برس کی مسلسل تیاریوں اور صبر و تحمل کا اوسے ثمرہ مل گیا تھا۔ اور وہ گویا اب اپنی سلطنت کا حقیقی فرمانروا ہوا تہا۔ مفسدوں کی بربادی سے فارغ ہوتے ہی وہ نئی فوج کی تیاری کے کام مین کمال مستعدی سے مصروف ہو گیا۔ ایک خاص کمیشن اس کام کے سر انجام کیلئے مقرر کی گئی۔ اور اوس کے اجلاس کے لئے محلسرا ء سلطانی کے بیچ صحن مین خیمے نصب کر دیئے گئے تاکہ سب کام خود سلطان کی آنکھون کے سامنے ہو۔ پہلے اجلاس مین اوس نے حسب ذیل تقریر کی: "جو مشکلات اور مزاحمتین ینگچری اصلاحات کے راستہ مین ڈالا کرتے تھے۔ وہ اب دور ہو گئی ہین۔ اور مین چاہتا ہون کہ آج سے اپنا کل وقت اور اپنی کل ہمت وطاقت اپنی رعایا کی فلاح و بہبود کی ترقی اور اپنی رعایا کے امن و آسایش کیلئے سلطنت کی عمارت کو اپنے پاک مذہب کے احکام اور قانون کے صولون کی بنیاد پر قایم کرنے مین صرف کرون" پگڑی کی بجائے طربوش (ترکی ٹوپی) اور یوروپین لباس کا رواج اسیوقت سے شروع ہوا۔

۱۸۲۶ء کے ختم ہونے سے پہلے سلطان نے تیس ہزار فوج یوروپین طریقہ پر قایم کر لی۔ دوسرے برس وہ ایک لاکھ بیس ہزار اور فوج تیار کرنے کا عزم رکھتا تھا۔ اور اوسکا منشاء تھا کہ کل اڑہائی لاکھ مستقل فوج نظام جدید کے صول پر تیار کرے اور اگر اوسے چند برسون کی مہلت ملجاتی تو وہ ضرور اپنے مدعا مین کامیاب ہو جاتا۔ یہ درست ہے کہ اکثر مسلمان اصلاح کے معاملہ مین اوسکے معاون نہ تھے۔ اور روشن خیال افراد سے اوسے جیسی کہ چاہیئے امداد ملتی تھی۔ تقریبًا ہر ایک کام اوسے خود اپنی بے نظیر ہمت و کوشش سے کرنا پڑتا تھا۔ مگر اوس اکیلے کی ہمت بھی کچھ کم نہ تھی۔ وہ ابتک حیرت افزا کارنامے کر چکی تھی اور ہر ایک فتح سے سلطان کو دیگر فتوحات کے حصول کیلئے دس گنا وسایل بہم پہونچتے جاتے تھے۔ صوبون کے سرکش اور متمرد ترین پاشا جو تاج و تخت کی تابعداری کو بالائے طاق رکھکر خود مختار بنے ہوئے تھے۔ مر کھپ چکے تھے یا برطرف ہو چکے تھے سب سے بڑا شقی علی پاشا والیٔ یانینا تھا۔ جسکا سر عرصہ تک دیگر باغیون کی عبرت کیلئے آستانہ مین نصب رہا تھا۔ وہابی مغلوب اور مملوک نیست و نابود ہو چکے تھے۔ مالڈیویا اور والیشیا کی بغاوت کامل طور پر فرد ہو چکی تھی۔ اور گو وہ یونان مین ابھی تک زور و شور پر تھی۔ صاف معلوم ہوتا تھا کہ ابراہیم اور رشید پاشا کی افواج قاہرہ اوسکا بہی جلد تدارک کر لینگی۔ پس پرانے دستور و آئین کی موقوفی جدید اور مجوزہ آئین و قوانین اور ضوابط کی پختگی اور بار آوری کیلئے اب صرف اسکی ضرورت تہی کہ چند برسون تک سلطنت غیرون کے حملون سے بچی رہے۔ سلطان محمود کے عہد حکومت کا قابل ترین مورخ اور فاتح فرانس جرنیل مولٹکی اپنی کتاب مین لکھتا ہے کہ ینگچریون کی بربادی کے بعد ترکی کو دس برسون کیلئے بیرونی دشمنون سے چین نصیب ہو جاتا تو سلطان محمود کی نئی اصلاحات اس عرصہ مین کسی قدر مستحکم ہو جاتین۔ اور اس قابل اعتماد فوج کی مدد سے سلطان اپنے ملک کے انتظام مین جدیدی اصلاحات کو اجرا و نافذ کرنے کے قابل ہو جاتا جو سلطنت عثمانیہ کے درخت کی سوکھی شاخون مین نئی جان ڈال دیتی جو سلطان کو اپنے ہمسایون کے مقابلہ کے لئے خاصہ مضبوط بنا دیتین۔ مگر روس نے سلطان کی فوجی اصلاح کو شگوفہ باد صرصر سے ان سب پر پانی پھیر دیا۔ سلطان محمود کی بیدار مغزی۔ اور اوسکی مجوزہ اصلاحات کی سود مندی کی تصدیق

خود اوس کے دشمنون کی زبان سے ہو رہی ہے - اس تہوڑے سے عرصہ مین ہی ملک کی کایا پلٹ گئی تھی - اور اگر چند سے
اور مہلت مل جاتی تو بلاشک وشبہ ملک کو اون سے اور بھی بہت زیادہ فایدہ پہنچتا - سو سی ۱۸۲۸-۲۹ء کے محاربہ مین جدید
ترکی فوج کے کارنامون کو دیکھ کر جسے قایم ہوئے ابھی ایک دو برس ہی ہوئے تھے - اور سلطان کا فوجی انتظام اور اصلاح گویا
شروع ہی ہوئی تھی - دنگ ہو گئے - چنانچہ روسی مدبرین پرنس لیون وغیرہ نے سرکاری مراسلتون مین صاف لکھدیا کہ یہ ہماری
خوش نصیبی تھی - کہ زار نے فی الفور ٹرکی سے لڑائی کر دی - ورنہ اور چند برسون کے بعد جدید ترکی فوج کا مقابلہ کرنا جسکو
اب بحالت طفولیت ہی مغلوب کرنا سخت مشکل ہو رہا ہے - بالکل ناممکن ہو جاتا ؟؟

ٹرکی کی بدنصیبی سے ینگچریون کی بربادی سے چند ماہ پیشتر روسی تخت پر نیا زار بیٹھ چکا تھا - زار سکندر اول کو انقلاب
پسندون اور فضیلون سے اسقدر نفرت تھی کہ وہ اوس کی باقی تمام خواہشات اور منگون پر غالب ہو گئی ہوئی تھی -
اسوجہ سے اور نیز آسٹریا کے سمجھانے سے وہ یونانی باغیون کی حمایت سے باز رہا تھا - علاوہ بریں آخر عمر مین مراق اور بیماری نے
اوس مین وہ ہمت اور اولوالعزمی نہین رہنے دی ہوئی تھی جسکا فتوحات کے شوقین بادشاہ مین ہونا لازمی امر ہے - وہ
دسمبر ۱۸۲۵ء مین فوت ہو گیا - اور اوسکی جگہ اوسکا چھوٹا بھائی زار نکلس اول ۲۴ دسمبر ۱۸۲۵ء کو تخت پر متمکن ہوا - وہ عین عالم
شباب مین تھا - جوانی زورون پر تھی - اور فتوحات کی امنگین دلکو بیقرار کر رہی تہین - اوسنے تخت پر بیٹھتے ہی اپنے ہم مذہبون
کی حمایت کی آڑ مین پیٹر اور کیتھرائن کی پالیسی کو تازہ اور اپنے ملک کے ،، موروثی دشمن ،، یعنی ٹرکی ، کو پامال کرنیکا عزم کر
لیا - اس ذاتی خواہش و امنگ اور فوجیون کے تقاضاؤن کے علاوہ ملک کی اندرونی حالت بھی اس امر کی مقتضی تھی کہ رعایا
کی توجہ کو کسی خارجی معاملہ کی طرف منعطف کر دیا - نکلس کی تخت نشینی پر سینٹ پیٹرز برگ مین خانہ جنگی برپا ہو گئی
تھی - جسکو گو جلد فرو کر دیا گیا - ملک مین عام بےچینی بدستور موجود تھی - ملک سے باہر اس غرض کے لیے ٹرکی کے ساتھ لڑائی
شروع کر دینے سے بہتر کونسا کام ہو سکتا تھا - سرویا ، صوبجات ڈنیوبیا اور دیگر معاملات کے متعلق بالجانب کیساتھ عرصے
تک نامہ و پیام ہوتا ہی رہتا - روسی وزراء نے امور متنازعہ کے تصفیہ کے لیے تحکمانہ انداز سے تقاضا شروع کر دیا - اور اگست ۱۸۲۶ء
مین یعنی ینگچریون کی بربادی سے صرف دو مہینہ بعد سلطان کی فوجی کمزوری سے فایدہ اوٹھا کر جو پرانی فوج کو اپنے ہاتھ سے تباہ کر چکا
تھا - اور نئی فوج کا ابھی کچھ حصہ بھی تیار نہ ہوا تھا - باب عالی سے مطالبہ کر دیا گیا کہ سلطان فلان فلان ایشیائی قلعون کو جنہیں
بروئے معاہدہ بخارسٹ دینے کا اقرار کر کے اب تک نہین دیا گیا - روس کے حوالہ کر دے - سرویون کو فی الفور پولیٹیکل حقوق
عطا کر دیئے جائین - اور صوبجات ڈنیوبیہ کے باشندون کو پھر وہی حقوق و مراعات دیدیئے جائین - جو ۱۸۲۱ء کی بغاوت
سے پہلے اونکو حاصل تہین - اور اس بغاوت کیوجہ سے چھین لی گئی تہین - عہد نامہ بخارسٹ مین ان قلعون کی
حوالگی کی کوئی تصریح یا تفصیل موجود نہ تھی - مگر بگاڑ کے لیے کچھ بہانہ تو چاہیئے تھا - ایسا بہانہ ہنگامہ مذکور کی
معمل عبارتون سے پیدا کیا گیا -

در حقیقت انگلستان علانیہ باغیون کا طرفدار ہوا تھا۔ ۴ نومبر ۱۸۲۴ء کو باغیان یونان کی حکومت نے انگلستان سے بیچ بچاؤ کی درخوست کی۔ اس کے جواب مین انگریزی وزیر خارجیہ جارج کیننگ نے اونکو یقین دلایا کہ انگلستان باغیون اور سلطان مین بیچ بچاؤ کرنے اور جو تصفیہ قرار پائے اوسکی تعمیل کا ضامن ہونے کو تیار ہے۔ یعنی ثالثی کی درخوست کی منظوری کے ساتھہ ہی باغیون کو انگریزی حمایت کی درخوست کرنیکا بھی ایما کر دیا گیا۔ چنانچہ یونان کی باغی حکومت نے اگست ۱۸۲۵ء مین باضابطہ انگلستان کی حمایت تسلیم کر لی۔ اور انگلستان نے اپنے سفیر متعینہ قسطنطنیہ کو ان شرائط سلطان اور اوسکی باغی حکومت کے درمیان مصالحت کرا دینے کی کوشش کرنے کی ہدایت کی کہ یونان کو اندرونی معاملات مین خود مختار ریاست بنا دیا جائے۔ اور وہ سلطان کو سالانہ خراج ادا کرتی رہے۔ سلطان نے انگریزی توسط اور ان شرائط کو جو ترکی اغراض و اقتدار کے حق مین سخت مضر تھین نہایت حقارت کے ساتھہ سترد کر دیا۔ جس سے انگریزی گورنمنٹ ترکی سے سخت کھچ گئی۔ لیکن دیگر سلطنتون کی کنارہ کشی کے باعث و اکیلی کچھہ نہین کر سکتی تھی۔ وہ عوض لینے کے لیئے موقعہ مناسب کی تاک مین ہی بیٹھی ہوئی تھی۔ کہ حسن اتفاق سے زار سکندر اول مر گیا۔ اور نکلس ایسا پر جوش نوجوان روس کا قیصر ہو گیا جسے کسی کے کہنے سننے کی ضرورت نہ تھی۔ وہ خود ہی ترکون کے خون کا پیاسا تھا۔ انگلستان ترکی کے برخلاف جھٹ روس سے ملگیا۔ ڈیوک آف ولنگٹن کو اتفاق قایم کرنیکے لیئے سینٹ پیٹرز برگ بھیجدیا گیا۔ اور روسی مطالبات متنذکرہ صدر کی تائید کیگئی۔ لیکن اگر روس اکیلا بھی ہوتا تو بھی ترک کچھہ نہین کر سکتے تھے۔ وہ ان مطالبات کو سنکر بگڑے تو بہت مگر فوج کی عدم موجودگی کیوجہ سے لاچار تھے۔ سلطان کو مجبوراً ظالمون کے مطالبے تسلیم کر لینے پڑے۔ فریقین کے وکلاء بسر بیا کے قصبہ آق کرمان مین جمع ہوئے۔ اور ۷ اکتوبر ۱۸۲۶ء کو یعنی روس نے غور و فکر کے لیئے جو سات ہفتون کی میعاد بالجائی کو دی تھی۔ اوس کے آخری دن عہدنامہ پر دستخط کر دیئے گئے۔ اس معاہدہ کے روسے جو عہدنامہ آق کرمان کے نام سے مشہور ہے عہد نامہ بخارسٹ کی تائید کی گئی۔ اور امالی والیشیا اور مالڈیویا کو وہی رعایتین پھر دیگئین جو اونکو ۱۸۰۲ء کے خط شریف اور عہدنامہ بخارسٹ کی پانچوین دفعہ کی روسے عطا کی گئی تھین۔ گورنرون کے متعلق قرار پایا کہ آیندہ امرائے والیشیا اور مالڈیویا اپنی جماعت مین سے اونہین منتخب کیا کرین۔ ہر گورنر سات برس تک اپنے عہدہ پر قایم رہا کرے۔ اور بالجائی کسی ہوسپوڈار (مالڈیویا اور والیشیا کے گورنرون کے خطاب) کو روس کی بلا رضامندی معزول نہین کر سکیگا۔ جو مالڈیویا کے امرا ۱۸۲۱ء کی بغاوت مین شریک ہوئے تھے۔ اور پھر کیفر کردار سے ڈر کر روسی علاقہ مین بھاگ گئے تھے۔ اونکو اب واپس آجانے اور اپنے املاک مقبوضات پر متصرف ہونے کی اجازت دیدیگئی۔ سرویا کے متعلق قرار پایا کہ صوبہ کی آیندہ حکومت کیلئے باب عالی اور سرویا کے وکلاء کی مشترکہ کانفرنس باہمی قرار داد سے ضروری ضوابط وضع کرے۔ اور یہ پھر جو عہدنامہ کا جزو متصور ہونگے ایک فرمان سلطان باضابطہ مشتہر کر دیئے جاوین۔ عہدنامہ کے روسے حسب ذیل بنیادی اصول قایم کر دیئے گئے۔ سرویا گورنمنٹ کو کامل مذہبی آزادی حاصل رہے گی۔ وہ اپنے سردارون کو خود منتخب کیا کریگی صوبہ مین خود مختار اندرونی سلطنت

د حکومت مجاز و مختار قایم کیجائیگی، جو ضلاع سرویا سے جدا کر لیئے گئے ہین۔ وہ پھر اوس کے ساتھ ملا دیئے جا یئن۔ مختلف محاصل کو جمع کرکے ایک ہی محصُول کر دیا جائے۔ تجارت۔ ہسپتالون۔ مدرسون اور مطابع کے قایم کرنے مین رعایا کو پوری آزادی ہوگی۔ اور سوائے اوس فوج کے جو قلعون مین متعین رہے کوئی مسلمان سرویا مین بود و باش نہین رکھ سکے گا۔ ان شرائط کے علاوہ اور بھی اسی طرح کی کئی مضر شرائط ٹرکی سے منوائی گیئن۔ از انجملہ ایک یہ تھی کہ بحری قزاقون سے روسی تاجرون کو جو نقصان پہونچے۔ باب عالی کو ہکا ہر جانہ ادا کرنا پڑیگا۔ اور اگر باب عالی کسی نئی سلطنت کو جسے پہلے بحیرہ اسود مین جہازرانی کی اجازت حاصل نہین۔ آیندہ اِس امر کی اجازت دے تو اجازت مذکور ایسے طریق سے دیکر روسی تجارت کو کچھ نقصان نہ پہونچ سکے۔

بعض مؤرخین کا بیان ہے کہ محمود ایسا مستقل مزاج اور غیور سلطان تھا کہ اگر روس مسئلہ یونان مین مداخلت کرنیکا صریح معاہدہ کرکے سلطان کو دہوکہ نہ دیتا تو وہ روس و انگلستان کے اتفاق اور اپنی لاچاری کی مطلقاً پروا نہ کرتا اور ان شرائط کو کبھی منظور نہ کرتا منظوری محض عدم مداخلت کے وعدہ کے معاوضہ مین دیگئی تھی۔

یہ عہد نامہ ہی سلطان کیلئے بجائے خود کے لیئے کچھ کم ذلت نہ تھا۔ مگر اوس کے دشمنون کے دل ابھی ٹھنڈے نہ ہوئے تھے وہ اِس سے بھی زیادہ سخت ذلتون کے سامان مین مصروف تھے۔ جس کے لیئے بغاوت یونان کا اونکو خوب بہانہ ہاتھ آگیا تھا ڈیوک آف ویلنگٹن ۴ اپریل ۱۸۲۶ء کو بمقام سینٹ پیٹرزبرگ باغیان یونان کی حمایت کرنے کے متعلق روس سے معاہدہ کر لینے مین کامیاب ہو گیا۔ روس کو گانٹھنے کے بعد انگریزی گورنمنٹ فرانس۔ آسٹریا اور پرشیا کی طرف متوجہ ہوئی اور مصالحت کا وسیط ڈالکر اون سے بھی شرکت کی درخواست کی۔ یہ سلطنتین پہلے تو بہت بگڑین کہ روس اور انگلستان کیُنچ خفیہ خفیہ ہی کھچڑی پکاتے رہے ہین۔ مگر آخر ش مذہبی پاس غالب آگیا۔ اور اونہون نے بھی روس اور انگلستان کے تجویز کردہ مسودہ مطالبات پر دستخط کر دیئے۔ اِس مسودہ کی تمہید مین درج تھا کہ دستخط کنندہ سلطنتین باب عالی اور یونانیون مین مصالحت اور لڑائی کو ختم کرانے کیلیے متفقہ کوشش کرنیکا اقرار کرتی ہین۔ اور اس غرض کیلیے تجویز کرتی ہین کہ سلطان یونان کو اندرونی انتظام کے لحاظ سے خود مختار ریاست بنا دے۔ اور یہ ریاست ٹرکی کو سالانہ خراج ادا کرتی رہے۔ یہ مسودہ یا یادداشت انگریزی سفیر مسٹر سٹریٹفورڈ کیننگ نے بتاریخ ۵ فروری ۱۸۲۶ء باب عالی کے سامنے پیش کرکے کہا۔ کہ دول یوروپ شرائط مجوزہ پر توسط کرنیکو تیار ہین۔ اِس کا جواب ۱۰ جون ۱۸۲۶ء کو رئیس آفندی نے حسب ذیل دیا۔ "جلالت مآب اپنے اور اپنی رعایا کے درمیان کبھی مداخلت کو منظور نہین کرین گے۔ اور کہ آئیندہ ایسی کسی تجویز اور درخوست کا جواب نہین دیا جائے گا"

اسی مہینہ ترکی افواج نے ایتھنز فتح کر لیا۔ اور باغیون کی رہی سہی کمر ہمت ٹوٹ گئی۔ انگلستان جو زمانہ حال کے مسئلہ آرمینیا کیطرح مسئلہ یونان کے وقت بھی روس سے بڑھکر ٹرکی کا جانی دشمن بنا ہوا تھا۔ اِس جواب اور ایتھنز کی فتح سے بہت

جھنجھلایا۔ اوس نے دول یوروپ کے سامنے تجویز پیش کی کہ سلطان پر متفقہ عملی دباؤ ڈالا جائے۔ روس تو خود اسے ہی چاہتا تھا اوس نے اس تجویز کو فی الفور منظور کر لیا۔ فرانس کا بوربون بادشاہ نپولین کے بعد انگلستان وغیرہ کی طفیل ہی پھر اپنے آبا و اجداد کے تخت پر بیٹھا تھا۔ وہ بھی انگلستان اور روس کے ساتھ شریک ہو گیا۔ آسٹریا اور پرشیا نے شمولیت سے انکار کر دیا مگر ۱۸۹۸ء کے مسئلہ کریٹ کیطرح پاس نرمی کے ساتھ ہی یہ بھی کہدیا کہ وہ ٹرکی کی مدد نہیں کرین گی۔ دول ثلاثہ کو اختیار ہے۔ جو مناسب سمجھیں کریں۔ ان تینوں سلطنتوں نے ۶ جولائی ۱۸۲۷ء کو بمقام لنڈن آپس میں معاہدہ کیا کہ تینوں ملکر فریقین یعنی سلطان اور باغی یونانیوں میں فی الفور جنگ ملتوی کرا دیں۔ اور پھر قطعی تصفیہ کا انتظام کریں۔ قطعی تصفیہ کا بنیادی اصول یہ مقرر کیا کہ یونان کو ٹرکی سے جہانتک اندرونی انتظام کا تعلق ہے جدا کر دیا جائے۔ مگر سلطان برابر شہنشاہ رہے۔ اور یونان اوسے سالانہ محصول اراضی ادا کرتا رہے۔ اور جب فریقین اس اصول کو تسلیم کر لیں تو نئی ریاست کی حدود کی تعیین کر دیجائے۔ اور اگر سلطان اس توسط کو قبول کرنے سے انکار کر دے تو دول متعاہد یونانیوں سے سفارتی تعلقات قائم کر دیں۔ اور باغی صوبہ کو خود مختار ریاست تسلیم کر لیں۔

یہ شرائط فریقین کو سنا دیگئیں۔ اور انکو ایک مہینہ کی مہلت دیگئی۔ یونانیوں نے جنکا قافیہ سخت تنگ ہو رہا تھا ان شرائط کو بخوشی منظور کر لیا۔ مگر غیرتمند سلطان نے انہیں کمال غضب کیساتھ مسترد کر دیا۔ سلطان نے بوجوہات معقول جواب دیا کہ جس ملک کو آزاد کرنے کی تجویز کی جاتی ہے۔ وہ کئی صدیوں سے سلطنت عثمانیہ کا جزو بن چلا آتا ہے۔ اور جن کے ساتھ یہ سلطنتیں جو بظاہر بحالی کی دوستی کا دم بھر رہی ہیں۔ سفارتانہ تعلقات قائم کرنا چاہتی ہیں اور جنکو وہ یونانی گورنمنٹ تسلیم کرنیکا ارادہ رکھتی ہیں۔ وہ ڈاکو مفسد اور اپنے جائز بادشاہ سے باغی ہیں۔ کیا دنیا کی تاریخ میں ایسی مداخلت کی پہلے سے کوئی نظیر پائی جاتی ہے۔ جو جائز حکومت کے تمام اصولوں کی نقیض اور قانون دول کے مخالف ہے۔ جس قانون کے رو سے ہر آزاد سلطنت کو تمام اور ہر ایک اجنبی سلطنت کی بلا مداخلت اپنی رعایا پر حکومت کرنیکا استحقاق حاصل ہے۔ میں ان جائز حقوق سے ہرگز ہرگز دست بردار نہ ہونگا۔

سلطان کے عذرات ایسے معقول تھے کہ عیسائی مدبرین سے بجز تو کوئی جواب نہ بن سکا۔ اور اگر اونمیں انصاف و عدالت کا ایک ذرہ بھی ہوتا تو پھر مداخلت کا نام نہ لیتے مگر خود غرضی تعصب اور کینہ انصاف کو کبھی مدنظر نہیں رکھا کرتے کیا ۱۷۹۸ء کی بغاوت آئرلینڈ اور اوس سے پہلے کی بغاوت امریکہ یا ۱۸۵۷ء کے غدر ہندوستان میں انگلستان کبھی کسی غیر سلطنت کی مداخلت گوارا کرتا یا روس پولنڈ کی بغاوتوں میں کسی کی دست اندازی روا رکھتا۔ ہرگز نہیں مدبرین یوروپ کوئی نظیر ایسی مداخلت کی پیش نہ کر سکے۔ بلکہ اوس کے برعکس اسی یوروپ کے تاجدار چند برس پہلے ویرونا کی کانگرس میں اٹلی اور ہسپانیہ کے فیصلہ کے برخلاف قدیم بادشاہی کی حکومت کو قائم رکھنے کا باتفاق رائے فیصلہ کر چکے تھے جس میں انگلستان کا وزیر اعظم کیننگ سب کا لیڈر اور پیشوا بنا ہوا تھا۔ یہ جدید عالم اصلاحی قائم کرنیکی جرأت نہیں کر سکتے تھے۔

کہ مظلوم کی ظالم کے برخلاف مدد کرنا جایز اور قابل تعریف امر ہے۔ وہ خاص ترکون کے برخلاف اونہی کے مشہور وزیر اعظم احمد کوبرلی کے عمل کو بطور سند پیش کر سکتے تھے۔ جس نے اسی بنیاد پر پولنڈ کی جمہوری ریاست کے برخلاف اوس کے کاسک ماتحتون کی حمایت کو جایز قرار دیا تھا۔ مگر ایک تو یہ الزامی جواب ہوتا۔ جو کسی وقعت کے قابل نہین ہوتا۔ دوسرے اس اصول کو قایم کر دینے سے ہر سلطنت معرض خطر مین پڑ جاتی۔ اور جو طاقت ذرا زبردست ہوتی اوسے اپنے ہمسایون کو اس اصول سے مصیبت مین ڈالنے کا خاصہ بہانہ مل جاتا۔ یہی وجہ تھی کہ ۱۸۲۶ء مین یوروپین مدبرون نے مداخلت کے اصول کو جھجکتے جھجکتے اور دبی آواز مین پیش کیا تھا۔ گو اس مداخلت کے آخر مین بار رو رہ جانے اور امتداد زمانہ سے طبعی طور پر حجاب کے دور ہو جانے سے چندہی برسون کے بعد یوروپین دول نے ٹرکی اور دیگر ایشیائی واقعی کمزور سلطنتون اور ریاستونکو دبانے کیلئے اس اصول کو ایک معمولی آلہ بنا لیا۔

اوسوقت عیسائی مدبرون نے بڑے غور و تامل کے بعد بڑی وجہ یہ پیش کی کہ خونریزی کے انسداد کے لیے وہ مداخلت کرتے ہین "لیکن" بقول کریسی جسکی کتاب قانون بین الاقوام مین اس مضمون پر مفصل بحث کی ہے "یہ وجہ انصافاً و قانوناً اس سے زیادہ کوئی کام نہین دے سکتی تھی کہ اوسے باہمی نامہ و پیام کا باعث بنایا جاتا"۔ ڈیوک آف ولینگٹن نے البتہ اس تنازعہ مین صاف صاف کہدیا تھا کہ سفاکی اور ظلم و ستم کے جو الزام ابراہیم پاشا پر لگائے جاتے ہین۔ اگر وہ درست ثابت ہو جایئن تو پھر قوانین حرب کی وحشیانہ خلاف ورزی کو روکنے کے لیے عملی و جابرانہ مداخلت جایز ہی نہین۔ بلکہ ضروری ہو جاتی ہے۔ مگر ڈیوک نے بھی قوانین حرب کی خلاف ورزی کو مداخلت کی وجہ قرار دیا۔ نہ عام ہمدردی کے اصول کو۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ جب ۱۸۲۶ء مین ابراہیم نے باغیونکو پے در پے شکستین دین تو یونانی خود ہی اپنے دیہات کو آگ لگا کر ملک سے بھاگنے شروع ہو گئے۔ اور اونکے گماشتون اور معاونین نے یوروپ مین یہ مشہور کر دیا کہ ابراہیم جون جون آگے بڑھ رہا ہے۔ کل علاقہ کو پامال و برباد کرتا جاتا ہے۔ وہ مردونکو قتل کر دیتا ہے۔ عورتونکو لونڈیان بنا لیتا ہے اور لڑکون کو ختنہ کر کے مسلمان بنا رہا ہے۔ اور اوس نے علانیہ کہدیا ہے کہ باقیماندہ یونانی آبادی کو وہ مصر منتقل کر دیگا اور اوسکی جگہ قبطون اور عربون کو آباد کر دیگا۔ ڈیوک آف ولینگٹن نے ان الزامات کو سنکر کہا کہ انکی تحقیقات ضرور کیجائے اور اگر وہ درست پائے جاوین تو ثالث طاقتون کو مداخلت کا حق حاصل ہو جائیگا۔ مگر جھوٹ آخر جھوٹ ہوتا ہے۔ یہ صرف بہتان ثابت ہوئے۔ اور اونکی تائید مین کوئی شہادت نہ ملی۔ اور نہ کسی نے دی۔ اور مجبور ہو کر دول ثلاثہ کو مداخلت کیلئے اور بہانے ڈھونڈنے پڑے۔

دول ثلاثہ کے مدبرون نے عام ہمدردی انسانی کی محبت کے علاوہ جو فی زمانہ کمزورون کو پامال کرنے کیلئے دستور کا معمولی بہانہ بنی ہوئی ہے۔ مداخلت کی معقولیت اور جواز کی تائید مین دوسری دلیل یہ پیش کی کہ خاصکر مسٹر ایکنٹ کو

اور شاخی کی استدعا کی ہے۔ مگر یہ ظاہر ہے کہ دو فریقون مین سے ایک کی درخواست پھر خاصکر ایسی صورت مین جب کہ وہ فریق باغی و سرکش رعیت ہو مداخلت کے لیے کبھی معقول وجہ نہین ہو سکتی۔ آخر سلادار و مدار اسبات پر رکھا گیا کہ دوسری سلطنتون کی رعایا کو جو لیوانٹ کے سمندرون مین تجارت کرتی ہین۔ جب سے بغاوت شروع ہوئی ہے۔ بحری قزاقون کی تاخت وتاراج سے سخت اذیتین اور نقصان پہنچ رہا ہے۔ اور چونکہ نہ تو ٹرکی اور نہ یونان ان زیادتیون کو جو اس بدامنی سے پیدا ہوئی ہین۔ روکنے کی طاقت یا خواہش رکھتے ہین۔ اس لیے ان سلطنتون کو اپنی اپنی رعایا کی حفاظت کے لیے مداخلت کرنا ضروری ہو گیا ہے۔ بقول کریسی، ایما نداد مدبرون کی حیثیت سے بھی بلحاظ موقعہ درست نہ تھی۔ ان تینون سلطنتون نے اسوقت مداخلت کی جب کہ سلطان کو باغیون پر صریح غلبہ ہو چکا تھا۔ اور یہ صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ اور تھوڑے سے عرصہ مین آتش فساد بالکل فرو ہو جائیگی۔ اور لیوانٹ مین بدستور وہی امن قایم ہو جائیگا۔ جو صدیون سے چلا آتا تھا۔ علاوہ برین اگر انگلستان۔ روس اور فرانس نے فی الواقع محض بحری قزاقی کے انسداد کی نیت رکھتے تھے۔ تو یہ کام تو بہت تھوڑی سی بحری فوج سے انجام دیا جاسکتا تھا۔ اسقدر جہاز بھیجنے کی جنہون نے نوارینو مین کام دیا کوئی ضرورت نہتھی۔ اور خاصکر سلطان کے جہازون کو تباہ اور موریا مین فوج اوتار کر وہان کے قلعون کو فتح کرنیکی تو برابر احتیاج نہ تہی۔"

الغرض دول ثلاثہ کی یہ مداخلت قانون۔ انصاف اور رسم ورواج کے مخالف تہی۔ مگر روس تو خیر ترکون کا موروثی دشمن تھا۔ اور وہ جو کچھ کر گزرتا تھوڑا تھا۔ انگلستان اور فرانس کا یہ فعل اونکی ذاتی اغراض کے لحاظ سے بھی اونکے حق مین سخت نامناسب بلکہ مضر تھا۔ لیکن مذہبی تعصب اور انتقام کے جوش نے اونکی آنکھون پر پٹی باندہ دی۔ اور اونھون نے اپنے پاؤن پر خود کلہاڑی ماری کئی صدیون کے بعد صلیبی لڑائیون کا منظر پھر دنیا کے سامنے نمودار ہو گیا۔ اور مسیحیت اسلام کی بیخکنی کے لیے خم ٹھونک کر میدان مین نکل آئی۔

میعاد مقررہ گذر گئی۔ اور باب عالی نے کوئی جواب ندیا۔ دول ثلاثہ کے سفراء نے پھر مختصر یاد داشت بھیجکر یاد دہانی کرائی جس کے جواب مین باب عالی نے فقط اپنے جواب مورخہ ... کا حوالہ دیدیا۔ اور کچھ نہ کہا۔ اسپر ٹرکی کے یورپ مین سوداگرون کو روانگی کیلیے تیار رہنے کا ایما کر دیا گیا۔ اور تینون سلطنتون کے بیڑے ترکی ومصری بیڑون اور عساکر کی فوجی کارروائی کو روکنے کیلیے باغی صوبے کے سمندرون مین بھیجدیے گئے۔

اس متفقہ بیڑہ کی کمان انگریزی امیر البحر سرایڈورڈ کاڈرنگٹن کے ہاتھ مین تھی۔ مصری کمانڈر ابراہیم پاشا اور مصری وترکی بیڑے نوارینو مین تھے۔ انگریزی امیر البحر نے بقول الیسن کے بہادر مگر کسیقدر غیر محتاط اور جلدباز افسر تھا ابراہیم پاشا کو ۲۵ جولائی ۱۸۲۷ء کے عہدنامہ لنڈن کی نقل بھیجکر کہلا بھیجا کہ وہ یونانیون کے برخلاف آئندہ کوئی کارروائی نکرین ابراہیم نے جواب دیا کہ مین اپنے والد اور اپنے شہنشاہ کے حکم کے بغیر کسی اور کے حکم کی تعمیل نہین کرسکتا مگر جب اونہون نے دیکھا کہ امیر البحر لڑائی پر تیار ہے تو اونھون نے التوائے جنگ منظور کر لیا۔ لیکن یونانیون نے فطری مکاری وغداری سے کام لیکر عہدنامہ کی حرمت کی کچھ پروا نکی

اور اپنے انگریز ساون افسر کپتان ہیٹنگز کے زیر کمان کچھ فوج مقام سولون کو فتح کرنے کے لیے جہاں ایک ہزار مصری فوج مقیم تھی بھیجدی۔ جب ابراہیم کو اس کی خبر ملی تو اوس نے سولون کی کمک کے لیے چند جہاز نوارینو سے بھیجدیے۔ جنکو متفقہ بیڑے نے پھر نوارینو واپس کر دیا۔ ابراہیم صبر و شکر کرکے خاموش ہو رہا۔ کچھ عرصہ بعد وہ کسی کام کے لیے نوارینو سے موریا کے اندرونی علاقہ کو چلا گیا۔ اور انگریزی امیر البحر نے اوسکی موجودگی کو غنیمت سمجھکر حالانکہ دول ثلاثہ اور ترکی مین سفارتانہ تعلقات برابر قایم اور وہ باہم برسر صلح تھین۔ اور کوئی اعلان جنگ نہ ہوا تھا۔ ۲۰ اکتوبر ۱۸۲۷ء کی بحکم ترکی و مصری بیڑہ پر حملہ کر دیا۔ اور بہانہ یہ بنایا کہ ترکون نے انگریزی قاصد پر جو امور متنازعہ پر گفتگو کرنے کیلیے کشتی پر سوار ہو کر انگریزی بیڑہ سے ترکی بیڑہ کو گیا تھا۔ گولہ چلایا تھا۔ متفقہ بیڑہ مین دس جنگی جہاز دس فراگیٹ اور چند چھوٹے چھوٹے جہاز تھے اور مصری و ترکی بیڑہ مین صرف چار جنگی جہاز۔ ۱۹ فراگیٹ اور چند چھوٹے چھوٹے مرکب تھے۔ ترکی امیر البحر طاہر پاشا اور مصری کمانڈر محرم بک نے دشمن کے اچانک حملہ آور ہو جانے کے باوجود مردانہ وار مقابلہ کیا اور چار گھنٹون تک کمال شجاعت سے لڑتے رہے۔ آخر جب کل جہازات تباہ ہو گئے تو طاہر پاشا ایک چھوٹی سی کشتی پر سوار ہو کر دشمن کے جہازات کے حلقہ مین سے نکل گیا۔ اور اس حادثہ مشومہ کی خبر قسطنطنیہ جا پہنچائی۔ متفقہ بیڑہ اچانک حملہ کر دینے کیوجہ سے دشمن کی نسبت گو بہت فایدہ مین تھا۔ مگر پھر بھی معرکہ مین اوس نے بھی بینظیر مردانگی سے کام لیا۔ ترکی جہازات کے علاوہ جو سامنے تھے ایک طرف سے قلعہ نوارینو اور دوسری طرف سے جزیرہ سفاکٹیریا کی باتریان بھی اوسپر گولہ باری کرتی رہی تھین۔ اس لیے اوسے بھی بہت نقصان اٹھانا پڑا۔ مسلمانون کے نقصان کا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے کہ صرف مصری ملاح ۶ ہزار شہید ہوئے۔

اس لڑائی سے یورپ مین عام تہلکہ برپا ہو گیا۔ قیصر آسٹریا نے سنتے ہی کہا یہ لڑائی نہ تھی قتل عام تھا۔ ڈیوک آف ویلنگٹن بے اختیار پکار اوٹھا "یہ حادثہ نہایت نامبارک ہوا ہے" اس فقرہ کا اعادہ چند ماہ بعد ۱۸۲۸ء کے اجلاس پارلیمنٹ کے افتتاح کے موقعہ پر جارج چہارم شاہ انگلستان نے اپنی تقریر مین کیا۔ اور اوسپر یہ ایزاد کیا کہ اس مقابلہ پر جسکی مجھے ہرگز توقع نہ تھی۔ مجھکو سخت افسوس ہے۔ لوگون کی زبان پر یہ فقرہ عام ہو رہا تھا کہ "سلطان نے بری فوج تو اپنے ہاتھ سے تباہ کی۔ اور بحری فوج کو اوسکے رفقا نے نابود کر دیا" اس واقعہ سے چند سال بعد صوبجات متحدہ امریکہ کے پریسیڈنٹ مسٹر جیکسن نے بمقام وشنگٹن انگریزی سفیر سے کہا "انگلستان اور فرانس نے غلط پالیسی پر کاربند ہو کر روس کو اوسکی طاقت بڑھانے مین مدد دی ہے۔ اونسے واقعہ نوارینو مین سخت غلطی ہوئی۔ اور ایک دن دونون سلطنتین روس کو نوارینو مین مدد دینے کی پاداش مین خون کی آنسون بہائینگی" یہ پیشینگوئی بحر فہامارہ کریمیا مین پوری ہو گئی۔ انگلستان کے منصف مزاج اشخاص نے اس سینہ زوری اور جبر پر ایسی سخت ناراضگی ظاہر کی کہ وزارت کو مجبوراً کہنا پڑا کہ وہ امیر البحر کے فعل سے ناخوش ہے۔ اوسنے احکام سے تجاوز کرکے یہ کارروائی کی ہے۔ اور اوسے واپس بلا لیا گیا۔ مگر دوسری طرف ترکون کے ساتھ نا ملایم

لہ امیر البحر نے وزارت کے اس الزام کو تسلیم نہ کیا تھا اور کہا تھا کہ مین نے صرف احکام کے مطابق کیا ہے (باقی دوسرے صفحہ پر)

کرتے وقت کل الزام ابراہیم پاشا پر لگایا کہ اوس نے عہدنامۂ التوائے جنگ کی خلاف ورزی کر کے متفقہ بیڑہ کو لڑائی پر مجبور کر دیا۔ مگر خود فرانسیسی امیر البحر کی سرکاری تحریرات سے اس اتہام کی تردید اور انگریزی امیر البحر کی حیرت انگیز اور مجنونانہ سینہ زوری کی تصدیق ہو رہی ہے۔

جب یورپ میں اس واقعہ سے اسقدر ناخوشی اور ناپسندیدگی کا اظہار ہوا تو ۲ نومبر کو قسطنطنیہ میں اوس کی خبر پہونچی۔ غیظ و غضب کا دریا جیسا کچھ امڈ آیا ہوگا اوسکا بآسانی قیاس ہو سکتا ہے۔ اگر ینگچری زندہ ہوتے تو باغلب وجوہ کل عیسائی باشندے تہ تیغ کر دئے جاتے۔ مگر نصفت شعار اور منتظم سلطان نے اپنی مسلمان رعایا کو خوب قابو میں رکھا۔ دول ثلاثہ کے وکلا نے یہ خیال کر کے جنگ نوارینو نے باحمیت سلطان اور اوس کی غیور مسلمان رعیت کی کمر ہمت بالکل توڑ دی ہوگی۔ اب وہ شرائط توسط کو تسلیم کر لینگے۔ واقعۂ مذکور پر کسی طرح کا تاسف یا پشیمانی ظاہر کرنے کی بجائے سلطان پر شرائط مذکورہ کو مان لینے کے لیے پہلے سے زیادہ دباؤ ڈالا۔ مگر سلطان اور اوس کے وزرا کا وہی دم خم تہا۔ بحری طاقت برباد ہو گئی تہی۔ باغی صوبے میں اوس کی خاصی بری فوج تو بدستور موجود تہی۔ اوس نے اسوقت بہی توسط اور مداخلت کو قطعاً مسترد کر کے[1] دول ثلاثہ سے اونکی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۸۳) وزرا ایک طرف اپنے بچاؤ کے لیے مجہے رسوا کر رہے ہیں۔" مگر متفق علیہ امر یہ ہے کہ وزارت اور امیر البحر دونوں قصور وار ہیں۔ وزارت نے اوسے ایسے احکام دیے جن کی عبارت سے نہ سہی اونکے الفاظ اور نفس مضمون سے یہ پایا جاتا تہا کہ ترکوں اور یونانیوں میں اور لڑائی نہ ہونے دیکر امیر البحر ترکوں کے وسائل حرب زائل کر دے۔ دوسری غلطی اونہوں نے یہ کی کہ ایسے تند مزاج اور مطلق العنان طبیعت شخص کو اعلے کمان دیدی۔ امیر البحر کا عندیہ اسی سے معلوم ہو سکتا ہے کہ نوارینو کے واقعہ سے پہلے ایکطرف تو اوس نے اپنے ماتحت کمانڈروں کو یہ حکم دیا کہ عثمانیہ بیڑہ کے برخلاف جو کارروائی کیجائے اوس میں یہ احتیاط رکہی جائے کہ وہ لڑائی کی نوبت تک پہونچ جائے۔ اور دوسری طرف ابراہیم کو لکہا کہ "اگر مجہے ترکی بیڑہ کو تباہ کرنیکا موقعہ یا بہانہ ملجائے تو میں اوسے کبہی ہاتھ سے نہ دونگا۔"

[1] مشہور انگریز مورخ آلی سن تاریخ یورپ کی جلد سوم میں جنگ نوارینو کے متعلق حسب ذیل لکہتا ہے "اس نامراد لڑائی کا ہر ایک پہلو اور اس کے تمام متعلقہ امور نہایت ہی قابل شرم اور ذلت بخش ہیں۔ دول ثلاثہ کے امرا بحر اور اونکے وزرا کی بیجا اور جابرانہ کارروائیوں کے ثبوت میں یہی کہدینا کافی ہے کہ ابراہیم پاشا نے اس لڑائی کا جو قصہ بیان کیا تہا۔ اور ان امیر البحروں پر جو الزام لگائے تہے وہ بہی ابتک تردید نہیں کی جا سکی۔ ترکی ۶ جولائی ۱۸۲۷ء کے معاہدہ کی پابند نہ تہی۔ اوس نے اوسے منظور نہیں کیا تہا۔ یہ صرف تین سلطنتوں کی آپس میں قرارداد تہی۔ اور اس کے رو سے اونہوں نے آپس میں یہ اقرار کیا تہا کہ خواہ ترکی مانے یا نہ مانے وہ فلاں کام کرینگی۔ اسوقت اوس سے کسیکو انکار نہیں۔ کہ بیشک متحدہ طاقتوں نے ہی لڑائی میں ابتدا کی تہی۔ اور کہ اونکے جہازات کا صف جنگ میں مرتب ہو کر خلیج میں داخل ہونا ہی صریح معاندانہ فعل تہا۔ ایسی صورت میں سلطان کا جواب بالکل حق بجانب اور درست تہا۔ جو حسب ذیل ہے "میرا قطعی آخری اور ناقابل تغیر مدامی اور راٹل جواب یہی ہے کہ بابعالی یونانیوں کے معاملہ میں کسی غیر سلطنت کی مداخلت کو ہرگز منظور نہیں کرتا۔ اور اونکے متعلق روز قیامت تک اپنی مرضی کے مطابق ہی کاربند ہوگا۔"

حریم معاندانہ فعل کے معاوضہ میں مندرجہ ذیل تین مطالبے جو انصاف و قانون کے رو سے بالکل بجا اور واجب تھے کئے ۔

(۱) متحدہ طاقتیں یونانیوں کے معاملہ میں دست اندازی کرنے سے رک جائیں (۲) باب عالی کو اوس کے تباہ شدہ جہازات کا معاوضہ دیا جائے ۔ (۳) ترکی حکومت کی جو بے حرمتی کی گئی ہے اوس کی معافی مانگی جاوے ۔ مگر ایماندار یسی سلطنتیں کمزور کے مقابلہ پر انصاف و قانون کو بہت کم مدنظر رکھا کرتی ہیں ۔ سفرا نے جواب دیا کہ چونکہ ۶ جولائی ۱۸۲۷ء کا معاہدہ ابتک نافذ العمل ہے ۔ دول متحدہ مداخلت سے باز نہیں آسکتیں ۔ لڑائی میں ابتدا ابراہیم پاشا نے کی تھی اس لیے باب عالی کسی معاوضہ کا مستحق نہیں ۔ اور چونکہ باب عالی کو پہلے مطلع کر دیا گیا تھا کہ اگر اوس نے دول کے مشورہ کو نہ مانا ۔ یا حملہ اوس نے خود ابتدا کر کے جنگ کو اٹل کر دیا تو اوسے جنگ نوارینو ایسے واقعہ کا متوقع رہنا چاہیے ۔ اس لیے وہ اب معافی کا بھی مطالبہ نہیں کر سکتا ۔ جہاں فریقین میں اس قدر اختلاف ہو وہاں کسی طرح کا سمجھوتہ تقریباً ناممکن تھا ۔ دونوں فریق اپنی اپنی بات پر قایم رہے ۔ اور کشیدگی دن بدن زیادہ بڑھتی گئی ۔ اور سفرا چلے جانے پر تیار ہو گئے ۔ ترکی وزرا بخوبی سمجھتے تھے کہ اونکی سلطنت تین زبردست طاقتوں کا مقابلہ کرنے کی قوت نہیں رکھتی ۔ آخر کار اونھوں نے رفع نزاع کیلئے یہانتک مان لیا کہ یونان رہے تو سلطنت میں ہی داخل تاہم باغیوں کو قطعی معافی دیدیجائے گی ۔ محاصل وجزیہ کے کل بقایے معاف اور ضبط شدہ املاک واپس کر دیئے جائیں گے ۔ تمام سابقہ مراعات بحال کر دیجائیں گی ۔ اور آیندہ یونانیوں پر نہایت نرمی سے حکومت کی جائیگی ۔

سفرا نے مجوزہ شرائط کے سوا اور کوئی شرط منظور نہ کی ۔ اور ۸ دسمبر ۱۸۲۷ء کو قسطنطنیہ سے چلے گئے ۔ روسی سفیر اودیسہ چلا گیا ۔ اور فرنچ و انگریزی سفرا جزایر ایونین کو ۔ باب عالی نے اتمام حجت کے لئے پھر بھی نامہ و پیام کا سلسلہ جاری کرنیکی کوشش کی ۔ اور رئیس آفندی نے اس کے متعلق روسی سفیر کو تحریر بھیجی ۔ مگر اوس نے کوئی جواب نہ دیا ۔ اور روسکی سر توڑ فوجی تیاریوں اور سرحد پر روسی افواج کے اجتماع سے بالصراحت واضح ہو گیا کہ زار نکلس رفع نزاع اور مصالحت نہیں چاہتا ۔ بلکہ لڑائی مول لینے پر تیار بیٹھا ہے ۔ حالانکہ روس کی اوسوقت بظاہر سب سلطنتوں سے صلح تھی ۔ اور ایران کے ساتھ جو اوسکی لڑائی جاری تھی وہ بھی نومبر ۱۸۲۷ء میں مصالحت پر ختم ہو چکی تھی ۔ لیکن وہ تابرتوڑ نئے رنگروٹوں کو فوج میں بھرتی اور سلطنت عثمانیہ پر حملہ کرنے کے لئے بحیرہ اسود کے بندرگاہوں میں سامان حرب اور وسایل بار برداری جمع کر رہا تھا ۔ ان مخالفانہ تیاریوں اور حقارت آمیز برتاؤ کے علاوہ اور بھی کئی معاملات دونوں سلطنتوں میں متنازعہ فیہ تھے ۔ روس نے کئی قلعے ایشیا میں دبا رکھے تھے ۔ اور معاہدہ بخارسٹ میں اون کے چھوڑ دینے کا قطعی اقرار کرنے کے باوجود اونپر بدستور قابض تھا ۔ اسی طرح صوبجات ڈنیوب اور سرویا کے متعلق جو اختلافات اور تنازعات کبھی نہ ختم ہونیوالے مخزن تھے کئی امور پر جھگڑا تھا ۔ آخر جب سلطان کو یقین ہو گیا کہ اوسکا موروثی دشمن آیندہ موسم بہار میں حملہ کرنیکا مصمم عزم رکھتا ہے ۔ تو سلطان مرحوم نے بھی حفظ ماتقدم اور دشمن کے مقابلہ کے لئے تیاریاں شروع کر دیں ۔ اور ۲۰ دسمبر ۱۸۲۷ء کو فرمان سلطانی بصادر کر کے

تمام گورنرون - اعیان دولت اور مسلمانون کو لڑائی کے لیئے تیار رہنے کا حکم دیا - فرمان مذکور مین روس پر جو پچاس برسون سے سلطنت عثمانیہ کا مسلسل دشمن چلا آتا ہے "بغاوت یونان کو برپا کرنے کا الزام لگایا گیا - اور بیان کیا گیا کہ متحدہ عیسائی سلطنتون کی تجاویز کو قبول کر لینا عیسائی رعایا کو خود بغاوت کی ترغیب دینے اور سلطنت و مذہب کو کفار کے حوالہ کر دینے کے برابر تھا جن کا اسلام کو برباد اور مسلمانون کو پامال کرنے کے سوا اور کوئی مقصد و مدعا نہین - پچھلے برس جو روس کے دعاوی قبول کر لیئے گئے تھے سو وہ کسیطرح واجب اور درست نہ تھے مگر محض ضرورت وقت (یعنی بغاوت یونان اور سرحدی دول ثلاثہ) نے مجبور کر دیا - اور سلطان نے مسلمانون کی حفاظت و سلامتی کیلیئے اپنی مرضی کے بالکل برخلاف عمل پیرا ہو کر روس سے عہدنامہ "آق کرمان" کر لیا۔"

اس فرمان کے صادر ہونے پر دیوان نے تمام پاشاؤن اور بڑے بڑے شہرون کے اعیان کو بھی سلطنت کے خطرہ سے مطلع اور اوس کے دفعیہ کے لیئے تیار رہنے کیواسطے مندرجہ ذیل خفیہ اعلان بھیجدیا "سابقہ محاربون مین اعدائے دین کا مدعا صرف چند صوبون کو چھین لینا ہوتا تھا - مگر اس لڑائی مین وہ سلطنت عثمانیہ کی کامل بربادی - عثمانیون کو محکوم اور مساجد کو گرجے بنانیکا عزم رکھتے ہین - پس تمام ایماندار مسلمان غریب ہون یا امیر اس مشکل کیوقت اس امر کو کبھی نظرانداز نہ کرین کہ جہاد ہم پر فرض عین ہے - ہمکو اپنے جان و مال کو اس رستہ مین خرچ کرنیسے مطلق دریغ نہین ہونا چاہیئے - پیروان رسول امین اس دنیا اور نیز آخرت کی سعادت حاصل کرنے کیلیئے اسکے سوا اور کوئی ذریعہ نہین رکھتے۔"

سلطان محمود بیڑہ کی تباہی - دول متحدہ کے جبر اور نکث عہد اور اشتعال انگیز جبر و تحکم سے ایسا غضب آلود ہو گیا تھا کہ وہ بے سر و سامانی کے باوجود اوسیوقت دول متحدہ کے ساتھ لڑائی کر دینے پر آمادہ ہو گیا - مندرجہ بالا فرمان بھی اوسی حالت غیظ و اشتعال مین صادر کیا گیا تھا - مگر وزرا اور مشیرون کے سمجھانیسے خود اعلان حرب کرنیسے باز رہا - لیکن روس ایسے عجیب موقعہ کو کب ہاتھ سے جانے دیتا تھا - اوس نے فوجی تیاریون کے مکمل ہوتے اور موسم سرما کے گذرتے ہی ۲۶ اپریل ۱۸۲۸ء کو سلطان کے برخلاف اعلان حرب کر دیا - زار کی اس کارروائی پر خود ایک انگریز مورخ مسٹر میکالی[1] جو کچھ تحریر کرتا ہے اسکا بجنسہ ترجمہ ذیل مین درج کر دیا جاتا ہے "زار نے لڑائی کے لیئے جو وقت منتخب کیا - اوسی سے اوسکی نیت کا پتہ لگتا ہے - متحدہ سلطنتون کے ہاتھ سے عثمانیہ بیڑہ کی تباہی اور یونان کے عملی طور پر آزاد ہو جانے کو ابھی کل چھ مہینے ہوئے تھے - اور اس قلیل عرصہ مین وہ ان نقصانات کی کچھ زیادہ تلافی کر سکتا جو ٹرکی کو سات برس کی مسلسل لڑائی سے پہونچے تھے - بالکل ناممکن تھا - سلطان کے پاس سواحل کی حفاظت اور سمندر کے رستہ سے آمد و رفت اور خبر رسانی کا سلسلہ قایم رکھنے کے لیئے ایک جہاز موجود نہ تھا - برعکس اس کے روسیون کا ایک بیڑہ بحیرہ روم مین موجود تھا - اور دوسرا سباسٹوپل سے نکل کر بحیرہ اسود پر قابض ہو گیا ہوا تھا - نوارینو کی بربادی کو جسنے ٹرکی فوج بحری کا دایان بازو کاٹ گیا تھا - ابھی دو برس نہ ہوئے تھے - اور اس نقصان کے علاوہ سلطان اس خاص

[1] اس مورخ نے ۱۸۵۵ء تک خاندان عثمانیہ کی تاریخ تحریر کی ہے +

مین بہی تہا کہ اکثر پرانے خیال کے مسلمان اِس قدیم فوج کی تباہی سے دل مین سلطان سے بہت ناراض ہو رہے تھے۔ اور انکی بیزاری جیسے کہ توقع تہی محاربہ مین بہت مضر ثابت ہوئی۔ الغرض جسوقت زار نے سلطان پر حملہ کیا اوسوقت وہ دو ایسی مصیبتوں میں مبتلا تہا۔ جن سے بڑہکر بادشاہ کے لیئے کوئی مصیبت نہیں ہوسکتی۔ اور وہ مصیبتین یہ تہین کہ اوسکے پاس نہ فوج تہی نہ بیڑہ۔ باقی رہا دیگر دول کی امداد کا آسرا۔ سو فرانس تو درکنار انمین سے دو علانیہ اوس کے دشمن کے ساتھ موافق تہین۔ اور باقی دو بالکل نیوٹرل اور بے تعلق بنی ہوئی تہین۔ پس اتنے خساروں اور کمزوریون کے ہوتے ہوئے اسبات پر تعجب نہین کہ ٹرکی کو محاربہ مین شکست کیسے مل گئی۔ بلکہ اسپر تعجب ہے کہ وہ بچ کیسے رہی۔ ایسی صورت مین ان وجوہات متنازعہ پر جنکو روس نے اعلان کا باعث بتایا تہا۔ غور کرنا چندان فائدہ بخش نہین۔ وہ برسون کی تیاریان کر رہا تہا۔ اور محض بہانے ڈہونڈہ رہا تہا۔ ترک خواہ عہدناموں کی کیسی پوری پوری تعمیل اور خواہ روس کی کیسی ہی تابعداری کرین۔ جبتک یورپ اور ایشیا مین ایک بہی صوبہ اونکے پاس موجود ہے۔ روسیونکو لڑائی کیلیئے بہانے اور حجتین بہم پہنچا لینے کی کچھ کمی نہین۔ تاہم بسبیل اجمال روسی شکایات کا یہان ذکر کر دیا جاتا ہے۔

سب سے پہلے حسب معمول یہ شکایت تہی کہ بابعالی نے معاہدون کی خلاف ورزی کی ہے۔ اور قانون بین الاقوام کے ضوابط کو بالائے طاق رکہدیا ہے۔ بحیرہ سود اور باسفرس مین ۱۸۲۶ء کے معاہدہ کے برخلاف روسی تجارت کے رستہ مین مشکلات ڈالتا رہا ہے۔ روس اور ایران مین مصالحت ہوجانے کی مزاحمت کرتا رہا ہے۔ اور سب سے آخر یہ الزام لگایا گیا کہ بابعالی نے خود تسلیم کیا ہے کہ آق کرمان کا معاہدہ اوس نے صرف دفع الوقتی کے لیئے کیا تہا۔ اور اسکی شرائط کو پورا کرنیکا شروع سے ہی ارادہ نہین رکہتا تہا۔ ان بیحرمتیون اور خلاف ورزیون کے لیئے اعلان جنگ کیا جاتا ہے۔

بابعالی نے اور تو سب الزامون کی تردید کرکے الٹا روس کو ان بدعہدیون کا مرتکب بنایا۔ مگر معاہدہ آق کرمان کی متعلقہ شکایت کی نسبت خاموش رہا۔ کیونکہ جیسا کہ اوپر لکہا جاچکا ہے۔ سلطان نے غصہ مین آکر ۲۰ دسمبر ۱۸۲۷ء کے فرمان میں بیشک وہ بات لکہدی تہی جس کی روسیون نے شکایت کی تہی۔ لیکن یہ معتبر ذرایع سے تصدیق ہوچکا ہے کہ سلطان نے عہدنامہ پر دستخط کرتے وقت اوس کی شرائط کو نیک نیتی اور صدق دل سے منظور کرلیا تہا۔ مگر جب پہلے روس نے حالانکہ وہ بغاوت یونان مین مداخلت نہ کرنیکا اقرار کرچکا تہا۔ مگر بدعہدی کرکے اپنے جہازات نوارینو بہیجدیئے۔ تو پہر سلطان بہی آق کرمان کے عہدنامہ کی پابندی سے آزاد ہوگیا۔ تاہم اس صادق الوعد اور شریف النفس سلطان بادشاہ نے فرمان مین یہ نہ کہا کہ آیندہ وہ اوس عہدنامہ کی تعمیل نہین کریگا۔ بلکہ صرف اپنی مجبوری کو ظاہر کیا کہ باوجود ناواجب ہونیکے اس نے روس کے مطالبے ماننے پڑے۔ اور اس فقرہ کو بہی بعد ازان ترکی گورنمنٹ واپس لے لینے پر آمادہ ہوگئی تہی۔ لیکن پابند عہد اور ایماندار روسی گورنمنٹ کو جتانا منظور تہا ہے کہ کبہی اپنی بات پر قایم نہین رہی۔ اور جب چاہتی ہے عہدنامون کو بالائے طاق رکہدیتی ہے۔ خاصہ بہانہ مل گیا تہا۔ آخر کوئی عذر نہ سنا اور اعلان حرب کر دیا۔

یہ صاف ظاہر ہے کہ اس کتاب میں محاربہ کے مفصل حالات جو بجائے خود کئی جلدوں میں سماتے ہیں۔ قلمبند کرنے کی مطلقاً گنجائش نہیں۔ شائقین کرنیل جسینی کی کتاب ۔ محاربہ روس و روم ۱۸۲۸ء و ۱۸۲۹ء اور سرآلی سن کی تاریخ یوروپ کی تیسری جلد میں اس کے متعلق دلچسپ معلومات حاصل کر سکتے ہیں تاہم اسقدر بتا دیا جاتا ہے کہ گو ترک ہر طرح سے خسارہ میں تھے۔ بیڑہ جہازات مفقود اور فوج ابھی تک غیر منظم۔ ناقواعد دان اور روس میں زیادہ تر کم سن لڑکے جنکو سلطان اپنی مرضی کے مطابق سکھانا چاہتا تھا داخل تھے۔ تاہم انہوں نے اپنے ملک اور مذہب کی کمال شاندار شجاعت و مردانگی سے محافظت کی۔ اور اگر آخر میں مغلوب ہوئے تو محض ان تین وجہوں سے مشیروں میں اختلاف تھا۔ جنگ کا نقشہ ٹھیک نہ باندھا گیا تھا۔ اور فوج کے سپاہی اور افسر ابھی نو آموز تھے۔ باوجود اس کے وہ دو برس تک تن تنہا روس کے قابل ترین سپہ سالاروں اور چیدہ ترین افواج کا مقابلہ کرتے رہے۔ اور جب تک غنیم کا ایک جیش بحیرہ اسود کے بندر برغاس میں اور دوسرا بحیرہ روم کے بندر اینوس میں پہونچ گیا۔ تب تک اس غیر مساوی لڑائی سے ہاتھ نہ اوٹھایا۔ نہیں اسوقت بھی نہیں بلکہ اوسوقت دست بردار ہوئے جب کہ دول یوروپ بالخصوص انگلستان اور آسٹریا کے سفرائے متعینہ قسطنطنیہ نے بھی مصالحت کیلئے متفق ہو کر کوشش کی۔ اور سلطان کو ایک طرح سے جبراً صلح کے لئے مجبور کر دیا۔ مگر اس محاربہ کی داستان شروع کرنے سے پہلے جو دو برس جاری رہا یہ بتا دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ بغاوت یونان کا کیا حشر ہوا۔

ابراہیم پاشا نے دول ثلاثہ کے اصرار پر پہلے ہی جنگ ملتوی کر دیا تھا جنگ نوارینو کے بعد اوسے بالکل ہی خاموش ہو جانا پڑا۔ تاہم اوس نے اپنے والد کے بلا حکم موریا کو خالی کرنے سے انکار کر دیا۔ باغیوں نے دول ثلاثہ کی تائید سے ۱۲ جنوری ۱۸۲۸ء کو باضابطہ حکومت قائم کر لی۔ مذار کا پرائیویٹ سکرٹری کونٹ کا پوڈیا شریا اعلے حاکم بنایا گیا۔ ۲۰ ارکان کا سینیٹ اوس کی امداد کے لیے قائم کر دیا گیا۔ اور فرانس انگلستان اور روس نے کاروبار چلانے کے لیے مالی امداد دینے کے علاوہ اس گورنمنٹ کے دربار میں اپنے اپنے سفیر بھی مقرر کر دیئے۔ یعنی اوسے باضابطہ اور باقاعدہ گورنمنٹ تسلیم کر لیا۔ ترکی مصری افواج نوارینو، مودون کوروں اور پطراس وغیرہ قصبات میں خاموش بیٹھی تھیں۔ کچھ عرصہ بعد رسد کی قلت سے اونہیں تکلیف پہونچنی شروع ہو گئی۔ باہر سے دول متحدہ کے بیڑے کوئی کمک یا رسد نہ آنے دیتے تھے۔ اودھر ملک ویران ہو رہا تھا۔ اور اس سے کوئی جنس دستیاب نہیں ہو سکتی تھی۔ مگر پھر بھی مصری کمانڈر نے جانیکا نام نہ لیا۔ آخر دول متحدہ نے مصری فوج کو موریا سے جبراً نکالنے کا کام فرانس کے سپرد کر دیا۔ اور فرانسیسی لشکر سواحل موریا کیطرف روانہ ہو گیا۔ محمد علی کو جب اطلاع ملی تو اوس نے بیٹے کو کہلا بھیجا کہ تین طاقتوں کا مقابلہ نا ممکن ہے۔ بغاوت کو فرو کر دینے سے تم اپنا فرض ادا کر چکے۔ اب واپس چلے آؤ۔

اسپر ابراہیم نے ۶ اگست ۱۸۲۸ء کو دول متحدہ کے سفراء سے عہد نامہ تخلیہ کر لیا۔ جسکی رو سے قرار پایا کہ ابراہیم اور اسکی فوج اپنے ہی جہازوں پر مصر کو واپس جائے۔ اسیران جنگ کو حوالہ کر دے۔ اور صرف بارہ سو سپاہی اون قصبات کی حفاظت کیلئے جن میں ترک ابتک بندر ہیں پیچھے چھوڑ جائے۔ اس معاہدہ سے ۲۶ دن بعد فرنچ فوج جنرل میزن کی زیر کمان

نوارینو کے سامنے پہونچگئی۔ اور بمقام پٹیالڈری جہازون سے خشکی پر اتر آئی۔ مصری فوج ۱۲ ستمبر کو جہاز پر سوار ہونی شروع ہوگئی۔
اور ترک باقی کل قصبات چھوڑکر پطراس مین جمع ہوگئے۔ جب متذکرہ صدر بارہ سو سپاہیون کے علاوہ کل مصری فوج موریا سے
چلی گئی۔ تو ۱۶ نومبر ۱۸۲۸ء کو دول ثلاثہ نے باضابطہ طور پر اعلان کیا کہ صرف خونریزی کو روکنے کیلیے موریا کو فرانسیسی فوج بھیجی
گئی ہے۔ اور جب تک قطعی تصفیہ اور مصالحت نہو لے یونان اون کی عارضی حمایت مین رہیگا۔ باب عالی سے درخواست
کردی گئی کہ وہ اس معاملہ کے متعلق دول ثلاثہ سے دوستانہ سمجھوتہ کرلے۔ مزید برآن ان طاقتون نے یونان کے متعلق
آپس مین حسب ذیل فیصلہ کیا۔ یونان باب عالی کو پندرہ لاکھ قرش سالانہ خراج دیا کرے۔ تینون سلطنتین ریاست
کی حکومت پر کسی عیسائی شہزادہ کو منتخب کرکے مامور کرین۔ مسلمان مالکان اراضی یونان سرزمین سے خارج کردیے جائین۔
اور اونکو زمینون کا معاوضہ[1] ادا کردیا جائے۔

اس اعلان کی بنا پر فیصلہ کرنے کے لیے دول ثلاثہ کے سفرا ۱۶ جون ۱۸۲۹ء کو پھر قسطنطنیہ مین داخل ہوئے
مگر باب عالی اور یونان دونون اس قرارداد کو منظور کرنے سے انکار کردیا۔ اور باغی بدستور ترکی علاقہ پر حملہ کرتے رہے
اس تنازعہ کا تصفیہ آخر محاربہ روم سے ہوا۔ اور عہدنامہ اڈریانوپل کے رو سے یونانیون کو کامل آزادی مل گئی۔

---

[1] سطور مندرجہ بالا سے ناظرین کو معلوم ہوگیا ہوگا کہ کریٹ بھی فرانس۔ انگلستان۔ روس اور اٹلی پچھلے دنون اسی متعصبانہ
پالیسی پر کاربند ہوکر اپنے مدعا مین تقریبًا کامیاب ہوگئے ہین۔ اور نومبر ۱۸۹۸ء مین اس جزیرہ کو ترکی حکام فوجی و ملکی
سے بالکل خالی کرالیا ہے۔ فرق صرف اسقدر رہا ہے کہ سلطان محمود لاکھون جانون اور کروڑون روپیہ کو فدا و ضائع کرنیکے بعد رضا
مند ہوئے۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ یونان قطعًا علیحدہ ہوگیا۔ اور موجودہ خلیفۃ المسلمین نے بلا محاربہ شرائط مان لینے سے جزیرہ کو اپنی شہنشاہت
سے قطعًا جدا ہونے دیا۔ اور غالبًا اسی وجہ سے مسیحی دول اسقدر کھلم کھلا تعصب اس موقعہ پر ظاہر نہین کرسکین کہ یونان۔ سرویا۔
رومانیا وغیرہ کی طرح کریٹ سے بھی مسلمان باشندون کے اخراج کو لازمی شرائط قرار دیدیتین۔ گو عملی طور پر مسلمانونکا اب بھی وہان گذارہ
بمشکل ہوسکیگا۔ اور غالبًا کل مسلم آبادی ہجرت کردیجائیگی۔ جسکا سلسلہ ابتدائی بغاوت سے شروع ہے۔ اس مسئلہ کے آخری تصفیہ مجملًا بالالہ
دکھیل مورخہ ۲۰ نومبر ۱۸۹۸ء مین جو رائے مینے ظاہر کی تھی وہ بجنسہ ذیل مین درج کردیجاتی ہے "مسئلہ کریٹ عملی طور پر منفصل ہوگیا۔ یہ شروع
نومبر مین تقریبًا کل ترکی فوج اور اہلکار جزیرہ سے واپس چلے گئے۔ اور تمام دفاتر پر ہر چہار دول متحدہ کے افسر قابض ہوگئے۔ کریٹ کو اعلیٰ
حضرت سلطان المعظم کی براہ راست حکومت سے نکلجانے پر عام افسوس ظاہر کیاجارہا ہے۔ اور اکثر کی رائے مین دست برداری سلطان کی
سخت کمزوری پر دلالت کررہی ہے۔ لیکن اگر وہ اس تنازعہ کے ابتدائی حالات پر غور کرینگے تو غالبًا انہین ایسی رائے قائم کرنیکا موقعہ نہ ملتا۔ یہ ظاہر
ہے کہ دنیا مین کوئی سلطنت ایسی طاقتور موجود نہین ہے جو تین یا چار متفق سلطنتون کا مقابلہ کرسکے۔ پس اگر کوئی اور وجہ نہوتی اور سلطان
محض چارون سلطنتونکے دباؤ سے مجبور ہوکر کریٹ کو چھوڑنے پر رضامند ہوجاتے تو بھی اون پر کمزوری کا الزام کسیطرح وارد نہین ہو
سکتا۔ لیکن زیربحث معاملہ مین دول کے اتفاق کے علاوہ ایک اور بھی بھاری وجہ موجود تھی یعنی جنگ روم و یونان کے چند ماہ پہلے ۱۸۹۶ء کے

محاربہ روس و روم و عہدنامہ ایڈریانوپل

متذکرہ صدر کمزوریوں اور خساروں کے باوجود سلطان محمود نے اس محاذ میں ایسی مستعدی اور کارآزمائی ظاہر کی کہ دشمن دوست سب حیران رہ گئے روس نے ایسی جرار فوج سے حملہ کیا تھا کہ کل یورپ کو چند دنوں میں ترکی کی قسمت کے تصفیہ ہو جانے کی پختہ متوقع تھی۔ بحیرہ اسود اور بحیرہ روم میں سلطان کی بحری طاقت نہ ہونے کے برابر تھی۔ برعکس اس کے فریگیٹوں اور دیگر چھوٹے جہازوں کے علاوہ روس کے سولہ مصافی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۸۹) اخیر اکتوبر ۱۸۹۶ء کے شروع میں کریٹ کو اندرونی خودمختاری عطا کرنے اور وہاں سے ترکی افواج کو واپس طلب کرنے کا وعدہ کر چکا تھا۔ اور اسی وعدہ کی بنا پر دول یورپ نے اپنی نگرانی میں ملکی انتظام کیلئے ترکی فوج کی جگہ جنداد رمیہ یعنی فوجی پولیس قائم کر دی شروع کر دی تھی۔ یونان کی اشتعال سے اس وعدہ کی تعمیل میں اسقدر توقف پڑ گیا کہ عوام بلکہ اکثر خواص کو بھی وعدہ کا وجود تک بھی فراموش ہو گیا۔ اور ممکن ہے کہ بعض کو یہ بھی خیال ہو گیا ہو کہ باب عالی اس توقف و التواء سے فائدہ اوٹھا کر اکثر دول کی طرح ایفائے وعدہ سے اغماض کر جائیگا۔ مگر ایسی توقع رکھنے والے غالبًا اسلامی صداقت اور خاصکر ترکوں کی سخن پروری سے ناواقف ہونگے۔ ہاں یہ ممکن تھا کہ ترکی فتوحات سے یونان کے دعاوی کے باطل اور اوس کی سازشوں کے بے اثر ہو جانے سے چونکہ کریٹ کے باغیوں کی کمر بہت ٹوٹ گئی تھی۔ اور باب عالی وہاں تھوڑے سے تردد کے ساتھ امن و نظام قائم کر سکتا تھا۔ اگر دول یورپ جو بظاہر دفع شر کیلئے دست انداز ہوئی تھیں۔ چاہتیں۔ تو باب عالی کو معاملات کی صورت بدل جانے کیوجہ سے ایفاء وعدہ کی پابندی سے آزاد کر دیتیں۔ مگر اونہوں نے مذہبی تعصب یا ذاتی اغراض سے مجبور ہو کر ایسا کرنا پسند نہ کیا۔ اور ایفائے وعدہ کا اصرار کیا۔ اور سلطان المعظم نے اپنا وعدہ پورا کر دیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر وہ چاہتے تو اپنے ہمعصر مسیحی تاجداروں کیطرح طرح طرح کی حجتیں پیش کر سکتے تھے اور انکار کر دینے سے یورپ کے میگزین میں آگ لگا سکتے تھے۔ مگر جسطرح پہلے امر سے اونکو اونکی طبعی حق پسندی اور اسلامی راستبازی نے روک دیا۔ اوسیطرح دوسرے امر سے فطری امن پسندی اور عامہ خلائق کی بہتری اور سلامتی کی خواہش مانع آئی اور حالات مابعد نے کل دنیا پر واضح کر دیا کہ ہن خودغرضی۔ حرص و طمع۔ تعصب نہانی اور نفس پروری کے پرآشوب زمانہ میں بھی ایسے مردان خدا موجود ہیں۔ جو فتنہ و فساد سے پرمتنفر۔ امن کے دل سے خواہان اور بات کا پاس کرنیوالے ہیں۔ اور ایسے اشخاص وہی ہیں جو بظاہر مدعیان تہذیب و تمدن کہلا رہے ہیں۔ اور قیام امن کے لیے تخفیف مصارف فوجی کے پراز مکر و فریب اعلان شائع کر کے اپنی طامعانہ اور ناصبانہ اغراض و مقاصد اور کارروائیوں کو دنیا کی نظر سے چھپانیکی کوشش کر رہے ہیں۔ بلکہ یہ اوصاف اگر پائے جاتے ہیں تو اوسی قوم میں جسے بالعموم سفاک خونخوار اور وحشی و ظالم کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

جن لوگوں کو خیال ہے کہ سلطان نے محض کمزوری اور دباؤ سے کریٹ کو خالی کیا ہے۔ اونکی تسلی کیلئے انگلستان کے مشہور سربرآوردہ اخبار ٹائمز کا ایک ہی فقرہ کافی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ "اگر سلطان کو قیصر جرمن کیطرف سے امداد کا خفیف سے خفیف بھی اشارہ ملجاتا تو وہ ہر چہار دول کے اصرار بحر کی دہمکیوں کی خس برابر پروا نہ کرتے اور اونہیں ہنسی میں اڑا دیتے" اخبار مذکور کا

جہاز بحیرہ اسود مین اور ایک بیڑہ جس نے جنگ نوارینو مین کام دیا تہا- اور اس مین چھوٹے جہازون کے علاوہ گیارہ مصافی جہاز تہے- بحیرہ مجمع الجزائر مین موجود تہا- اور اِس بحری اقتدار سے روس نے محاربہ مین بے انتہا فائدہ اوٹھایا- فریقین کی برّی طاقت مین بھی بڑا فرق تہا- روس نے ایک لاکھ [illegible] ہزار فوج جنرل وٹ گن سٹین کے زیر کمان جس نے ماسکو سے واپس جاتے وقت نپولین کے جیش عظیم کو خوب پامال کیا تہا یورپ مین میدان جنگ کو روانہ کی- اگر وہ چاہتا تو اس سے زیادہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۹۰) یہ ریمارک جیسا کہ اوس کے الفاظ سے صاف ظاہر ہو رہا ہے- گو تعصب اور دلی بغض سے مبرا نہین- مگر اس کے ساتھ ہی یہ بھی صاف طور پر واضح ہو رہا ہے کہ سلطان اگر اس پاس سخن سے مجبور نہ ہوتے تو تقاضا کنندہ دول کریٹ کو ایسی آسانی سے خالی نہ کر سکتین- بلکہ شاید بالکل ہی نہ کر سکتین-

کریٹ ایسے باموقعہ اور جنگی لحاظ سے نہایت کارآمد جزیرہ کا سلطان کے فوجی تصرف سے نکلجانا- بیشک سخت قابل افسوس امر ہے مگر سلطان کا یہ فعل حکمت عملی سے بھی خالی نہین- اونکی بحری طاقت ایسی کمزور ہے کہ وہ خود اوس کے قبضہ سے دیگر بلاد محروسہ کی حفاظت کے لیے کوئی ایسا بڑا کام نہین لے سکتے تہے- اور چونکہ یہ کمزوری بثبوت موجودہ سالہا کے مزید تک دور نہین کی جا سکتی تہی- اس لیے سنین آئندہ مین بھی اسکا قبضہ چندان مفید نہین ہو سکتا تہا- اون خود مختار ایشیائی و افریقی ریاستون کی طرح جو ابھی تک دول یورپ کے تصرف سے محفوظ ہین- سلطنت عثمانیہ کی بھی نہ صرف خیریت بلکہ بہتری اسی مین ہو کہ دول یورپ کی آپس مین مٹ بھیڑ ہو- اور وہ اونکی جنگ و جدال سے الگ رہین- ان دول کے باہمی تعلقات مین دنیا کے ہر ایک حصہ مین آئے دن جو مزید گتھیان پڑتی چلی جا رہی ہین- اور اونکی اغراض جا بجا ایک دوسرے سے نہ فقط رقیبانہ بلکہ مخالفانہ و معاندانہ ہوتے چلے جا رہے ہین- وہ اصحاب دانش بزدہ سے پوشیدہ نہین- کریٹ پر سلطان المعظم نے چار طاقتون کو یکسان حقوق کے ساتھ قابض کر دینے سے اونکے تعلقات باہمی کو اور زیادہ پیچیدہ اور نازک بنا دیا ہے- ہندی مین عام مثل ہے کہ ساجھے کی ہنڈیا چوراہے مین پہوٹا کرتی ہے- پس اگر یہ جو عملی جلد کوئی رنگ لے آئے جسکا مزا سلطان خود علیحدہ رہکر چپکے سے لوٹتے رہین- تو چندان تعجب خیز نہین ہوگا- البتہ ہر چہار دول کے مذہبی تعصب او خاصکر انگلستان کی غلط پالیسی پر جس قدر افسوس کیا جائے کم ہے- کچھ عرصہ ہوا لارڈ سالسبری نے اپنی ایک تقریر مین بیان کیا تہا کہ سلطنتین عموماً بے جا حرص و طمع اور اپنی ذمہ داریون کو بے اندازہ بڑہائے چلے جانے سے برباد ہوا کرتی ہین- یہ تنبیہ بیشک نہایت قابل تعریف اور معنی خیز تہی- مگر افسوس! خود لارڈ ممدوح ہی اوسپر جیسا کہ چاہیے کاربند نہین ہوتے- اور کریٹ کے معاملہ مین تو اونہون نے اسکی صریح خلاف ورزی کر کے اپنے ملک کی ذمہ داریون کو بہت ہی بڑہا دیا ہے- جو سکو مصر اور سکو چین کے پیچیدہ تنازعات کیساتھ ملکر شاید اچھا اثر پیدا نہ کرین- انگلستان کی رفیق دوسری سلطنتون نے حالانکہ وہ خود بھی کروڑون مسلمان رعایا پر حکمران ہین کریٹ مین اپنے مذہبی تعصب کی باگ اسقدر ڈھیلی کر دی ہے کہ اونکی مقبوضہ کریٹی شہرون مین [illegible] جنڈارمہ کی وردی ایسی تجویز کی گئی ہے- جسے کوئی مسلمان ہرگز پہننا منظور نہین کر سکتا- اور پر صلیب کا نشان لگایا گیا ہے- اور علاوہ برین وردی مذکور کی قطع اور رنگ وہ پسند کیے ہین- جو کریٹ کے عیسائی باغیون اور یونانیون کی وردیون

بہی بہیج سکتا تہا۔ مگر زار نے صوبجات پولنڈ، فنلینڈ اور دیگر بن مین بہی زیردست افواج مقیم رکہنا ضروری تصوّر کیا۔ ادہر ایشیا کے ترکی مقبوضات پر حملہ کرنیکے لیے پرنس شیکوف کے ماتحت ۴۰ ہزار فوج بہیجی گئی۔ اس جرار فوج کے مقابلہ کے لیے سلطان محمود مرحوم صرف ۴۸ ہزار فوج جمع کر سکا۔ اس مین جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے زیادہ تر کمسن لونڈے بہرتی تہے۔ کیونکہ سلطان کو خیال تہا کہ کم عمر لڑکون کو یورپین طرز و آداب سے پختہ عمر کے ترکون ایسی نفرت نہین ہو سکتی۔ پر نخوی جنرل بیرن مولٹکی جو کل محاربہ مین ترکون کیساتہ ہو کر لڑتا رہا تہا۔ اور انگریز کرنیل چسنی لکہتے ہین کہ "پرانی ترکی فوج کے شاندار جاہ و جلال کے مقابلہ پر ان لونڈون کی پلٹنون کو دیکہ کر سخت مایوسی پیدا ہوتی تہی پر لسے مسلمان سپاہیونکی سر تا پا شجاعت خوب صورت اسلحہ اور شاندار بے رُخیہ کا نام و نشان نہ پایا جاتا تہا۔ تاہم اس نئی فوج مین ایک صفت تہی۔ جس کی طفیل وہ سابقہ زمانہ کی بیشمار ترکی فوجون پر بدرجہا زیادہ فوقیت رکہتی تہی۔ اور وہ صفت یہ تہی کہ یہ فوج حکم مانتی تہی۔ اس قواعد دان فوج کے علاوہ سلطان نے ایشیائی صوبون سے تقریبًا ایک لاکہ جاگیری سپاہی اور مجاہد جمع کئے۔ مگر یورپین صوبجات مین اوس کی اصلاحات سے ایسی ناراضی پہیلی ہوئی تہی کہ اون سے بہت کم مدد ملی حتٰی کہ صوبہ بوسنیا سے جہان کے مسلمان شجاعت و نبرد آزمائی مین شہرۂ آفاق تہے۔ ایک سپاہی نہ ملا۔ البتہ فوج توپخانہ وافر اور بخوبی قواعد دان ہی نہین۔ بلکہ اپنے بادشاہ کی سچی ہواخواہ اور جان نثار بہی تہی۔ مزید بران ترکی افواج کو اون شہرون کے مسلمان باشندون سے بہی جنکا روسیون نے محاصرہ کیا حسب معمول قابلقدر مدد ملتی رہی۔ ۱۸۲۸ء مین زیادہ تر محاصرے ہی کئے گئے۔ کہلے میدان مین کوئی لڑائی نہ ہوئی +

حسین پاشا سر عسکر کے پاس ابہی کل فوج جمع نہ ہوئی تہی۔ کہ روسی شروع مئی مین دریائے پروتھ سے عبور کرکے جاسی پر قابض ہو گئے۔ اور مالڈیویا کے ہوسپوڈار جین سٹوررزا کو گرفتار کر لیا۔ ۱۲ مئی کو وہ بخارسٹ پر قابض ہو گئے اور دونون صوبون پر روسی دخل و ضبط ہو گیا۔ بعد ازان روسی سپہ سالار نے فوج کا ایک ڈویژن جنرل رُتہ کے زیر کمان سلسٹریا کی طرف اور دوسرا جنرل ویلاف کے زیر کمان تریلا اور اسمٰعیل پر حملہ کرنے اور وہان سے مشرقی بلقان کیطرف بڑہنے کے لیے بہیجدیا۔ فوج حملہ آور کو روسی بیڑہ رسد و سامان حرب برابر پہونچاتا رہا۔

حسین پاشا نے پیشقدمی کرکے اوس روسی فوج کو جس نے سلسٹریا کا محاصرہ کر لیا ہوا تہا پسپا کر دیا۔ مگر بتاریخ ۲ جون مقام بریلہ کی فوج نے ۲۴ دن کی مردانہ مزاحمت و مدافعت کے بعد جس مین چار ہزار روسی ہلاک ہوئے۔ دوسرے ڈویژن کے سامنے ہتہیار ڈالدیئے جسکے ساتہ ہی مقام ماچین پر بہی روسیون کا قبضہ ہو گیا۔ اور اگلی پیشقدمی کیلئے دریائے ڈنیوب

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۹۱) کے ہین۔ حالانکہ ریتی مور جسپر روسی فوج قابض، اور کینیا جہان فرنگ متصرف ہین، کے مسلمانون کا طریق عمل نہایت پسندیدہ رہا ہے۔ کینڈیا مین البتہ انگریزی کمانڈر سر جی ساڑیں نے منشا ظاہر کیا ہے کہ وہ شہر مذکور کی جدید جنداریری زیادہ تر مسلمان بہرتی کریگا۔ لیکن دیکہئے عمل کسوقت آتے تک اوس کی رائے مین بہی تغیر نہ آجائے۔

راستہ کھل گیا بریلے کے بعد مقامات اسحاقچے - طلچہ اور کیشنجہ نے بلا مقابلہ حملہ آوروں کی اطاعت قبول کر لی - اور روسی دریائے ڈینیوب سے گذر کر بلگیریا میں داخل ہو گئے - اور وارنا کا محاصرہ کر لیا گیا - اوس وقت زار نکلس خود کمان لینے کے لیئے بلگیریا پونچگیا اور بازارجک کو اپنا ہیڈ کوارٹر مقرر کیا - وہان سے اوس نے شوملہ پر جہان حسین پاشا کے زیر کمان ۲۵ ہزار فوج موجود تھی پیشقدمی کی - اور ایکی استنبول پر جس سے قسطنطنیہ کا راستہ کھل گیا - مگر بیماری اور فاقہ سے زار کی فوج کا قافیہ تنگ ہو رہا تھا - یہ فوج جنرل روڈیگر کے زیر کمان تھی - شوملہ کی فوج نے دبا واکر کے جرنیل مذکور کو اوس کی استنبول سے نکالدیا - در ینولا وارنا کا محاصرہ پوری سرگرمی کے ساتھ قائم اور اپنی فوج کا دل بڑھانے کیلیئے خود زار وہان موجود تھا - مگر روسیونکی بحری طاقت کے بے انتہا غلبہ اور محاصرہ کی سختی کے باوجود قپودان پاشا محصور بندر کو رسد پونچانے مین کامیاب ہو گیا اور دوسری طرف وزیر اعظم بیس ہزار فوج بطور کمک لیکر قریب پونچگیا - لیکن قپودان کی کامیابی اور وزیر اعظم کی کوشش روسی روبیہ وارنا کے کمانڈر عمر ورد قی کی غفلت اور یوسف نائب کمانڈر کی غداری کے سامنے بیسود ثابت ہوئین - آخر الذکر نمک حرام نے حالانکہ شہر مین رسد وافر اور ...۷ فوج موجود تھی - اور کمک قریب پہونچگئی تھی - ۱۱ - اکتوبر ۱۸۲۸ء کو شہزادہ کے ہاتھ بیچ یعنی بطمع زر غنیم کے سامنے ہتھیار ڈالدیئے - اور شہر اوس کے حوالہ کر دیا - اس غداری کے بعد یہ ملت فروش فوراً ایک روسی جہاز پر اڈیسہ کو چلا گیا - اور نکلس نے اوسے نمک حرامی کے صلہ مین کریمیا مین وسیع جاگیرین دیدین - اس فتح پر یورپ مین ٹرکی مین پہلا محاربہ ختم ہو گیا - اور فریقین مین فتح و شکست کا موازنہ تقریباً ایسا مساوی رہا کہ روسیون کے نقصانات پر لحاظ کر کے بقول بیرن مولکی یہ فیصلہ کرنا مشکل تھا کہ آیا روسی غالب رہے ہین - جنہون نے وارنا لیلیا ہے - یا ترک - جنہون نے حملہ آورون کو سلسٹریا اور شوملہ کے مقابل سے مار کر بھگا دیا -

مگر ایشیا مین یہ کیفیت نہ ہوئی - روسی بیڑہ نے جو بعد مین وارنا کے محاصرہ مین جا شریک ہوا - بحیرہ اسود کے مشرقی ساحل کے بندر اناپہ کو فتح کر لیا - بعدازان پرنس منس تیکوف نے ادس کے متصلہ بندر پوٹی کو فتح کیا - اور پھر پرنس کے جانشین جنرل پاسکیوچ نے قارس اور من بعد اخالت زک کے میدان مین تیس ہزار ترکی فوج کو فاش شکست دیکر قصبہ اخالت زک پر قبضہ کر لیا - اور موسم سرما کے اترنے سے پہلے پہلے اپنی فاتحانہ قابلیت سے اردہان - اخال خالیک - ہرت وز - طوپرہ قلعہ اور قلعہ وایادین کو بھی تسخیر - اور دوسرے برس ایشیا کوچک پر حملہ آور ہونیکے لیئے رستہ بالکل صاف کر لیا - تاہم یورپین میدان جنگ کی ناکامی سے روس سخت خفیف اور دوسرے برس ان خفتون کی بدنامی دھونیکے لیئے سخت بیچین ہو رہا تھا - اور خدا سے التجا کر رہا تھا کہ کہین کوئی اور طاقت اس داغ کے مٹنے سے پہلے ثالثی پر آمادہ نہ ہو جائے - انگلستان کا وزیر اعظم ڈیوک آف

ن شہر اور قلعون کی فصیلون پر ۱۶۲ توپین نصب تھین - اور اونکے لیئے گولہ بارود کافی موجود تھا - مزید بران گو روسی توپون نے چند موقعون پر شگاف کر دیئے تھے - مگر ابھی تک حملہ نہین کیا تھا - اگر حملہ کیا گیا ہوتا تو اس سے ہی یوسف کی نمک حرامی پر کچھ پردہ پڑ جاتا - یہ محاصرہ ۸۹ دن رہا تھا +

ولینگٹن کی حکومت ملک کے مطالبات حقوق اور دیگر مخمصون مین مبتلا تھی۔ فرانس کا بادشاہ چارلس دہم روس کے ہاتھون بکا ہوا تھا پرشیا کیطرف سے بھی کسی قسم کا خدشہ نہ تھا۔ ایک آسٹریا کی سلطنت باقی تھی جسکے دخیل ہونیکا کسی قدر خدشہ تھا کیونکہ میٹرنخ باوجود اوس کا قائل وزیر اعظم جنوبی مشرقی یوروپ مین روس کے مقبوضات کی وسعت کو آسٹریا کے حق مین کبھی مفید نہین سمجھ سکتا تھا چنانچہ یوروپین مدبرین روسیون کے نام کام رہنے پر آسٹری خوشی سے پہولے نہین سماتے تھے۔ اونکا بیان تھا کہ روس نے مخالف کی طاقت کا صحیح اندازہ نہین کیا تھا۔ اور اسی لیے اوسکو ٹرکی سے اسیطرح واپس ہٹنا پڑا ہے جسطرح نپولین کو ماسکو سے واپس ہونا پڑا تھا۔ مگر جب اونہین روس کے ایشیائی فتوحات کی خبر پہنچی تو اونکی خوشی رنج سے بدلگئی۔ اور آسٹری وزیر میٹرنخ نے انگلستان، فرانس اور پرشیا سے استدعا کی کہ دول یوروپ بیچ بچاؤ کرکے فریقین میں صلح کرادین۔ انگلستان نے اس تجویز کو بنظر استحسان دیکھا مگر فرانس نے ٹکا سا جواب دیا۔ چارلس دہم نے لکھا "مین روس سے متحد رہنا چاہتا ہون۔ اگر زار آسٹریا پر حملہ کرے تو مین اپنی حدود سے تجاوز نہین کرونگا اور حسب مقتضائے وقت کاربند ہونگا۔ لیکن اگر آسٹریا اوسپر حملہ کریگی تو مین فی الفور آسٹریا پر حملہ کردونگا"

زار کو جب اس نامہ و پیام سے مطلع کیا گیا۔ تو گو اوسے ایک گونہ یہ اطمینان ہوگیا کہ آسٹریا کاسی اور سلطنت کے ساتھ نہین دیا اور وہ تنہا ایسی جلد کچھ نہین کرسکے گی تاہم اوسے معلوم ہوگیا کہ اگر وہ اپنے دشمن سے کچھ فائدہ اوٹھانا چاہتا ہے تو اوسے لازم ہے کہ جھٹ پٹ دشمن پر ایسی کامل فتح حاصل کرے۔ جس سے وہ براہ راست صلح کی سلسلہ جنبانی پر مجبور ہوجائے اور پیشتر اس کے کہ آسٹریا تنہا یا اورون کو ساتھ ملاکر ثالثی اور مداخلت کا عزم کرے من مانتی شرائط پر اوس سے عہدنامہ لکھوالے۔ جب ایک دفعہ ایسا ہوگیا تو پھر وہ شرائط یوروپ کو خواہ کیسی ہی ناگوار کیون نہون۔ وہ انکی منسوخی کیلئے ہتھیار نہیں اوٹھائیگا۔ بنابرین ۱۸۲۹ء مین سابق سپہ سالار کو معزول کرکے مارشل ڈیبیٹش[1] کو اعلیٰ کمان سپرد کیگئی۔ اور اوس نے سال اول سے بدرجہا زیادہ اور بہتر فوج لیکر ڈینیوب سے عبور کیا۔ یہ جرنیل اپنے آقا کے منشاء کو بخوبی سمجھتا تھا چنانچہ وہ ایسی طرح عمل پیرا ہوا جس سے منشاء مذکور جلد پورا ہوسکے۔ بیرن مولکی اس کی پیشقدمی اور کارروائی کی نسبت حسب ذیل جامع و مختصر ریمارک کرتا ہے "اوس نے صرف ایک قلعہ کا محاصرہ کیا اور صرف ایک میدان پر لڑائی کی۔ اور اسی سے اپنے دشمن کی سلطنت کے عین قلب مین پہنچگیا جب وہ وہان پہنچا تو اوس کے پاس فوج محض برائے نام تہی۔ لیکن اس نام اور شہرت سے آیا کہ اس فاتح کا مقابلہ ناممکن ہے"

مارشل ڈی بیٹش نے دریا سے عبور کرکے ۸ مئی ۱۸۲۹ء کو سلسٹریا کا محاصرہ کیا۔ دریا کی طغیانی اور مقام مذکور کے راستے کی ناکہ بندی سے اوسے وہان تک پہونچنے مین بہت دقتین پیش آئین۔ محاصرہ کو ابھی چند ہی دن ہوئے تھے کہ رشید پاشا وزیر اعظم نے سالگذشتہ کی جزوی فتوحات سے دلیر ہوکر جارحانہ پہلو اختیار کیا۔ اور سلسٹریا کو کمک پہنچانے کیلئے شوملا سے

---

[1] یہ جرنیل پرشوی نژاد تھا۔ چند برس اپنے ملک مین فوجی خدمت کرنیکے بعد ار سکندر اول کا ملازم ہوگیا تھا۔

روانہ ہوکر مقام پراودی کے قریب بتاریخ ۱۱ مئی روسی جرنیل روتھ کو شکست دی - اور پھر قصبہ مذکور کا محاصرہ کرلیا - اس
معرکہ میں ترکی فوج نے کمال شجاعت اور دلاوری ظاہر کی - مگر افسرون کی ناقابلیت کیوجہ سے کوئی فائدہ نہ اوٹھا سکی - ڈی
بتش نے پراودی کے محاصرہ کی خبر سن کر سلسٹریا کے محاصرہ پر جنرل کراسی کو مامور کیا - اور خود فوج کا زبردست ہمراہ
لیکر روسی فوج محصور کی کمک کو روانہ ہوگیا - اور چند شاندار ڈبل کوچ کرکے شوملا اور پراوادی کے درمیان ایک
مناسب مقام پر قابض ہوگیا - جہان سے نکالنے کے لیے وزیر نے اسطرف کا رخ کیا - اور ۱۱ جون کو فریقین مین قلعہ شاولکے
میدان مین مقابلہ ہوگیا - لڑائی دیر تک ہوتی رہی - اور کئی دفعہ فتح کا پلڑا کبھی ایک طرف اور کبھی دوسری طرف کو جھک
جاتا رہا - آخرش ترکون کو کامل زک پہونچی - اس مین شبہ نہین کہ ترکی سپاہی روسیون سے کمزور ثابت ہوئے - بلکہ محض اسلیے
کہ ڈی بتش بحیثیت سپہ سالار رشید پاشا سے زیادہ قابل تھا - وزیر اعظم ہزیمت خوردہ فوج کے ساتھ شوملا کو ہٹ گیا - اور
وہان اوس سے ایک ایسی غلطی سرزد ہوگئی - جسکا خمیازہ سلطنت عثمانیہ کو بری طرح سے اوٹھانا پڑا - اوس نے یہ سوچکر کہ روسی
سپہ سالار مزید پیشقدمی کرنیسے پہلے ضرور شوملہ پر حملہ کریگا - اور یہان اوس کے لیے کافی فوج نہین ہے - تقریباً تمام اون دستون
کو جو کوہ بلقان کے مختلف درون کی حفاظت پر مامور تھے - شوملہ بلوالیا - اور درون کی نگہبانی پر تھوڑے تھوڑے سپاہی رہنے
دیئے - اس مہلک غلطی سے ڈی بتش کو سلسلہ کوہ بلقان سے جسے ابتک سد سکندری اور ناقابل گذر سمجھا جاتا تھا گذر جانیکا
موقعہ ملگیا - چنانچہ سلسٹریا کے مسخر ہوتے ہی جسے جنرل کراسی نے ۲۶ جون کو ہلہ کرکے فتح کیا - جب وہان کی محاصرہ کنندہ فوج ڈی
بتش سے آملی - اوس نے بلقان کو عبور کرنے کی تیاری کرلی - اور اس دلیرانہ پیشقدمی سے محاربہ کا فیصلہ کردیا - لیکن یقینی
امر ہے کہ اگر بحیرہ اسود اور بحیرہ مجمع الجزائر ترکی بیڑون سے خالی اور اول الذکر روس اور دوسرا اوس کے معاونون کے نیز روسی
امراء بحر کے تصرف مین نہوتا تو ڈی بتش اوس چیرہ دستی کے باوجود جو اوسے اپنی اعلے قابلیت سے حاصل ہوگئی تھی - بلقان کو عبور
کرنے کی کبھی جرأت نہ کرتا - اس بحری اقتدار سے اوس کے لیے بہت آسانیان پیدا ہوگئی تھین - فروری مین روسی بیڑہ نے بحیرہ
اسود کے مغربی ساحل کے مشہور بندر سیزوپولی کو جو بلقان کے جنوب مین واقعہ ہے - اچانک حملہ آور ہوکر فتح کرلیا تھا - اور جولائی
مین روسی وافر سامان حرب اور رسد لیکر خلیج برغاص مین پہنچگیا تھا - جب ڈی بتش کی فوج کوہستانی درون مین سے
گذرتے وقت اپنے ساتھ رسد و گودام کی گاڑیان نہ لیجانی پڑین - وہ خواہ بحیرہ اسود کے ساحل کیطرف پیشقدمی کرتا - یا بحیرہ
مجمع الجزائر کے ساحل کیطرف - سمندر کے راستہ اوسے ہر قسم کا سامان پہنچ سکتا تھا - بلکہ اوس کیلیے پہلے سے پہنچا دیا گیا ہوا تھا
ڈی بتش نے وزیر کی فوج مقیمہ شوملہ کی نگرانی کرتے رہنے کے لیے دس ہزار فوج شوملا کے بالمقابل چھوڑ دی - اور باقیماندہ
کو لیکر آگے بڑھ گیا -

مگر لڑائی کے علاوہ بیماری اور فاقہ سے اسقدر آدمی ضائع ہوچکے تھے کہ باوجودیکہ ڈینوب کے گذرتے وقت وہ ڈیڑھ لاکھ
فوج ساتھ لایا تھا - متذکرہ صدر دس ہزار کو پیچھے چھوڑنے پر اوس کے پاس صرف تیس ہزار آدمی باقی رہگئے تھے - ایسے اہم کام کیلیے

یہ فوج بہت کم تھی۔ لیکن اوس نے سوچ لیا کہ فتح سلسٹریا اور شمولا سے غنیم بہت کچھ مرعوب ہو گیا ہوا ہے۔ اور جب وہ دیکھیگا کہ روسی مزاحمت سے بھی عبور کر آئے ہین۔ جو ناقابل گذر سمجھی جاتی تہی۔ تو اون کے اور چھکے چھوٹ جاینگے۔ اوس کا یہ خیال غلط نہ نکلا۔ اور اوس کی پیشقدمی کا اخلاقی اثر اوس کے عین حسب توقع پڑا۔ مزید برآن اوسے اچھی طرح سے معلوم تہا کہ قسطنطنیہ اور دیگر بڑے بڑے شہرون کے علاوہ البانیا اور رومیلیا کی افواج کے افسرون مین بھی بے چینی عارضی اور تشویش پہیلی ہوئی ہے۔ انہی باتون سے حوصلہ پکڑ کر اوس نے آخر تاریخ ۱۱ جولائی اپنی فوج کو متعدد دستون مین تقسیم کر کے اونہین فی الفور اور چوری چوری پہاڑ کے مختلف درون کی طرف بڑہا دیا۔ جو نو دن کے بعد علیحدہ علیحدہ درون سے گذر کر پہاڑ کے جنوب مین پھر آپس مین مل گئے۔ ترکی نگرانی کنندہ دستونکی جمعیت ہی کیا تہی۔ وہ خفیف سی مزاحمت کے بعد تہ تیغ کر دیئے گئے۔ اور جب روسیون نے مشرقی بلقان کی چوٹیون سے خلیج برغاس کی روشن سطح پر اپنے جہازون کے جہنڈون کو لہراتے دیکھا۔ تو اونکی پرجوشی اور مسرت کا کوئی حد و حساب نہ رہ گیا۔ اور اونکے قدم ایسے ہلکے اوٹھنے لگ گئے کہ گویا سامنے کوئی غنیم موجود ہی نہین۔ یا اگر کوئی ہے تو کچھ حقیقت نہین رکھتا۔ اور فی الحقیقت اونکی پیشقدمی ایک مسلسل فاتحانہ کوچ بن رہی تہی۔ لیکن ایک اور غنیم اونکی حالت دن بدن سخت سقیم اور خطرناک بنا رہا تہا۔ مرض اسہال اور طاعون جنہین حملہ آور ساتہہ لائے تہے ہر روز سینکڑون کو طعمہ اجل بنا رہے تہے۔ مگر بدقسمتی سے یہ کمزوری ترکون کو معلوم نہ تہی۔ اونہین خیال تہا۔ کہ کم از کم ایک لاکہہ روسی بلقان سے عبور کر آئے ہین۔ اور یہ یقینی امر ہے کہ وہ شوملا چھوڑنے سے پہلے وزیر کی فوجکو ضرور نیست و نابود کر آئے ہونگے۔ واقعی قسمت سے عقل و ہوش اور دیگر حواس کے ساتہہ ہی ترکون کی قوت باصرہ مین بھی فرق آگیا تہا۔ قصبہ میسوری کے باشندے ایک افسر ڈی تبش کی فوج کی جمعیت معلوم کرنیکے لیئے روانہ کیا جس نے بعالم خود رفتگی واپس آکر جواب دیا۔ "دشمن کے شمار کی نسبت جنگل کے پتون کا شمار زیادہ آسان ہے"۔ اللہ اکبر مبالغہ بہی ہو تو ایسا ہی۔ خدا غارت کرے اس ایشیائی شاعری اور مبالغہ پسندی کا ستیاناس کرے۔ یہ ہزارون گھرانون کا ہی نہین بلکہ سینکڑون سلطنتون کا بہی ستیاناس کر چکی ہے۔ مگر زیادہ تر افسوس ان نااہلون پر ہے جنہون نے مسلمان کہلا کے باوجود صرف شخص واحد کی روایت پر اعتبار کر لیا۔ حالانکہ شریعت نے ادنی سے ادنی معاملہ کی صداقت کے امتحان کیلیئے دو بالغ و عاقل مردونکی شہادت کو ضروری اور لازمی قرار دیدیا ہے۔ ایسی خبرنے رہے سہے ہوش غائب کر دیئے۔ اور روسی بیتسوری۔ برغاس اور آہم ترین بندر ایدوس پر تقریبًا بلامزاحمت قابض ہو گئے۔ ساحل سے ڈی بیتش نے اندرون ملک کیطرف بجانب ایڈریانوپل رخ کیا۔ اور ۲۰ اگست ۱۸۲۹ء کو حالانکہ اس مین ایک لاکھ باشندے اور دس ہزار سپاہ موجود تہی۔ یوروپین ٹرکی کے سابق دارالخلافہ اور زمانہ حال کے دوم شہر ایڈریانوپل نے بیس ہزار سے کم دبازدہ اور نحیف و لاچار روسیون کی اطاعت قبول کر لی۔ اور وہان سے ڈی بیتش نے چند دستے روانہ کر کے دیموتیکا۔ ایپسالا اور جزیرہ مجمع الجزائر کے بندر اینوس پر قبضہ کر لیا۔ جس سے اوسکا میمنہ بحیرہ مذکور کے ساحل پر بمقام اینوس قلب بمقام ایڈریانوپل اور میسرہ بحیرہ اسود کے ساحل پر بمقام برغاس

قایم ہوگیا۔ اور قسطنطنیہ باسفرس اور ڈارڈنیلز اوس کی لپیٹ مین آگئے۔ ڈی تبش نے اس موقعہ پر نہایت دوراندیشی اور فرزانگی سے کام لیا۔ اوس نے اپنے کسی سپاہی کو ترکی قصبات پر قابض ہوتے وقت یا رومیلیا مین سے گذرتے وقت باشندون پر ذراسی بھی سختی نہ کرنے دی۔ اور جو ایسا کام مرتکب ہوتا اوسے سخت سزا دیتا۔ اس کا یہ اثر ہوا کہ احسان فراموش عیسائی باشندون نے تو خیر لازمی طور پر خوش ہونا تھا۔ مسلمان باشندون نے بھی جب دیکھا کہ اونکا ننگ وناموس اور جان ومال سب طرح سے محفوظ ہے۔ اور اونکی مذہبی اور معاشرتی معاملات مین کسیطرح کی دست اندازی نہین کی جاتی۔ تو وہ اپنے اپنے کاروبار مین مصروف ہوگئے۔ اگر ڈی تبش یہ نکرتا تو اوسکی قلیل المقدار اور بیمار فوج مسلمان باشندون کے ساتھ ہی متفرق لڑائیان کرنے مین نیست ونابود ہوجاتی۔ اس بین کمزوری کے باوجود اس نے مرعوب دشمن پر اپنی طاقت کا خوف سکہ بٹھائے رکھا۔ اور قابل تعریف مصنوعی استقلال وخوداعتمادی اور فوجی نمایش سے روزافزون ضعف اور سخت خطرناک اندیشہ کو بڑی عمدگی سے چھپایا۔ وہ جانتا تہا کہ اگر قسطنطنیہ پر پیشقدمی کی گئی تو یہ راز زیادہ عرصہ نہان نہین رہیگا۔ قسطنطنیہ مین اوس کی مورچہ بندی کی مضبوطی اور استواری کے علاوہ اب اس قدر فوج جمع ہوگئی تھی۔ اور وہان کی مسلمان آبادی جو روسی فوجکو دیکھتے ہی لازمی طور پر سرفروشی پر کمربستہ ہوجاتی۔ اسقدر زیادہ تھی کہ وہ وہان فتحیاب ہونیکا خواب مین بھی گمان نہین کرسکتا تہا۔ مزید برآن عقب مین بمقام شوملا وزیر کی فوج اوس روسی فوج سے جو اوس کی نگرانی کے لیے چھوڑی گئی تھی۔ بہت زیادہ تھی۔ اور بازو پر سکوڈری کا پاشا مصطفےٰ اتیس ہزار جان نثار البانوی فوج کے ساتھ موجود تہا۔ یہ پاشا اب تک باب عالی کے احکام کی تعمیل سے انکار کرتا رہا تھا۔ مگر اس نافرمانی کے برابر قایم رہنے پر بھروسہ کرنا حماقت تھی۔ بین ڈی تبش کے لیے جو عجب خطرناک مخمصہ مین پھنس گیا تہا۔ اب صرف دو صورتین تھین۔ صلح یا تباہی۔ اور حصول صلح کیلئے اوسے بظاہر کمال سرگرمی سے مشغول بیکار رہنا لازمی تہا۔ لیکن اگر اوس کے طالع یاور نہ ہوتے تو یہ بناوٹ بھی کب تک نبھ سکتی تھی۔ اوس کی خوش قسمتی سے قسطنطنیہ مین سخت تشویش اور بدنظمی ہی مستولی نہین ہورہی تھی۔ بلکہ ترکی مدبرین اور اکثر یورپین سفرا بھی روسی فوج کی اصل حالت سے محض بیخبر تھے۔ ڈی تبش کی کمال خطرناک اور جھوٹی فاتحانہ پیشقدمی کے برعکس ایشیا مین روسیون کو واقعی فتوحات حاصل ہوئی تہین۔ گو تصفیہ محاربہ پر کلھما اول الذکر ہی کا اثر پڑا۔ ۱۸۲۹ء کے محاربہ کے شروع مین ترکون نے اخالت زک پر حملہ کرکے شکست کھائی۔ اور روسی جرنیلون نے اونکا تعاقب کرکے پہلے ارض روم اور پھر طرابزون کے پاشا کو پے درپے شکستین دین۔ اور آخر کوستان لوک کو عبور کرکے چند معرکون کے بعد بتاریخ ۹ جولائی ارض روم کو فتح کرلیا جس کے بعد پاسکیوچ نے طرابزون کیطرف پیشقدمی شروع کردی۔ ان دو طرفہ ہزیمتون کی خبرون سے دارالخلافہ مین سخت ہلچل برپا ہوگئی جس سے فایدہ اوٹھاکر چند بدبختان ازلی اور بدخواہان ملک وملت نے جو ینگچریون کے ہواخواہ تھے ایسے نازک موقعہ پر سلطان اور سلطنت کے برخلاف بغاوت کرادینے کا انتظام کردیا۔ مگر سلطان کو بروقت خبر لگگئی۔ اور اوسکے اعلٰی پولیس افسر خسرو پاشا نے قتل عام کرکے اس سازش کو بیخ وبن سے اکھاڑدیا۔ پاشا موصوف نے اسموقعہ پر بہت سختی سے

بھرنا واجب نہین کام لیا۔ اور یہ کوشش کی کہ کوئی مجرم نہ بچ جائے۔ خواہ ایسا کرنے مین سینکڑون بیگناہ ہلاک ہو جائین۔ لیکن اس سختی سے گو ناراضی کا علانیہ اظہار موقوف ہوگیا۔ مگر اندر ہی اندر اوس کی آگ زیادہ تیزی کے ساتھ پہیلتی گئی۔ اور سب کو یقین ہوگیا کہ اگر آج نہین تو کل یہ مواد ضرور پہوٹ پڑیگا۔ اور اگر اس مین شہر باشندون کے ہی ہاتھ سے غارت و معدوم ہو جائے تو کچھ بعید نہین۔ اکثر سپاہی بہی میدان جنگ یا مفتوحہ قلعون سے دار الخلافہ کو بہاگ آئے ہوئے تہے۔ اور اونکی شورہ پشتی کا سب سے زیادہ اندیشہ تہا۔

انگریز مورخین کا بیان ہے کہ یوروپین سفرا ڈی ٹبش کی جمعیت کی نسبت اوسی مغالطہ مین تہے جو ترکون کو ہوتا تہا۔ چنانچہ اس امر کی تصدیق کسیقدر اون خطوط سے بہی ہورہی ہے۔ جو فرنچ اور انگریزی سفرا نے ڈی ٹبش کو لکہے تہے۔ لیکن یوروپین دول کے سفرا کی معمولی چالون کے لحاظ سے اگر کسی شخص کو اس امر کے ماننے سے انکار ہو۔ اور اوسے شک ہو کہ سفراء مذکور یا اونمین سے اکثر یا بعض نے باوجود علم بناوٹی سہم و اندیشہ سے کام لیا تہا۔ تو ایسا شک کرنے مین اوسے بالیقین غلطی پر نہین کہا جا سکتا۔ بہرحال یہ یقینی امر ہے کہ سفراء نے ترکی وزراء پر جو پہلے سے ہی کچھ کم مرعوب و مرہوب اور حواس باختہ نہین ہورہے تہے۔ سخت زور ڈالا کہ روس خواہ کیسی کڑی شرطین پیش کرے۔ سلطان کو قبول کرنے پر رضامند کرکے سلطنت کو کامل تباہی سے بچالو۔ اولو العزم محمود اس بزدلانہ نصیحت کو ماننے سے عرصہ تک انکار کرتا رہا۔ اور جیسا کہ کریسی نے لکہا ہے کاش اوس وقت اپنے مردانہ مشورہ سے سلطان کے مردانہ عزم کی پابندی کرتے رہنے کے لیئے اوس کے پاس ایک بہی وفادار دوست موجود ہوتا۔ مگر افسوس ایسا کوئی شخص موجود نہ تہا۔ برعکس اس کے سلطان پر چارون طرف سے صلح کرلینے کے مشورون اور تقاضون کی بہرمار ہورہی تہی۔ وہ جوانمرد تنہا کب تک ثابت قدم رہتا۔ آخر مان گیا اور انعقاد صلح کیلئے خاص حکام روسی کیمپ کو بہیجے گئے۔ ۹ اگست ۱۸۲۹ء کو جنگ ملتوی ہوگیا۔ اور پرشیا اور انگلستان کی وساطت سے قطعی عہدنامہ صلح کی شرائط طے کی گئین۔ اور ۱۴ ستمبر ۱۸۲۹ء کو فریقین کے وکلاء نے عہدنامہ ایڈریانوپل پر دستخط کر دیئے۔

اس عہدنامہ کے رو سے یوروپ مین بدستور دریائے پروتھ دونون سلطنتون مین حد فاصل رہا۔ مگر دریائے ڈینیوب کے دہانے اور وہان کے جزائر روس کو ملگئے۔ جس سے وہ وسط یوروپ اور بالخصوص آسٹریا کی تجارت کے اس بحری رستہ کا مالک ہوگیا۔ دریائے مذکور کے ٹہیک دشتات تک اوس ساحل کے لیئے جو ترکی علاقہ کیطرف تہا قرار دیا گیا کہ وہ سات سات میل تک غیر آباد رکہا جائے۔ بجز اس کے باقی تمام یوروپین فتوحات واپس کردیگئین۔ اسی طرح ایشیا مین کیا گیا۔ مگر بندر اناپہ۔ پوٹی اضلاع اخالت زک و اخال کلکی روس نے اپنے پاس رکہے۔ حالانکہ زار نے اعلان جنگ مین حلفیہ بیان کیا تہا کہ وہ ہرگز کوئی علاقہ نہین لینا چاہتا۔ اوس علاقہ کے لینے سے جو دریائے کور کے طاس کے بالائی حصہ کے متصل ہے۔ علاقہ کیشیا کے جنگجو اور بہادر باشندے نہ فقط ترکی بلکہ بحیرہ سیاہ کے بندرگاہون سے بہی جہان سے اونہین بارہا ہتہیار بہم پہونچتے رہتے تہے جدا ہوگئے۔ اور اس طرح سے

اس علاقہ کے حصول سے روس نے بحیرہ خضر اور بحیرہ اسود کے درمیانی علاقون کے باشندون کو مطیع فرمان بنانے کیلئے راستہ صاف کرلیا۔ جارجیا۔ امریٹیا۔ منگریلیا اور گوریل کی نسبت بطور تاکید مزید عہدنامہ مین لکھا گیا کہ "یہ اور کئی دیگر علاقہ جات کوہ قاف عرصہ دراز سے دوام کے لیئے روس سے ملحق ہین" والیشیا اور مالڈیویا کے لیئے قرار دیا گیا۔ کہ آئندہ ہاسپیوڈار تاحیات العمر کے لیئے مقرر ہوا کرین۔ اور سوائے خاص خاص صورتون کے موقوف نہ کیئے جا سکین۔ اور اوس حالت مین بھی روس اور باب عالی دونون کی متفقہ منظوری لازمی ہے۔ دریا ڈینیوب کے شمالی (بائین) ساحل پر گرگیو وغیرہ مقامات مین جسقدر ترکی قلعے ہین۔ اونکو مسمار کردیا جائے۔ کوئی ترک افسران صوبون کے معاملات مین مداخلت نہ کرے۔ اور آئندہ کوئی مسلمان وہان رہائش نہ رکھے۔ جو اسوقت وہان موجود ہین۔ وہ ڈیڑھ برس کے اندر اپنے املاک فروخت کرکے ہجرت کرجائین۔ نیز یہ مراعات سابقہ مراعات و شرائط کے علاوہ تھین۔ جن کی تجدید پھر اس عہدنامہ مین کی گئی۔ الغرض برائے نام شہنشاہت اور قلیل المقدار سالانہ خراج کے ماسوا ان صوبون کو ٹرکی سے ایک طرح سے مطلق آزاد کر دیا گیا۔ اور خراج کی نسبت بھی یہ شرط لگا دیگئی کہ تاریخ عہدنامہ سے دو سال تک نہ لیا جائے۔ سرویا کی نسبت ششم دفعہ مین لکھا گیا کہ عہدنامہ آق کرمان مین جو اہالی سرویا کی نسبت جو شرائط قرار پائی تھین اونپر فی الفور عمل درآمد کیا جائے۔ اور سلطان خط شریف صادر کرکے جسکی نقل ایک مہینہ کے اندر دربار روس کو بھیجدی جائے۔ شرائط مذکورہ کی قطعی تصدیق کردین۔ روسی تجارتی جہازون کو بحیرہ اسود و بحیرہ روم جانیکی آزادی دیگئی۔ اور قرار پایا کہ باب عالی روسی سوداگرون کے نقصانات کے معاوضہ مین ایک کروڑ ساٹھ لاکھ فرنک چار قسطون مین ادا کرے۔ جو روسی رعایا تاجر ٹرکی مین مقیم ہون یا سیاحت کرین۔ وہ ٹرکی قوانین یا حکام کی تابع نہین ہونگے۔ بلکہ روسی سفراء اور قونصلون کے احکام کے پابند ہونگے۔ ترکی حکام کسی روسی جہاز مین خواہ وہ ترکی سمندر مین ہو یا کسی ترکی بندرگاہ مین داخل نہ ہونگے۔ روسی تاجر (حالانکہ اسوقت ٹرکی مین ایک روسی تاجر نہ تھا) صرف اسباب پر تین فیصدی محصول دینگے۔ باب عالی کل خطاکارون کو عام معافی عطا کرے۔ اور پچاس لاکھ پونڈ تاوان جنگ دس قسطون مین دے۔ نیز اوس کے پاس فوجی بحری اور اندرونی درستی کے لیئے کوئی روپیہ نہ رہنے دیا جائے۔ پہلی قسط کی وصولی پر روسی ایڈریانوپل خالی کردینگے۔ دوسری کی وصولی پر بلقان سے عبور کرینگے۔ اور آخری قسط کی وصولی پر عثمانیہ قلمرو سے قطعاً باہر ہونگے۔ یعنی بالفاظ دیگر دس برس والیشیا اور مالڈیویا پر قابض رہین گے۔

یونان کی نسبت سلطان نے عہدنامہ لنڈن کی شرائط اور دول کے تصفیہ کو منظور کرلینے کا اقرار کیا۔ اور دول نے چند مہینون کی باہمی نامہ و پیام کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ یونان کو بالکل آزاد قلمرو بنا دیا جائے۔ ٹرکی کی طرف اوسکی حد خلیج وولو اور خلیج آرٹا کے درمیان قائم کیگئی۔ جس سے تھیسلی والبانیا ٹرکی کے سرحدی صوبے بن گئے۔ جزائر یوبوا سپورادس اور سائکلاڈیس بھی نئی ریاست کے حوالہ کیئے گئے۔ جزائر ایونین[1] انگلستان کی تحویل مین رہے۔ اور کریٹ اور دیگر جزائر باب عالی کے پاس

[1] ان جزائر کا متن مین پہلے کئی دفعہ ذکر ہو چکا ہے۔ یہ تعداد مین سات ہین کارفو۔ سفالونیا۔ زانٹی۔ سنٹا مورا۔ اتھاکا۔ سریگو۔ پکسو

رہنے دیئے گئے۔ ان میں سے کریٹ کو سلطان نے مصر کے پاشا کی ولائت میں شامل کر دیا ہوا تھا۔ سلطان نے اس تصفیہ کو مئی ۱۸۳۳ء میں منظور کر لیا اور سہو قت سے سلطنت عثمانیہ کے لیئے یہ ایک اور بغلی گھونسہ موجود ہو گیا۔ جس نے اپنی مہربیون کی طفیل ۱۸۸۱ء میں صوبہ تھسلی کو بھی حاصل کر لیا۔ اور ۱۸۹۷ء میں ترکون سے سخت زک اوٹھانے اور تاوان جنگ ادا کرنیکے باوجود ۱۸۹۸ء کے آخر میں چار ایماندار مسیحی دول یورپ (فرانس۔ انگلستان۔ روس و اٹلی) نے آخر جزیرہ کریٹ کو بھی جسکی وجہ سے ہی سال ماقبل میں ہنگامہ کارزار برپا ہوا تھا۔ شاہ یونان کے دوسرے فرزند جارج کے حوالہ کر دیا یعنی اوسکے آخر ایکدن یونان سے ملحق ہو جانے کے لیئے راستہ تیار کر دیا۔

عہد نامہ اڈریانوپل کی شرائط ہی ایسی سخت اور ذلت بخش تھین کہ معمولی حمیت کا فرمانروا بھی انہین دیکھ کر چشم پرآب ہو جاتا۔ چہ جائے کہ محمود مرحوم ایسے غیور اور جری کو ایسی ذلت کا مقابلہ کرنا پڑا۔ چنانچہ جب اوس نے اس عہد نامہ پر دستخط کئے۔ تو اوس جوانمرد کا استقلال اور حوصلہ جو بڑے بڑے خطرات سے نہ گھبرایا تھا۔ قائم نہ رہ سکا۔ اوسکی آنکھون سے آنسو جاری ہو گئے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۹۹) یہ مجموعہ یونان کے مغرب میں واقع ہے کارفو سب سے بڑا ہے۔ رقبہ ۱۰۴۱ میل مربع اور آبادی تقریباً ڈھائی لاکھ ہے۔ یہ جزائر ۱۰۸۱ء تک سلطنت روما کے مشرقی حصے کے ماتحت رہے۔ بعد ازان اٹلی کے جنوبی ضلع کالابریا کے ملوک نے اونپر قبضہ کر لیا پھر متعدد تغیرات اور انقلابات کے بعد پندرھوین صدی میں وینس کی جمہوری ریاست نے اونپر قبضہ کر لیا۔ معاہدہ کامپو فورمیو کے روسے ۱۷۹۷ء میں وینس کے مقبوضات [illegible] وفرانس میں تقسیم ہو جاتا۔ اور جزائر کا نپولین کے حصہ میں آنا۔ اور پھر ٹرکی روس اور دوبارہ فرانس کے پاس رہنے [illegible] ستان کے اونپر قابض ہو جانیکا متن میں ذکر ہو چکا ہے۔ ۱۸۴۹ء میں باشندگان نے جو سب کے سب عیسائی دیوتانی کلیسیا، تھے۔ اپنی عیسائی حکمران سلطنت یعنی انگلستان کی حکومت وحمایت کے برخلاف بغاوت کر دی جسے وہان کے انگریز گورنر سر ہنری وارڈ نے بزور شمشیر فرو تو کر دیا۔ مگر ناراضی بدستور روز افزون پر رہی جبپر مسٹر گلیڈسٹون متوفی کو خاص کمشنر بنا کر تحقیقات اور رعایا کا عندیہ معلوم کرنے کے لیئے موقعہ پر بھیجا گیا۔ باشندون نے یکزبان ہو کر کہا کہ جب تک ان جزائر کو یونان سے ملحق نہ کر دیا جائیگا۔ اور انگلستان قبضہ نہ چھوڑے گا۔ ہم کبھی رضامند اور قانع نہین ہون گے۔ انگلستان کے لیئے جس نے یونان کو ٹرکی سے آزاد کرا کر مستقل سلطنت بنانے مین سب سے زیادہ حصہ لیا تھا۔ یہ خوب تازیانہ عبرت تھا۔ مگر افسوس مذہبی یگانگت پھر پالیسی پر غالب آجاتی۔ اور وہ ٹرکی کے باغی ہمسایون کی مدد کرنے سے اب تک باز نہین آیا۔ اور اس طرح سے اپنے رستہ مین کانٹے بوتا چلا جاتا ہے۔ چنانچہ سب سے آخری ترکی علاقہ جسپر اوس کی نظر عنایت مبذول ہوئی ہے۔ جزیرہ کریٹ ہے اور دیکھئے ابھی کس وقت یہ جابرانہ اور متعصبانہ مداخلت ختم ہوتی ہے۔ خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا۔ جب انگلستان کو یقین ہو گیا کہ باشندے اپنے عزم سے کبھی نہین ہٹین گے۔ تو اوس نے مارچ ۱۸۶۴ء میں یہ جزائر یونان کے حوالہ کر دیئے (مؤلف)

اور وہ ایسا مایوس و شکستہ دل ہو گیا کہ کئی ہفتوں تک اپنی باسفرس محل واقع تھراپیا سے باہر نہ نکلا۔ ہمیں معاہدہ سے کچھ دنوں بعد روسی سپہ سالار کی طاقت کی قلعی سب پر کھل گئی۔ اوس وقت سلطان کو جو اور رنج پہنچا ہو گا۔ وہ باسانی قیاس کیا جاسکتا ہے۔ اور اوس میں کوئی کلام نہیں کہ اگر ایسا معاملہ کسی یوروپین بادشاہ کو پیش آتا تو وہ فوراً عہدنامہ وغیرہ کو بالائے طاق رکھ کر اپنے دشمن کو ملیا میٹ کر دیتا یا کم از کم عہدنامہ سے فوراً منحرف ہو جاتا۔ مگر محمود کے دل میں اس کے اسلامی اخلاق نے ایسی انحراف کا خیال تک بھی نہ گذرنے دیا۔ خواہ عام دنیادار کچھ ہی کیوں نہ کہیں۔ اور اہالی یورپ اپنی بے ایمانیوں کے بارور ہوتے رہنے پر کتنی ہی خوشی و فخر کیوں نہ ظاہر کریں۔ مگر میرا پختہ یقین ہے کہ صدیوں سے دشمنوں اور صعب ترین دشمنوں کے نرغہ میں مبتلا۔ اندرونی مشکلات میں محصور اور زمانہ کی ترقیات جدیدہ میں پسماندہ ہونے کے باوجود سلطنت عثمانیہ کا اب تک موجود و قایم رہنا انہی ایمانداری۔ نیک نیتی اور پاس سخن کی طفیل ہے۔ یہ اخلاقی خوبیاں جو اسلام کا لازمی خاصہ ہیں۔ اگر ان میں نہ ہوتیں تو خواہ وہ مادی ترقی کے معراج پر ہی کیوں نہ پہونچ گئے ہوتے۔ اونکا وجود اب تک بالیقین ناپید ہو گیا ہوتا۔

روسی فوج میں وباء اسقدر زوروں پر تھی کہ صلح کا عہدنامہ ہونے تک ڈی ابسک کے پاس صرف پندرہ سولہ ہزار سپاہی رہگئے۔ اور جب ایڈریانوپل سے روانہ ہونیسے پہلے نومبر میں اوس نے اپنی فوج کا عام جایزہ لیا تو بمشکل تیرہ ہزار سپاہی ہر قسم کے اوس میں جمع ہوئے۔ اس سال کے محاربہ میں دیگر روسی جنرلوں کی فوجوں کو بھی وباؤ طاعون سے ایسا ہی سخت نقصان پہنچا۔ اندازہ لگایا گیا ہے کہ ان دو ڈھائی لاکھ روسیوں میں سے جو بلاد عثمانیہ پر حملہ آور ہوئے تھے صرف دس یا پندرہ ہزار روسی دریائے ڈینوب کو پھر عبور کرکے اپنے ملک کو واپس گئے۔ یعنی اونکی تقریباً ساری کی ساری فوج اسی وجہ سے محاربہ میں تلف ہوئی۔ عہدنامہ ہو جانیکے بعد سکودری (البانیا کا صدر مقام) کے پاشا نے اوسے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ یہ پاشا بگڑی تھا اور گو اسکے پاس تیس ہزار البانوی فوج جمع تھی۔ سلطان کے حکم پر ملک و ملت کو غاصبوں کے حملے سے بچانیکے لیے لڑائی میں شریک نہیں ہوا تھا۔ وہ کوتاہ اندیش جو اس اولوالعزم کے استقلال سے شاید بخوبی واقف نہ تھا۔ یہ جاہلانہ توقع رکھے بیٹھا تھا کہ سلطان ضرورت سے مجبور ہو کر پھر سابقہ انتظام اور اوس کی خرابیوں کو بحال کر دینے کی شرط پر اپنی رعایا اور ماتحتوں کی مدد کا متمنی ہو جائیگا۔ مگر سلطان نے ایک عارضی مصیبت سے بچنے کے لیے سلطنت کے قیام سے ہاتھ دھو بیٹھنا منظور نہ کیا۔ اور حیت القلم بہا ہو کا بن عہدنامہ ہو گیا۔ پاشا مذکور کچھ عرصہ انکار پر ثابت قدم رہکر اپنی البانوی فوج سے روسیوں پر حملہ کر دینے کی دھمکی دیتا رہا۔ مگر کیا اوس کمبخت نے کچھ بھی۔ کل مورخ تسلیم کرتے ہیں کہ اگر وہ حملہ کر دیتا تو ڈی ابسک کی فوج میں سے ایک متنفس زندہ نہ بچتا۔ حملہ کر دینے کی صورت میں اوسپر شرعاً یا رواجاً کوئی الزام بھی وارد نہیں ہو سکتا تھا۔ بہرحال اگر یہ شخص غداری کو ہاتھ سے نہ دیتا۔ یا بعد میں ہی روسیوں سے لڑائی کر دیتا۔ بلکہ اگر اور کچھ بھی ہوتا صلح کی سلسلہ جنبانی نہ ہوتی۔ اور سلطان پر بتدعا صلح کیلئے روسی سپہ سالار کے پاس سفیر بھیجنے کیلئے متواتر دباؤ ڈالا جاتا۔

تو روسیون کا جرنیل آگے بڑھ سکتے تھے۔ اور نہ پیچھے جا سکتے تھے۔ صرف وباہی خاتمہ کر دیتی۔ اور اس محاربہ کا انجام ترکون کے حق مین
پروتھ والے محاربہ سے بہی جس مین پیٹر اعظم بے طرح قابو آگیا تھا۔ بدرجہا بہتر اور مفید ہوتا۔ یوروپین میدان جنگ مین
اسطرح سے کامیاب رہنے سے ٹرکی ایشیائی علاقہ مین روسی جرنیل پاسکیوچ کی فتوحات کے باوجود محاربہ کو ۱۸۳۰ء تک
آساق روس کے برخلاف قایم رکھہ سکتی۔ اور ۱۸۳۰ء وہی برس ہے جس مین اہالیان پولنڈ نے روسی حکومت کے جوئے کو گردن سے
اوتار پھینکنے کے لیئے کسی دوسرے کی مدد کے بغیر اپنی ہمت سے آخری جان توڑ کوشش کی تہی۔ اور زار نکلس اوّل کو اوس کے مقابلہ
کے لیئے اپنی کل طاقت سے کام لینا پڑا تہا۔ اور ڈیبچ اب تک اس مقابلہ مین ہلاک ہوا تھا۔ ادہر فرانس مین دوسرا انقلاب عظیم اسی
سال ظہور پذیر ہوا تھا جس سے خاندان بوربون کا آخری بادشاہ چارلس دہم جو روس کا بہت معاون تہا معزول کر دیا
گیا تھا۔ الغرض اگر اگست ۱۸۲۹ء مین جنرل قاصد بھی ایڈریانوپل سے قسطنطنیہ پہنچ جاتا۔ یا سلطان محمود ضد سے اور اپنے
عزم پر مستقل رہتا جس صورت مین یہی یقیناً اصل حقیقت کچھ نہ کچھ لوگون بعد معلوم ہو جاتی اور اسطرح یہ لڑائی سنہ ۱۸۳۰ء تک طول
پکڑ جاتی تو دنیا کی تاریخ کا کل رنگ ہی بدلجاتا۔ پولنڈ قائم رہتا آج پھر ہمین آزاد ریاست دکھائی دیتا۔ مصر کی بغاوتون اور
مصری مسئلہ کا نام بہی سننے مین نہ آتا۔ معاہدہ خونکار اسکلسی کبھی وقوع مین نہ آتا۔ نہ انگلستان اور فرانس کو ۱۸۵۴ء
مین روس کے برخلاف لڑائی کرنی پڑتی۔ نہ مسئلہ مشرقی اسقدر طول پکڑتا۔ نہ سلطنت عثمانیہ یوروپ۔ افریقہ اور بحیرہ
روم مین آج دنیا کو اسقدر محدود نظر آتی۔ اور نہ یوروپین مسیحی طاقتون کی رقابت اور حرص و طمع جو نہ صرف مسلمانون
اور غیر یوروپین اقوام کے لیئے ہی وبال جان ہو رہی ہین۔ بلکہ کل دنیا کا امن اور خود انکی اپنی سلامتی بہی اس رقابت و حرص
کیوجہ سے سخت خطرہ و اندیشہ کی معرض ہو رہی ہے۔ آج اسقدر جولانیون پر ہوتین۔

جنرل مولکی کا بیان ہے کہ روسیون کو ایڈریانوپل تک پہنچنے کیلئے پچیس کروڑ روپیہ اور پچاس ہزار آدمی خرچ
کرنے پڑے تھے۔ باینہمہ اونکی حالت ایسی نازک ہو رہی تھی کہ اگر محض خوش قسمتی معاون نہ ہوتی۔ تو اس کل خرچ پر پانی پھر گیا
تہا۔ اس عجیب و غریب کامیابی پر روسی گورنمنٹ کا دماغ عرش پر پہنچ جانا طبعی امر تہا۔ اوسے یہ بالکل فراموش ہو گیا کہ با عزت
فتح تو کجا ایک وقت بخیریت واپسی کی امید بہی موہوم ہو رہی تھی۔ گورنمنٹ مذکور کی تعلی ان باضابطہ مراسلے سے جو ۱۲
فروری ۱۸۳۰ء کو روسی وزیر خارجیہ نے زار کے بھائی کو لکھا۔ بخوبی معلوم ہو سکتی ہے۔ اوسکے الفاظ حسب ذیل ہین۔ «
قسطنطنیہ پر پیشقدمی کرنا اور سلطنت عثمانیہ کو برباد کر دینا محض ہماری مرضی پر منحصر تہا۔ کوئی دوسری طاقت ہماری مزاحم
نہ ہوتی۔ نہ کسیطرح کے اندیشہ و خطرہ سے ہمین مقابل ہونا پڑتا۔ مگر زار کی رائے مین سلطنت مذکور کو اسقدر کمزور کر کے
یوروپ مین قایم رہنے دینا کہ روس کی حمایت قبول کر لینا اوس کے لیئے ضروری ہو جائے۔ اور آئندہ وہ ہماری خواہشون کے
مطابق کاربند ہوا کرے۔ ہماری پولیٹیکل اور تجارتی اغراض کے لیئے اوس سے بہتر ہے کہ ہم ایک وسیع علاقہ اپنی سلطنت مین شامل
کرتے یا سلطنت عثمانیہ کی بجائے چہوٹے چہوٹے عیسائی ریاستین قایم کرا دیتے۔ جو ریاستین یقینی امر ہے کہ تہوڑے عرصہ بعد ہی طاقت ہم سے

اور صنعت وحرفت اور ثروت مین ہماری رقیب اور ہم پلہ ہوجاتین گی"

افسوس روسی گورنمنٹ اس پالیسی پر بھی قایم نہ رہی۔ اور اسکا خمیازہ اوٹھارہی ہے۔ کونٹ نیسلرو ڈ روسی نیر خارجہ اور زار نکلس کے آخری قیاس کی تصدیق رومانیا اور بلگیریا کی موجودہ حالت سے بخوبی ہورہی ہے۔ جو اگرچہ ابھی تک روس کی رقیب نہین ہوسکین مگر اس کوشش مین مصروف ہین۔ اور کم از کم اوسکی دست نگر نہین رہگئین۔ باقی رہا یہ کہ آیا ان عیسائی صوبون اور اونکی رعایا کو جو ترکی سے آزاد ہین۔ فی الواقع پہلے سے کوئی زیادہ آسایش حاصل ہوگئی ہے اسکا جواب سریا و یونان وغیرہ کے دیوالیہ پن اور متواتر اندرونی فتنہ وفساد اور خود عیسائی نویسندگان کے بیان سے بالوضاحت بلرہا ہے۔ تازہ ترین آزاد صوبہ بلگیریا کی کیفیت **لبت سالہ عہد حکومت سلطان عبدالحمید خان** مین مفصل درج ہے۔ سریا اور رومانیا کی بھی حالت اخبار خوان پبلک سے پوشیدہ نہین ہے یونان کی نسبت ترکون کے ہمدرد دشمن ڈیوک آف ارگائیل کو ۱۸۹۷ء مین تسلیم کرنا پڑا تھا کہ "یونانی گورنمنٹ یورپ بھر مین بدترین گورنمنٹ ہے" اس وقت بھی جو کچھ اس کی کیفیت ہے وہ **تاریخ جنگ روم و یونان**[1] سے معلوم ہوسکتی ہے +

انتزاع الجزایر۔ اور فرانس کی بے ایمانی

نپولین کی دوبارا ہزیمت کے بعد فرانس کا تاج وتخت ۱۸۱۵ء مین پھر پرانے خاندان بوربون کے سپرد کردیا گیا تھا۔ لوئی ہشت دہم عنان حکومت ہاتھہ مین لیتے ہی لیوانٹ مین فرنچ اقتدار کو پھر سابقہ عروج دلانیکی کوشش شروع کردی۔ شام کے مارونی عیسائیون سے ارتباط بڑھایا گیا۔ اور بیت المقدس سے متبرک مقامات کی حمایت کی تجدید کرکے غیر مسیح گرجہ کے راہبون کے وظیفے مقرر کردیے گئے۔ دوسری طرف سلطان کو اسکی مجوزہ اصلاحات مین مدد دینے کے علاوہ محمد علی پاشا مصر کو اوس کی فوج، مدرسون، سلحہ خانون اور کارخانون کے لیئے افسر، پروفیسر اور انجنیر بہم پونچا کر فرانس کا دوست بنالیا گیا۔ مگر نپولین کے سقوط کے زمانہ مین انگلستان اور روس کا غلبہ سلطنت عثمانیہ پر اسقدر بڑھ چکا تھا کہ لوئی ہشتدہم کی کوششین چندان بارور نہ ہوئین ان دونون سلطنتون کے علاوہ آسٹریا کو بندر وینس پر اور اٹلی کو بندر جنوا پر قابض ہوجانے کی وجہ سے جو دونون شہر زمانہ وسطی مین ایسی زبردست بحری جمہوری ریاستون کے صدر مقام تھے کہ دنیا مین اور کوئی بحری طاقت اوس وقت اونکی مدمقابل نہ تھی۔ بحیرہ روم کے کنارہ پر باموقعہ مستقر مل گئے تھے۔ اور ان سے فایدہ اوٹھاکر ان دونون رومن کیتھولک سلطنتون نے بحیرہ مذکور کے سواحل پر جابجا قونصل خانے، گودام گھر اور کتائیس تیار کرلیے تھے۔ ان حالات کو دیکھکر فرنچ گورنمنٹ پر یہ واضح ہوگیا کہ وہ روس یا انگلستان کے اتحاد بغیر لیوانٹ مین پھر سابقہ اقتدار حاصل نہین کرسکتی۔ اوس نے لوئی شانزدہم کی اوس پالیسی کو جو اوس نے معزولی سے پہلے سلطنت عثمانیہ کے متعلق اختیار کررکھی تھی پسند کرکے روس کے اتحاد کو ترجیح دی۔ اور یہ ارتباط چارلس دہم کے عہد مین جو اپنے بھائی لوئی ہشتدہم کے بعد ۱۸۲۴ء مین

[1] المعروف بمحاربات تھسلی +

تخت نشین ہوا جسقدر بڑھ گیا تہا۔ اوسکا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ یونان کے معاملہ مین گو دست اندازی پہلے انگلستان نے
کی تہی۔ مگر اوسے آزادی درحقیقت اسی ارتباط نے دلائی تہی۔ اور یہ ایکطرح سے فیصلہ ہو چکا تہا کہ اگر انگلستان مخالفت
کرے تو روسی و فرنچ بیڑے انگریزی بیڑہ پر حملہ کر دین۔ عام افواہ ہے کہ زار اور چارلس مین ٹرکی کی تقسیم کا بہی سمجہوتہ
ہو گیا تھا۔ چارلس نے زار کا قسطنطنیہ پر قابض ہو جانا منظور کر لیا تہا۔ اور زار نے چارلس کو فرانس کی حدود کو قدرتی
سرحد یعنی دریاء رہائن تک وسیع کر لینے کی اجازت دیدی تہی۔ چارلس نے اپنے مین ایسا کر سکنے کی طاقت نہ پائی۔ کیونکہ
اس صورت مین اوسے آسٹریا اور پرشیا سے نبرد آزما ہونا پڑتا۔ مگر حرص خاموش بہی بیٹھنے نہین دیتی تہی۔ شکار کیلئے
چارون طرف نظر دوڑائی۔ جو قدرتی طور پر ٹرکی پر پڑی۔ جسے حال مین ہی اوس کے رفیق نے بہت ضعیف کر دیا ہوا
تھا۔ عہدنامہ ایڈریانوپل سے تخمیناً گیارہ مہینے بعد فرانسیسی بیڑہ نے الجزائر پر حملہ کرکے ۴ جولائی ۱۸۳۰ء کو اوسپر قبضہ
کر لیا۔ اور اسطرح سے براعظم افریقہ مین بہی ترکی مقبوضات کے انتزاع کی بسم اللہ شروع ہو گئی۔ شمالی افریقہ کی ان بربری
ریاستون کے سلطانی حکومت سے عملی طور پر آزاد ہونیکے متعلق پہلے مفصل لکہا جا چکا ہے۔ تاہم وہان کا ڈے سلطان
کو اپنا شہنشاہ اور خود کو اوسکا ایک عامل تسلیم کرتا تہا۔ اس غصب سے پورے دو لاکہہ میل مربع کا رقبہ اور تقریباً پچاس لاکھ
کی آبادی رکہنے والا علاقہ ترکی حکومت سے جہان تک حالات سے پایا جاتا ہے ہمیشہ کے لیے نکل گیا۔ مگر فرانس کو بھی
یہ غصب کچھ پہلا نہین۔ اس ملک کے باحمیت مسلمانون کو زیر کرنے مین اوسے جو جو کچھ مشکلات پیش آئین۔ اور نامور
محب ملک و ملت عبدالقادر نے اپنے وطن کی آزادی کو قائم رکہنے کے لیے جو جو جوانمردیان دکہلائین۔ اونکے بیان کے
لیے ایک دفتر درکار ہے۔ انکا مختصر ذکر فتوحات اسلام کے ترجمہ مین کیا گیا ہے۔ خلاصہ کلام فرانس کا اقتدار کہین بارہ
پندرہ برس گذرنے کے بعد قائم ہوا۔ لیکن باوجودیکہ قبضہ کو اب تقریباً ساٹہہ برس ہو گئے ہین۔ اس زرخیز صوبہ
کی آمدنی وہان کے اخراجات کو بہی کتفی نہین ہوتی۔ اور گورنمنٹ فرانس کو خاص فرانس کی آمدنی سے مقبوضہ پر زر کثیر
خرچ کرنا پڑتا ہے۔ اور کثیر التعداد فوج رکہنی پڑتی ہے +

سلطان بعد مسافت۔ اندرونی شورشون اور بحری کمزوری کیوجہ سے اس غصب کو روکنے سے بالکل عاجز تہا تاہم
اوسنے طاہر پاشا کو چند جہاز دیکر الجزائر کیطرف بہیجدیا۔ جو کچھ عرصہ بعد بے نیل مرام واپس آ گیا۔ چارلس اس بے ایمانی
اور غداری کے بعد جو اوسنے اپنے ملک کے قدیم رفیق سے کی اور زیادہ عرصہ تخت پر نہ رہا۔ اسی سال کی جولائی مین انقلابی
بغاوت شروع ہو گئی۔ اور سال کے ختم ہونے سے پہلے اوسے تاج و تخت خاندان اورلینز کے شہزادہ لوئی فلپ کے حوالہ کرنا
پڑا۔ نئے بادشاہ نے روس کے اتحاد کو جو چارلس کی معزولی سے بہت ناراض ہو گیا تہا چہوڑ کر انگلستان سے ارتباط بڑہایا۔ اور
ایک جدید عہدنامہ کے روسے جو کانفرنس کے بعد لنڈن مین ہوا۔ یونان اور اوسکے متعلقہ جزائر کے رومن کیتہولک باشندون کی
حمایت سے دستبردار ہوا اور اس شرط پر خوش ہو گیا کہ کیتہولک گرجون اور فرنچ مشنونکے املاک بحال اور رومن کیتہولک

بشپیون کو قایم رکھا جائے۔ اور ان کے حقوق و مراعات مین دست اندازی نہ کی جائے۔ بعد ازان اوس نے ترکی کو اکسانا شروع کیا کہ پولنڈ کی بغاوت سے فایدہ اوٹھا کر روس پر حملہ کر دے۔ مگر جب یہ معاملہ دوسری یورپین طاقتون کے کان تک پہنچ گیا تو وہ صاف مکر گیا۔ اور اپنے سفیر کو جس کی معرفت باب عالی کو اکسایا گیا تہا۔ واپس بلا لیا۔ اور اس بے ایمانی اور بزدلی سے لارڈ بائرن کے اون الفاظ کی صداقت کو جو اوس نے یونانیون کو مخاطب کر کے فرانسیسیون کی بے ایمانی۔ طوطا چشمی اور خود غرضی کی نسبت لکہے تہے۔ صاف طور پر ثابت کر دیا۔ الجزایر کے غصب اور اس نامردانہ روش سے فرانس مسلمانون کی نظرون مین اور بہی وقر ہو گیا

محمد علی کی بغاوت۔ جنگ قونیہ۔ روسی امداد۔ عہد نامہ خونکار سکلہ سی۔ بغاوت و مکرر سلطان محمود کی وفات۔ ترکون کی ہزیمت۔ عبد المجید کی تخت نشینی۔ و تصفیہ تنازعہ مصر

کل مورخین کا اتفاق ہے کہ یونان کی ازادی۔ الجزایر کی علحدگی اور عہد نامہ ایڈریانوپل کے باوجود اگر سلطان محمود ثانی کو دس برس بہی امن و آرام کے مل جاتے تو وہ اپنی اصلاحات کو مکمل کر لینے اور سلطنت کو واقعی مضبوط بنا دینے مین کامیاب ہو جاتا۔ لیکن کاتبان تقدیر نے اس بلند ہمت کی قسمت مین ایک دن کے لیے بہی آرام یا یکسوئی حاصل ہونا نہین لکہا تہا۔ الجزایر ایسے خالص اسلامی علاقہ پر کفار کے قابض ہو جانے سے اسلامی دنیا مین محمود کے اقتدار کو جو صدمہ پہونچا تہا۔ وہ حملہ کنندہ فرنچ سپہ سالار مارشل بورمونٹ کے اوس اعلان سے جو اوس نے عرب باشندون کے نام شایع کیا تہا۔ اور بہی بڑہ گیا تہا۔ مارشل مذکور نے اعلان مین ظاہر کیا تہا کہ وہ الجیریا کو ترکون کی غلامی سے آزاد کرانے کے لیے آیا ہے۔ یہ قاعدہ ہے کہ بدقسمت عموماً نا ہر دلعزیز ہوتے ہین۔ ترکون کی حمیت اور قومی غرور تو مشہور ہی ہے۔ یہ غرور سلطان کے حق مین اور وبال جان ہو گیا تہا۔ یہ انہین سلطنت کی کمزوری اور متواتر قومی نقصانات کو اپنی ذاتی کمزوریون پر محمول نہین کرنے دیتا تہا۔ بلکہ تمام مصیبتون کو سلطان کی فرنگیانہ بدعتون اور پرانے رسم و رواج کی ترک سے منسوب کرتا تہا۔ مسلمان تقلید کے فقیر رہنے کو اپنے مذہب کا لازمی جزو سمجھے ہوئے تہے۔ اور مذہب کو ایسا نازک آئینہ بنا رکہا تہا کہ ذرا ذرا سے معاملہ سے اوس کے چکنا چور ہو جانے کا یقین رکہتے تہے۔ چنانچہ جسقدر کوئی شخص راسخ الاعتقاد اور بزعم خود پکہ مسلمان تہا۔ اوسیقدر اوسکا دل اس جدت یا بدعت پسند بادشاہ کی اطاعت سے زیادہ منحرف ہو گیا تہا۔ بوسنیا اور البانیا کے مسلمان جیسے کہ دیگر صوبون کے مسلمانون سے زیادہ جنگجو اور بہادر آدمی تہے ویسے ہی سب سے زیادہ متعصب یا تنگ خیال بہی تہے۔ اور اس لیے ۱۸۳۰ء اور ۱۸۳۱ء و ۱۸۳۲ء مین جابجا جو بغاوتین ہوئین ان مین بوسنیا و البانیا کی بغاوت اون سب سے زیادہ سخت تہی۔ بغداد مین بہی سخت بغاوت برپا ہو گئی تہی۔ اور باشندگان

قسطنطنیہ کی ناراضی دار الخلافہ مین متواتر آتشزدگیون سے ظاہر ہورہی تھی۔ لیکن سلطان کا عزم و استقلال اور اُنکے وزیر اعظم رشید پاشا کی قابلیت ان بغاوتون پر بآسانی غالب آگئی۔ اور اسیطرح سلطان کی حکومت ان صوبون پر پہلے سے زیادہ استحکام کے ساتھ قائم ہوگئی۔ مگر ساتھ ہی یہ نقصان ضرور ہوتا رہا۔ کہ سلطانی خزانہ اور فوجی طاقت کو سنبھلنے کا موقعہ نہ ملا۔ تاہم سلطان اصلاح کے کام مین بھی برابر مصروف رہا۔ اوس کی یہ مساعی صرف فوج اور ملکی انتظام تک ہی محدود نہ تھین۔ بلکہ طرز معاشرت اور آداب شاہی مین بھی اوس نے یورپین رسم و رواج کا نفاذ شروع کردیا تھا۔ چنانچہ ان برسون مین اوس نے ملکی و فوجی خدمات کے صلہ مین عطا کیے جانے کیلئے نشان افتخار کا طبقہ قائم کیا۔ اور ۱۸۳۱ء مین "عثمانیہ راہنما" کے نام سے پہلا ترکی اخبار شائع کرایا۔ متذکرہ صدر اندرونی بغاوتون کے فرو ہونے پر سلطان کو اصلاحات کی طرف یکسو ہوکر متوجہ ہونے کی فرصت ملی ہی تھی کہ محمد علی والئے مصر کی امنگون نے نہ صرف اون اصلاحات کو ہی معرض التوا مین ڈالدیا۔ بلکہ سلطنت کی بنیاد کو بھی متزلزل کردینے مین کوئی کسر باقی نہ رکھی۔ آقا و ملازم کا یہ تنازعہ جسے مصری محب وطن مصطفےٰ کامل آفندی جسم و قلب کا تنازعہ لکھتا ہے۔ اسلام کی پولیٹکل طاقت اور خودداری کی وصعت کے لیے جیساکچھ مضرت بخش تھا۔ وہ دونون ملکون کی موجودہ حالت سے صاف واضح ہو رہا ہے۔ آفندی موصوف اس مخاصمت پر اپنی کتاب مشرقی مسئلہ مین ان بلیغ اور قابل غور الفاظ مین دلی رنج و تاسف کا اظہار کرتے ہین۔

"یہ وہ تنازعہ ہے جس کا ذکر سنتے ہی عثمانیون اور مسلمانون کے دلون پر سخت حیرت و افسوس چھاجاتا ہے۔ تابعین و متبوعین مین جسقدر واقعے پھوٹ اور تنازعہ کے گذرے ہین۔ یہ اون سب سے زیادہ سخت اور اہم تھا۔ یہ جھگڑا گویا خلافت اسلامیہ کے جسم اور اوسکے قلب کے درمیان تھا۔ اس منحوس مخاصمت اور نزاع سے جو مصیبتین دولت عثمانیہ اور مصر پر وارد ہوئی ہین۔ اون سے مسلمانون اور عثمانیون کو یہ سبق ہمیشہ کے لیے ملگیا ہے۔ کہ کسی مجموعہ کے اعضا کا باہمی بگاڑ صرف مجموعہ کے لیے ہی نہین بلکہ فرداً فرداً اوس کے ہر ایک عضو کے لیے بھی مصائب عظیمہ اور بلیات جسیمہ مین مبتلا ہونے کا باعث ہے"

محمد علی کی بحری طاقت نوارینو کے معرکہ مین بالکل معدوم ہوگئی تھی۔ مگر اس سرگرم و مستعد البانوی نے اس کمزوری کو تھوڑے ہی عرصہ مین رفع کردیا۔ اور کئی جنگی جہاز تیار کرلیے۔ اوس کی بری فوج کی نظام کی عمدگی کا پہلا ذکر ہوچکا ہے۔ جنگ نوارینو کے بعد اوس نے اپنے آقا، اور یورپین دول کے تنازعات اور روسی محاربہ مین کوئی دخل نہ دیا۔ اور اس فرصت کیوقت کو ملک کے اندرونی استحکام مین صرف کیا۔ اوس نے مصر کی تمام اراضی پر اپنا مالکانہ قبضہ کرلیا۔ یہ اراضیات تین حصون مین منقسم تھین۔ کچھ مسجدون اور خانقاہون کے نام پر وقف تھین۔ کچھ پر مملوک قابض تھے۔ اور باقیماندہ پرائیوٹ اشخاص کے ملک مین تھین۔ مملوکون کی مقبوضہ اراضیات پر تو اوس نے بذریعہ فتح اونکے وارث اور جانشین ہونے کی حیثیت سے

مالکانہ تصرف کرلیا۔ اور دیگر اراضیات پر مالکوں اور مساجد وغیرہ کو نقد معاوضہ دیدیا۔ اوس نے صرف ملکیت پر ہی قناعت نہ کی۔ بلکہ کاشت کا بھی خود ہی انتظام کرنا شروع کردیا۔ اور اسطرح سے ملک کا فرمانروا ہونیکے ساتھ ہی مصر کا واحد مالک اور واحد کاشتکار بھی ہوگیا۔ اور ملک کی ہر ایک پیداوار کا نرخ اوس کی مرضی پر منحصر ہوگیا۔ اجناس خوردنی کی کاشت کو کم کراکر اوس نے جابجا کپاس کی کاشت کا انتظام کیا۔ اِن تدابیر سے اوس نے اپنی آمدنی کو تگنے سے زیادہ بڑھا لیا جو مزدوروں کی اُجرت وضع کرنیکے بعد افواج بری و بحری کی تکمیل۔ انہار وغیرہ کی تیاری اور کارخانوں اور کلوں کے قیام پر کھلے دل سے خرچ کیجاتی تھی۔ اس سے اوسکی طاقت بہت بڑھ گئی۔ لیکن ساتھ ہی فلاحین یعنے ملک کے قدیم کاشتکاروں کی حالت جو اب محض مزدوروں کی حیثیت مین رہگئے تھے۔ ایسی ردی ہوگئی۔ کہ کئی فلاح اپنی اپنی زیر کاشت اراضیات کو جو اونھین ہندوستان و پنجاب کے کاشتکاروں اور زمینداروں کی طرح جان و مال سے کم عزیز نہ تھین۔ چھوڑ چھاڑ کر [illegible]

ازدیاد قوت اور اِس کے مقابلہ پر سلطان کی کمزوری سے محمد علی کے دل مین نیک نیتی اور اسلام کی پولٹیکل طاقت کو بحال رکھنے کی غرض سے یا جیسے کہ بعض عیسائی مورخین کا بیان ہے خود غرضی اور ذاتی منفعت کے خیال سے اپنے مقبوضات کو اور زیادہ بڑھانے اور اونکی حکومت کو اپنے خاندان مین موروثی بنانے کی خواہش پیدا ہوگئی جنوب کیطرف وہ سوڈان و نوبیا کو فتح کرکے خط استوا تک اپنی حکومت بڑھا چکا تھا۔ اوسطرف ترقی و پیشقدمی کی مزید گنجائش نہین رہگئی تھی۔ افریقہ مین ایکسمہی طرف تھی۔ جدہر مصر کی حدود بڑھائی جاسکتی تھی۔ شمال مشرق مین سمندر اور مغرب مین لق و دق صحرا تھا۔ افریقہ سے باہر شام و حجاز ایسے ملک تھے۔ جن پر بآسانی پیشقدمی ہوسکتی تھی اور یہ دونوں عثمانیہ فتوحات سے پہلے کئی صدیوں تک مصر کے ماتحت ہی نہین رہ چکے تھے۔ بلکہ جیسا کہ نپولین کے حملے کے وقت مین بتایا جاچکا ہے۔ شام اور مصر ایک دوسرے کے لازم و ملزوم سمجھے جاتے تھے۔ اور نہر سویز کے جاری ہوجانیکے باوجود اب بھی سمجھے جاتے ہین۔ پس ملک گیری کی امنگ پیدا ہونے پر لازمی امر تھا کہ محمد علی کی نظر سب سے پہلے شام پر پڑتی۔ سلطان محمود نے بغاوت یونان مین مدد دینے کے صلہ مین کریٹ کے صوبہ کی گورنری اوسے عطا کردی تھی[1] [illegible] نزول کے بعد محمد علی نے شکایت کی کہ اس کے عوض اوسے شام کا صوبہ عطا ہونا چاہیئے تھا۔ باب عالی نے اس درخواست کو قبول کرنے سے انکار کردیا۔ جس سے محمد علی اپنی خواہش کو پورا کرنے کیلئے مناسب موقعہ اور کسی حجت کے ہاتھ آجانیکا منتظر ہو بیٹھا۔ ۱۸۳۱ء مین اوس کے چند فلاح شام کو بھاگ گئے۔ اِس صوبہ پر عبداللہ پاشا مامور تھا۔ محمد علی اور اس مین پہلے بڑی دوستی تھی۔ مگر چند برسوں سے محمد علی اسوجہ سے ناراض ہوگیا ہوا تھا کہ عبداللہ مصر کی پیداوار کو ناجائز طریقہ شام مین لانیوالوں کی حمایت کیا کرتا تھا۔ محمد علی نے عبداللہ کو مفرور فلاحوں کی واپسی کیلئے لکھا۔ عبداللہ نے جواب دیا کہ سلطان کی رعایا اوس کی سلطنت کے جس حصہ مین چاہے رہ سکتی ہے۔ وہ کسی خاص صوبہ مین رہنے پر مجبور نہین کی جاسکتی

---

(۱) اس کی توضیح آگے کی جائیگی۔ مؤلف۔

اس انکار سے محمد علی کو فوجکشی کا بہانہ مِل گیا۔ اور اوس نے اپنے فرزند ابراہیم کو تیس ہزار فوج دیکر شام کیطرف بھیجدیا۔

سلطان کو جب اس فوجکشی کی خبر پہنچی تو اوس نے فرمانشاہی صادر کرکے مصر کے پاشا کو اس مہم سے باز آجانے اور اپنی شکایات کو بارگاہ سلطانی مین عرض کرنیکا حکم دیا۔ اور ساتھ ہی وعدہ کیا کہ اوس کی فی الفور پوری پوری حقرسی کردیجائیگی۔ لیکن محمد علی کے سر پر ملک گیری کا جن سوار تھا۔ اوس نے اپنے شہنشاہ کے فرمان اور الطاف آمیز وعدہ کی کچھ پرواہ نکی۔ جسپر محمود نے باغی کی سرکوبی کے لیے سلطانی افواج اور بیڑہ جہازات کی روانگی کا حکم دیا۔ محمد علی نے بری فوجکے علاوہ سات مصافی اور کئی دیگر جہاز بھی اس مہم پر مامور کئے تھے۔ ابراہیم نے غزا۔ یافہ اور حیفہ کو یکے بعد دیگرے چند ہفتون مین فتح کرکے عبداللہ پاشا کا عکہ مین خشکی اور سمندر دونون طرف سے محاصرہ کرلیا۔ عبداللہ نے سلطانی کمک کے انتظار مین کئی ہفتون تک حملآورون کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ مگر جب کوئی کمک نپہونچی تو رسد و سامان حرب کی قلت اور سپاہ کی ہلاکت سے مجبور ہوکر اوس نے ۲۷ مئی ۱۸۳۲ء کو شہر حوالہ کردیا۔ اور اطاعت قبول کرلی۔ ابراہیم نے اوسے مصر بھیجدیا۔ جہان اوس کے ساتھ عمدہ برتاؤ کیا گیا۔

صوبہ شام کی کلید (عکہ) پر قبضہ ہوجانیکے بعد ابراہیم نے دمشق پر پیشقدمی کی۔ اور اوسکی دیوارون کے نیچے ایک زبردست سلطانی فوجکو شکست دیکر جو علی پاشا والیے دمشق کی زیر کمان اوس کے انتظار مین وہان مقیم تھی۔ بلا مزاحمت شہر مین داخل ہوگیا۔ ۸ جولائی کو حلب کے گورنر محمد پاشا نے بیس ہزار فوج سے جن مین سے ۔۔ ہزار جدید انتظام کے سپاہی تھے۔ بمقام حمص ابراہیم کی پیشقدمی کو روکنے کی کوشش کی۔ مگر شکست فاش کھائی۔ اور اوسکا کل کیمپ سامان۔ بیس توپین اور پانچہزار اسیر فاتح کے ہاتھ آئے۔ پاشا کے خیمہ سے وہ خط وکتابت بھی جو باب عالی اور اس مین ہوئی تھی۔ ابراہیم کو ملگئی۔ اس مین باب عالی نے محمد علی کے برخلاف اپنے ارادے ظاہر کیے ہوئے تھے۔ کہ ابراہیم کو انہین پڑھکر بہت غصہ آگیا۔ اور اوس نے اپنی پیشقدمی کو جاری رکھنے کا عزم کرلیا۔ حمص کی ہزیمت کی اطلاع ملنے پر سلطان محمود نے جدید ۳۶ ہزار فوج حسین پاشا کے زیر کمان جو ینگچریون کے نیست ونابود کرنیمین سلطان کو نمایان مدد دی تھی۔ ابراہیم کے مقابلہ پر روانہ کی۔ مصری فوج نے انطاکیہ اور اسکندرون کے درمیان بمقام بیلان اوسپر حملہ آور ہوکر اپنے توپخانہ کی طفیل ایسی کامل فتح پائی کہ اس کے بعد حسین کے پاس مشکل دس ہزار سپاہ باقی رہگئی۔ باقی سپاہ کچھ ہلاک ہوگئی۔ اور کچھ منتشر۔ یہ لڑائی ۲۹ جولائی کو ہوئی۔

ان متواتر ہزیمتون سے تنگ آکر سلطان نے اپنے باغی گورنر سے مصالحت کرلینے کی کوشش کی۔ اور اسغرض کیلئے کئی کانفرنسین بھی ہوئین۔ مگر احان سے محمد علی کے شام کے چارون اضلاع کے ملنے پر مصر رہنے کی وجہ سے کوئی نتیجہ نہ نکلا اور سلطان نے محمد رشید پاشا کو البانیا سے بلاکر جہانکی بغاوت اوس نے تازہ فرو کی تھی۔ ایشیائی افواج کی کمان اوسکے سپرد کردی۔ ابراہیم سلسلہ کوہ طارس کو عبور کرکے جو شام کو ایشیاء کوچک سے جدا کرتا ہے۔ بمقام قرمانیہ خیمہ زن تھا۔ سلطان

کی فوج مین ساٹھہ ہزار آدمی تہے۔ مگر پہلے سلطانی لشکرون کیطرح اس مین بھی زیادہ تر خام اور غیر قواعد دان یا نوآموز رنگروٹ تہے۔ جو فوجی فنون سے بے بہرہ ہونیکے علاوہ لڑائی کے بہی چندان مشتاق اور اپنے سلطان کے کچھہ بہت ہوا خواہ نہ تہے۔ مزید برآن افسر بھی تقریبًا ناکارہ محض تھے۔ اس کے برعکس مصری فوج اور اوسکے کمانڈر ابراہیم کی قابلیت اور مہارت کمال کے درجہ پر پہنچی ہوئی تہی۔ اس اختلاف عظیمہ کو مدنظر رکہنے سے مصری افواج کی متواتر کامیابی پر کوئی تعجب نہین ہوسکتا۔ فریقین مین قونیہ کے قریب سخت معرکہ آرائی ہوئی۔ آخر چھہ گھنٹون کی خونریز لڑائی کے بعد ترکی فوج شکست کھاکر بھاگ گئی۔ اور رشید پاشا وزیر اعظم اسیر ہوگیا۔ جس کو ابراہیم نے مشرقی آداب کے مطابق خود پہلے سلام کرکے اپنی فوج کی کمان بطور نام نہاد اوس کے سپرد کردی۔ کیونکہ رشید جسکی ماتحت بغاوت یونان مین بہی ابراہیم کام کرتا رہا تہا۔ وزیر اعظم ہونیکے لحاظ سے نہ صرف ابراہیم بلکہ اوس کے باپ محمد علی سے بہی جو خواہ فاتح باغی تہا مگر پہر بہی تا حال ایک عثمانیہ صوبہ کی گورنری کی حیثیت رکھتا تہا۔ منزلت و مرتبت مین بہت زیادہ تہا۔

اس فتح اور رشید پاشا کی اسیری سے کل ہزیمت خوردہ ترکی فوج بہی ابراہیم کی فوج مین شامل ہوگئی۔ اور بظاہر قسطنطنیہ تک بڑہہ جانے اور سلطان محمود کو معزول کردینے کے لیئے رستہ بالکل صاف ہوگیا۔ لیکن یہ خیال صرف اونہی یوروپین لوگون کا تہا۔ جو مصر مین موجود تہے۔ اور مشرقی حالات کو مغربی خیالات اور دستور کی عینک سے دیکہتے تہے۔ محمد علی یا اوس کے بیٹے کو اس امر کا اوسوقت تک وہم و گمان بہی نہ گذرا تہا۔ یہ محض فرانسیسیون کا اپنا زعم تہا۔ کہ محمد علی سلطان کو معزول کرکے نیا خاندان قایم کرنا چاہتا ہے۔ تمام عثمانی عثمان کے خاندان کو مقدس اور محترم سمجہتے ہین۔ یہی وجہ ہے کہ ابتک خود خاندان کے برخلاف ترکی مین کبھی بغاوت کا اقدام تو در کنار اوسکا خیال تک بہی نہین کیا گیا۔ وہان ایسا ہونا ممکن ہی نہین۔

محمد علی کی خواہش صرف یہ تہی۔ کہ اوس کی ماتحت ولایت کا رقبہ بڑہ جائے۔ اور سے اوسے اپنی مرضی کے مطابق حکومت کرنے کی آزادی حاصل ہوجائے۔ اور اس آزادی کے عوض اوسے صرف خراج دینا پڑے۔ ممکن ہے انکو ساتھہ ہی اوسکے دل مین اپنی طاقت و قوت دیکہہ کر اس امر کی خواہش بہی جاگزین ہوگئی ہو کہ جسطرح عباسیہ خلافت کے زمانہ مین عباسیہ خلفاء کے بعض ماتحت گورنرون نے عظیم الشان طاقت و شوکت حاصل کرلی تہی۔ اسیطرح وہ اپنی عثمانیہ خلافت کا ایک ویسا ہی طاقتور امیر ہوجائے۔

یوروپین طاقتین بالخصوص روس ابراہیم کی مسلسل فاتحانہ پیشقدمی سے ششدر و حیران سا رہگیا۔ اور اوس کو یہ خطرہ پیدا ہوگیا۔ کہ محمد علی کمزور و کہن سال سلطنت عثمانیہ کے بچے کچھے ٹکڑون کو جمع کرکے جسکی ہڈیان پیرانہ سالی کی وجہ سے سڑ گئی تہین۔ جدید عرب سلطنت قایم کرنیکا ارادہ رکہتا ہے۔ جس کی نئی نئی قوت و طاقت اور تازہ تازہ جوش دولو اور مشتاق فتوحات عیسائی سلطنتون اور خاصکر روس کے حق مین بہت خطرناک ہوگا۔ وہ یہ سمجہا کہ یہ ہنگامہ ایک ماتحت

پاشائی سرکشی سے زیادہ وقعت نہین رکہتا - بہرحال اوسے سلطان کو مشکور اور ترکی مین اپنا اقتدار بڑہانیکی عمدہ موقع ملگیا - انگلستان کیلئے بھی یہ نہایت مناسب موقع تہا - اور سلطان روس کی نسبت اوسکی امداد اور مداخلت کو بدرجہا زیادہ پسند کرتا - مگر ایک تو وہ آئرلینڈ کی بغاوت کے مخمصہ مین پہنسا ہوا تہا - دوسرے وہان ابھی تک دستور رائج تہا کہ بنظر کفایت اپنے وقت پر بری و بحری فوج کے اکثر سپاہی گہرونکو بہیجدیے جاتے تھے - حالانکہ جب بوقت ضرورت جلدی مین سامان اور ضروری تعداد فراہم کرنے مین بقدر زیادہ خرچ آجاتا تہا - جس کی تلافی کئی برسون کی کفایت اور تخفیف سے نہین ہوسکتی تھی - اسی کفایت کی وجہ سے انگلستان اوسوقت سلطان کو مدد دینے کے قابل نہ تہا - یہ امر روس کی مزید خوش نصیبی کا شاہد تہا - روسی گورنمنٹ نے فی الفور جنرل موراویف کو خاص سفیر بناکر قسطنطنیہ بہیجدیا - اور سلطانکو کہلا بہیجا کہ روس اوسکی مدد کو ہر طرح سے تیار ہے - ادہر فرنچ سفیر ایم ڈی روسن نے ابراہیم پاشا کو پیشقدمی سے رکجانیکا پیغام بہیجکر بابعالی کو تحریک کی کہ وہ باغی گورنر کے مطالبات مانکر اوس سے صلح کرے -

درنیولا ابراہیم بروصہ تک پہونچگیا - اور اسنے اپنا منشاء سکودرا و قسطنطنیہ کا ایشیائی مضافات تک بڑہے جانے کا ظاہر کرکے کہا کہ وہان پہنچکر مین علمار دین کو مدعو کرونگا کہ سلطان محمود اور میرے باپ مین جو تنازعہ برپا ہے - اوسکا تصفیہ کرین بروصہ سکودرا سے خشکی کی راہ سے سوا سو میل سے زیادہ فاصلہ پر نہین - ابراہیم کے وہان پہنچ جانے سے محمود کو سخت خوف پیدا ہوگیا - فرانس اور انگلستان نے فوجی امداد پر نا آمادگی ظاہر کی تہی - نہ وہ ایسی امداد عین بروقت دے سکتے تہے - اسکے برعکس روس کے پاس اوڈیسہ اور سباسٹوپل مین کافی فوج سامان حرب و رسد اور جہازات موجود تھے - اور اوس کے سفیر نے روسی امداد کو پیش بھی کردیا ہوا تہا - سلطان نے مجبوراً اپنے دشمن کی دستگیری منظور کرنے کی ذلت گوارا کرلی - جب موقع خطر گذر گیا تو فرنچ سفیر اور اوسکی گورنمنٹ کی آنکھ کھلی - سفیر نے اسکیطرف اپنی گورنمنٹ کو بیڑہ بہیجنے کی درخواست کی - اور دوسریطرف سلطان پر زور ڈالا کہ وہ روسی امداد قبول کرنے سے انکار کرے - سلطان نے اس امر کو منظور کرلیا - اور محمد علی سے مصالحت کرنیکے لیے خلیل پاشا سلطان کی طرف سے مصر بہیجدیا گیا - مصری گورنر نے اوسکی احترام مین کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا - مگر اپنے پہلے مطالبون کو کم کرنا تو درکنار ادہر یہ اور ایزاد کردیا کہ ایشیاے کوچک کا صوبہ اوانہ بھی شام کے ساتھ اوس کی ولایت مین شامل کردیا جائے - یہ معاملہ ابھی طے نہ ہوا تہا کہ ۱۷ فروری ۱۸۳۳ء کو فرانسیسی امیر البحر روسین قسطنطنیہ پہنچگیا - اور سلطان کی کمک کے لیے چند جہاز بھی ساتھ لایا - اسی تیسرے دن روس کے چار جنگی جہاز ۲۰ فروری کو سباسٹوپل سے باسفرس کے دہانہ پر پہنچگئے - اور چھ ہزار روسی سپاہ خشکی پر اترآئی - اس سے ناظرین پر واضح ہوگیا ہوگا کہ روس نے سلطان کے انکار ابعد کو نظر انداز کرکے اوس کی بیجا منظوری کو فائدہ اوٹھانے مین کچھ بھی درنگ نہ کیا - فرنچ امیر البحر روسی بیڑہ کی آمد سے بہت کچھ گہبرایا - اور واپس چلے جانیکی دہمکی دی - لیکن آخر اوسپر رضامند ہوگیا کہ روسی بیڑہ بندر سنڑیولی کو ہٹ جائے - یہ انگریزی سفیر لارڈ پانسان بائی اور رئیس آفندی کے اتفاق رائے سے مندرجہ ذیل

شرائط مصالحت کے لیے تجویز کیں: (۱) ابراہیم سلطنت عثمانیہ کے ان صوبوں کو جن پر محمد علی نے کوئی دعویٰ نہیں کیا - خالی کردے - (۲) روسی بیڑہ باسفرس سے چلا جائے - (۳) محمد علی کو ضلاع عکہ یروشلیم اور طرابلس دیئے جائیں (۴) وہ سلطان کی فرمانبرداری اور وفاداری کا از سر نو حلف اوٹھائے -

یہ شرائط امیر البحر کے ایک اڈیکانگ ڈیاور، کی معرفت محمد علی کے پاس بھیجی گئیں - اور اوسے کہلا بھیجا کہ بصورت انکار فرانسیس اور انگریزی بیڑے متفق ہو کر اوس پر حملہ کر دیں گے - مگر اس دہمکی کے باوجود اوس نے ان شرائط کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اس انکار کی ایک بڑی وجہ یہ تہی - کہ در انحالیکہ فرنچ سفیر متعینہ قسطنطنیہ سلطان کا طرفدار تہا - فرنچ قونصل جنرل متعینہ مصر محمد علی کا حامی تہا اور فرانس کی تائید کے مواعید سے اوس کا حوصلہ بڑہتا رہتا تہا - جس سے محمد علی کو فرنچ سفیر کی دہمکی کے بے بنیاد ہونیکا یقین ہو گیا تہا - چنانچہ ۸ مارچ کو اوس نے تجاویز مندرجہ بالا کا حسب ذیل جواب دیا -

"کن استحقاق کی بنا پر میرے متعلق ایسی کڑی شرطیں تجویز کیجاتی ہیں - کل قوم میرے ساتھ ہے - اور صوبجات رومیلیا اور اناطولیا کے تمام باشندوں کو بغاوت پر آمادہ کر دینا صرف میری مرضی پر منحصر ہے - کل عثمانیہ قوم کی رفاقت سے میں تغیرات عظیم پیدا کر سکتا ہوں - اس امر کے باوجود کہ مجہ سے بیشمار وعدے کیئے جا چکے ہیں - اور میں ہر موقعہ پر فتحیاب ہوتا رہا ہوں - میں نے صرف شام پر قناعت کی - اور ان وعدوں پر بہروسہ کر کے ٹرکی کو مزید جانی و مالی نقصانات سے محفوظ رکہنے کے لیئے اپنی افواج کی پیشقدمی کو روک دیا - میری اس سلامت روی اور اعتدال پسندی کا یہ صلہ دیا جاتا ہے - کہ مجہے اوس علاقہ کو بہی چہوڑ دینے کے لیئے کہا جاتا ہے - جس پر میں قابض ہوں - کیا یہ فیصلہ میری پولٹیکل حیات کے خاتمہ کے مترادف نہیں ہے"

متذکرہ صدر فتوحات سے جو اوسے بآسانی حاصل ہو گئی تہیں مسرت ہو کر اور نیز اس زعم کا کہ سلطان رعایا اوس سے سلطنت عثمانیہ کی شان کو پہر بحال کرنے کی توقع رکہتی ہیں - محمد علی کی نیت ہو گئی تہی کہ سلطان محمود کو معزول کر کے اوس کے بیٹے عبد المجید کو تخت پر بٹہلا دے - اور خود اوسکا وزیر اعظم ہو کر کل سلطنت پر حکمرانی کرے - چنانچہ اوس نے یہ تجویز فرانس اور روس کے سامنے پیش بہی کر دی - مگر اونہوں نے اوسے منظور نہ کیا - اس سے اوس عام خیال کی پوری پوری تردید ہو رہی ہے - کہ محمد علی خود سلطان بننے یا خود مختار بادشاہی قایم کرنے کی خواہش رکہتا تہا - اس خیال کی تردید اوس ایک خط سے بہی ہوتی ہے جو اوس نے لوئی فلپ شاہ فرانس کو نومبر ۱۸۳۳ء میں لکہا تہا - اور نیز اس گفتگو سے بہی ہو رہی ہے - جو ۱۸۳۶ء میں اوس نے ایک فرانسیسی سیاح سے کی تہی - اس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ اسکا بڑا مدعا اپنے زیر حکومت علاقہ کی توسیع تہی - اس موقعہ پر اوس گفتگو کو بجنسہ درج کر دینا مناسب نہ ہوگا - سلطان کو اوسکے صوبہ بغداد سے کیا فائدہ پہنچ رہا ہے - اوسے وہاں سے ایک پیسہ کی آمدنی نہیں - برعکس اوسکے اوسے وہاں کے باشندوں کی امداد کے لیئے اکثر فوجیں بہیجنی پڑتی ہیں - لیکن پہر بہی شورہ پشت رعایا وقتاً فوقتاً وہاں کے گورنروں کو معزول یا بعض قتل کرتی رہتی ہے

اگر وہ یہ صوبہ مجھے دیدی تو مین اوسے بہت بڑا خراج ادا کرون۔ اور اس ادائیگی کے باوجود بھی فائدہ مین رہون۔ کیونکہ جزیرۂ عرب اور صحرا مین امن قایم ہوجانے پر ہندوستان کی تجارت پھر اسی رستہ سے شروع ہوجائے۔ وہان سے ایک رستہ ہندوستان کو جاتا ہے۔ اور دوسرا مصر کو۔ یہ راستہ کل دنیا یورپ۔ بابعالی۔ اور نیز میرے لیے یقیناً سب سے بہتر ثابت ہو۔ مگر انگلستان نہین چاہتا کہ مین وادی فرات مین افسر پولیس (یعنی امن قایم کرنیوالے) کا کام دون۔ وہ تو مجھے وادی نیل مین بھی اس عہدہ پر نہین دیکھہ سکتا جیسے کہ ۱۸۳۳ء مین روس قسطنطنیہ مین میرا وزیر ہونا گوارا نہین کر سکا تھا۔ اور اس مخالفت کے لیے اوس کے پاس چند وجوہات بھی تہین۔ مگر اس سے مین ہمیشہ متعجب ہوتا رہا ہون کہ تم فرانسیسیون نے بھی قسطنطنیہ مین میری موجودگی کو پسند نہ کیا۔ ایسے کرنے سے تمہنے اپنا بہت نقصان کیا ہے"

لیکن اس مین کوئی شک نہین کہ اوس کی بیجا حرص وطمع اور اپنے خاندان کے استحکام کی خواہش نے سلطنت عثمانیہ اور اسلامی کی پولیٹکل طاقت کو فی الحقیقت ویسا ہی نقصان پونچایا۔ جیسا کہ ہندوستان کی مغلیہ سلطنت کو اوس کے بعیدی صوبجات کے اکثر گورنرون اور عمال کی بغاوت اور خودمختاری سے پونچا تہا۔ اور اگر وہ اپنی اس حرکت پر جیسا کہ مصطفیٰ کامل آفندی لکھتا ہے۔ آخر وقت تک نادم و متاسف ہوتا رہا ہو تو کوئی تعجب نہین ہو سکتا۔ مگر اس بحث کو چھوڑ کر پھر سلسلہ داستان شروع کیا جاتا ہے۔

پیشکردہ شرائط کو مسترد کرنیکے ساتھہ ہی محمد علی نے ابراہیم کو پیشقدمی شروع کر دینے اور مطالبات کی کامل منظوری تک نہ رکنے کا حکم بھیجدیا۔ ابراہیم فی الفور بروصہ سے سکودرا کی طرف روانہ ہوگیا۔ اسپر سلطان محمود نے روسی گورنمنٹ کو کمک بھیجنے کے لیے کہلا بھیجا جسنے ۵ اپریل ۱۸۳۳ء کو دس ہزار فوج سکودرا مین اوتاری۔ روسی انجنیرون کی نگرانی مین باسفورس کے قلعون کو درست و مکمل کیا گیا۔ اور ۲۴ ہزار روسی فوجنے دریاے پروتھ کیطرف بہی کوچ شروع کر دیا۔ انگلستان اور فرانس کے سفراء نے سلطان کو اس روسی امداد و مداخلت کے نتائج بد اور خطرات سے متنبہ کرکے محمد علی کے مطالبات کے کچھ حصہ کو قبول کر لینے کی تاکید کی۔ اور سلطان نے اونکی سفارش پر صوبجات دمشق و حلب کا دینا منظور کر لیا۔ فرنچ سفیر خود یہ پیغام لیکر ابراہیم کے پاس گیا جس نے اپنے باپ کا حکم دکھاکر بمشکل یہ تسلیم کیا کہ وہ اور آگے نہین بڑھے گا۔ محمد علی ادانہ کے صوبہ پر بدستور مصر رہا۔ سلطان نے اس مطالبہ کو بھی بتاریخ ۵ مئی ۱۸۳۳ء منظور کر لیا۔ اور ساتھہ ہی اون تمام اشخاص کو جو ابراہیم کے ساتھہ شامل ہوگئے تہے۔ عام معافی عطا کر دی۔

مسٹر منزیز کی رائے ہے کہ اگر دول مغربیہ کے مدبرین کے دماغ قسطنطنیہ مین روسی فوجکی موجودگی سے نہ چکرا گئے ہوتے تو وہ غالباً اس سراسر مضر او منحوس عہدنامہ کی کبھی تکمیل نہ ہونے دیتے جس سے نہایت خطرناک نتایج کے سوا اور کچھ برآمد نہین ہو سکتا تہا۔ اس عہدنامہ سے ایک ایشیائی پاشا کی طاقت جس کی قابلیت اور قوت کو حقیقت سے بہت زیادہ سمجھ لیا گیا تہا نہایت بیاندازہ بڑھگئی۔ اس سے وہ سلطنت بہت ہی کمزور ہوگئی۔ جسکا مضبوط رہنا دول مغرب (فرانس و انگلستان) کیلیے

لازمی کے برابر ہے۔ اور بالآخر اس معاہدہ کی طفیل سلطان اور محمد علی مین مدامی عناد قایم ہو گیا۔ جو امر روس کے سوا، اور کسی کے حق مین مفید نہین تہا۔ مگر روس نے ایک یہی فایدہ نہ اوٹھایا۔ بلکہ سلطان سے ایسا عہدنامہ بہی لکہوا لیا۔ جو روس کے حق مین نہایت کارآمد تہا۔ یہ معاہدہ خونکار اسکلسی کے نام سے مشہور ہے۔ کیونکہ اوسی مقام مذکور مین جہان روسی فوج مقیم تہی۔ ۸ جون ۱۸۳۳ء کو دستخط ہوئے تہے۔ اس کے روسے فریقین نے اقرار کیا کہ ملک کے اندر یا باہر جہان ضرورت ہو ایک فریق دوسرے کی مدد کرے گا۔ لیکن روس کی امداد کیلیئے سلطان فوج بہیجنے کی احتیاج نہین۔ اس کے عوض وہ روس کی دشمن سلطنتون کے جہازات کو دار دانیلز اور باسفرس مین سے نہ گذرنے دے۔ یعنی اندرونی فساد کے موقعہ پر جسے خواہ اوس کے ہی گماشتون نے برپا کرایا ہو۔ اور بیرونی محاربہ کی صورت مین بہی روس کو تو برابر ٹرکی مین فوج بہیجنے کا اختیار رہگیا۔ لیکن ٹرکی کو روس مین فوج بہیجنے کی اجازت نہ دیگئی۔ فرانس اور انگلستان فوراً اس معاہدہ کی تہ کو پہنچ گئے۔ اور انکو معلوم ہو گیا کہ اسکے روسے قسطنطنیہ اور سلطنت عثمانیہ کی آزادی زار کی مرضی پر موقوف رہگئی ہے۔ اونہون نے اسکی منسوخی کیلیئے بہت زور لگایا مگر کچہہ اثر نہ ہوا۔ آخر روسی فوج جہازون پر سوار ہو کر روس کو اور ابراہیم کا لشکر طارس سے عبور کرکے شام وادانہ کے علاقہ کو چلا گیا۔ لیکن سلطان محمود نے ان دوستانہ تعلقات سے جو روس سے قایم ہو گئے تہے۔ فایدہ اوٹہانے میں حتی المقدور کوتاہی نکی۔ اور عہدنامہ ایڈریانوپل کے روسے جو کئی برسون کیلیئے روسی مواخذہ ہو گیا تہا۔ اوس سے بہت کچہہ مخلصی کرالی۔ اسکے متعلق ۲۹ جنوری ۱۸۳۴ء کو سینٹ پیٹرزبرگ مین نیا عہدنامہ ہوا۔ جس مین روسیون نے والیشیا اور مالڈیویا سے فوج واپس منگوا لینے کا اقرار کیا۔ اور تاوان جنگ کے تیسرے حصہ کی نقد وصولی کے عوض علاقہ قاف کی ضلع وقصبہ اخالت رک کو لینا منظور کر لیا۔ اور بالآخر بقیہ تاوان جنگ کی ضمانت مین صرف سلسٹریا پر قابض رہنے کی شرط کی گئی۔

سر ایڈورڈ کریسی کا بیان ہے کہ "معاہدہ کوتاہیہ کے تکمیل کیوقت جس کے رُو سے مصر کو جدید حکومت دیگئی۔ یورپ مین عام رائے یہ ہو گئی تہی کہ ٹرکی کا سنبہلنا ناممکن ہو گیا ہے۔ سلطان اسکی طاقت بحال کرنے کیلئے جو کوشش کرتا رہا اور کر رہا ہے وہ بعینہ ویسی ہین جیسی کہ مردہ مین جان ڈالنے کیلئے کیجاتی ہین۔ بلکہ اکثر سلطان محمود کو اوسکا سلطنت کو جلد فنا کرنیکا باعث سمجہنے لگ گئے تہے۔ اور انکی رائے مین اوس نے پرانے طریقہ کے چند باقیماندہ ذرہ ہائے حیات کو تو معدوم کر دیا۔ مگر اونکی جگہ نئی روح نہین پہونک سکا تہا۔ اور اسمین کوئی شک نہین کہ اگر محمود نہایت شریفانہ مستعدی اور اعلیٰ ترین قابلیت کا صاحب ہوتا تو وہ قونیہ کی لڑائی ایسی کامل تباہی کے بعد اپنے ملک کی اصلاح اور اس کی زندگی کیطرف سے مایوس ہو جاتا۔ پہلے بیرونی حملہ آورون اور پہر ایک باغی گورنر نے اوسکی افواج کو نیست و نابود اوسکی سلطنت کو پارہ پارہ اور اوسکا رعب و داب کم کرکے معاہدون سے بہی زیادہ ذلت بخش معاہدون کے ماننے پر مجبور کر دیا تہا۔ ان مصائب حالات کو

دیکھکر اگر وہ خود بھی اس امر کا معترف ہو جاتا۔ کہ وہ اس مدعا میں جسکے حصول وہ مدت العمر ساعی رہا تھا ناکام رہا ہے۔ تو کچھ تعجب نہیں ہو سکتا تھا۔ اصلاح کے لیئے خون کے دریا بہائے گئے۔ ملک کے پرانے رسم و رواج اور دستور و آئین پر پانی پھیر دیا گیا۔ اور اس کی خاطر رعیت کی قومی حمیت اور مذہبی خیالات کا بھی پاس نہ کیا گیا۔ مگر با ایں ہمہ اس اصلاح سے مطلوبہ مدعا ابتک حاصل نہ ہوا تھا۔ لیکن محمود ان قلیل التعداد واقعی بڑے آدمیوں میں سے تھا۔ جو خوب سوچ سمجھکر اختیار کیگئی۔ مہم میں ناکام رہنے سے شکستہ دل نہیں ہو جاتے۔ بلکہ اونکی مستعدی اُنکے جد و جہد میں اور اضافہ ہو جاتا ہے۔ وہ اچھی طرح سے جان گیا تھا کہ قدیم طرز حکومت کی بربادی یقینی ہے۔ بس اُسنے اپنے وزرا کو پھر وہی جادہ اختیار کر لینے دیکر خود آرام کرنیسے بجائے الوالعزموں کیطرح انکار کر دیا۔ وہ تاڑ گیا تھا کہ اس عام ناراضی کی تہ میں جو نیچے اوسکی مسلمان رعایا کے دلوں میں بچی اطاعت۔ شجاعت اور قومی حمیت کی دبیز تہیں۔ برابر موجود ہیں۔ اور وہ اس امر کی قدر سے بھی بخوبی واقف تھا۔ مزید براں اپنی فاتح قوم کے تعصبات کے باوجود اوسکی بے نظیر فرزانگی اور فراخدلی نے یکساں اور منصفانہ برتاؤ سے عیسائی رعیت کی تسخیر قلوب کی پالیسی کی اہمیت اور ضرورت واضح کر کے اوسے اوسپر کاربند بھی بنا دیا تھا۔ الغرض نیکنامی اور بدنامی کی کچھہ پروا نہ کر کے وہ فوج کی درستی۔ تجارت کے فروغ۔ تعلیم کی اشاعت رعایا کے جان و مال کی حفاظت۔ رعایا کے مختلف گروہوں کے باہمی امتیاز نامناسب کے ہٹانے اور آہستہ آہستہ اون دقتوں۔ مولغات اور بوجھوں میں سے زیادہ تکلیف دہ اور آزردگی پیدا کرنے والوں کو جو محض عیسائی رعایا کے لیئے تھے رفع کرنے میں مشغول رہا۔ اوس زمانہ کے تمام یوروپین سیاح سلطان کے اس جوانمردانہ عمل اور اوسکے نیک نتایج کو تسلیم کرتے ہیں۔ اونکی تحریروں اور بیانات سے انگلستان وغیرہ میں ترکوں کی نسبت لوگوں کے خیالات بہت کچھہ نیک ہو گئے تھے چنانچہ جب ۱۸۳۳ء میں محمد علی کے ساتھہ پھر سلطان کی لڑائی ہو گئی تو انگلستان کی گورنمنٹ کی امداد کا باعث جو اوس نے سلطان کو دی۔ گو زیادہ تر ذاتی ہی خود غرضی ہی تھی۔ لیکن اس خیال کا بھی اوس میں کچھہ نہ کچھہ دخل ضرور تھا جو نیک خیال اپنے آپ پر بھروسہ کرنے والے اور اپنی عزت اور خودداری کا پاس رکھنے والے خود بخود اغیار میں بھی کر دیتے ہیں"

سلطان نے صلح ہوتے ہی اپنی فوج کے کئی افسر فوجی تعلیم و تربیت کے لیئے مختلف یوروپین افواج میں بھیجدیئے۔ زیادہ تر پولیس اور نیز اندرونی حفاظت کا کام دینے کے لیئے ایک قسم کا قومی ملیشیا قایم کیا۔ جابجا سڑکیں تعمیر کرائیں۔ اور ملک کو مہلک وباؤں سے محفوظ رکھنے کے لیئے بنادر اور سرحدوں پر قرنطینہ کا انتظام کیا۔ اور جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے۔ عیسائی رعایا کو بھی ہر امر میں مسلمان رعایا کے ہم پلہ بنانے میں ساعی رہا۔ اس کے متعلق اوسکے اپنے الفاظ حسب ذیل ہیں:۔ "ہمارا منشا اور ارادہ یہ ہے کہ مسلمان صرف مساجد میں مسلمان سمجھے جائیں۔ اور اسیطرح عیسائی صرف گرجوں میں اور یہودی صرف اپنے معبدوں میں عیسائی یا یہودی تصور کئے جائیں۔ یعنی اپنی عبادتگاہوں سے باہر جن میں وہ سب کے سب ایک ہی معبود

کی پرستش کرتے ہین۔ وہ یکسان پولیٹیکل حقوق اور بسری پدرانہ حمایت و حفاظت سے بالمساوات متمتع ہون"

ناظرین کو صفحات ماقبل سے معلوم ہوچکا ہے کہ فقط ٹرکی گورنمنٹ بلکہ اسلام کا ہی ابتدا سے یہی مسلک ہی اس اصول سے جو انحراف ہوتے رہے ہین۔ اون کے ذمہ دار زیادہ تر خود عیسائی فریقین کے عوام کی جہالت اور کسیقدر مسلمان حکومتون کے عمال ہین۔ مگر پھر بھی عیسائی رعایا کو ہمیشہ اسلامی حکومتون مین وہ آسانیان اور فوائد اور وہی آسایش حاصل رہی ہے جو اکثر عیسائی گورنمنٹون کے ماتحت مسلمان یا غیر مذہب رعایا کو کبھی نصیب نہوئین۔ لیکن افسوس عیسائی رعایا اور عیسائی سلطنتون کیطرف سے مسلمانون اور بخصوص ٹرکی کو جو اسکا صلہ ملتا رہا اور ملرہا ہے۔ وہ سخت قابل شرم و افسوس اور تعجب ہی نہین بلکہ یہ کہنا بھی مبالغہ مین داخل نہیں ہے کہ یہ پشیمانی پیدا کرنیوالا ہے کہ کیون مسلمان حکومتون نے اقتدار و طاقت کو زمانہ مین ایسے محسن کشون کو سلامت رہنے دیا تھا۔ اور کیون انسے وہی برتاؤ نہ کیا۔ جو اندلس۔ ہنگری۔ سیاستہائے بلقان۔ صقلیہ۔ یالٹا اور یونان مین مسلمانون کیساتھ اور امریکہ و آسٹریا مین وہان کے دیسی باشندون کیساتھ یورپین عیسائیون نے کیا۔ یہ مسلمان حکمرانون کو صرف ٹرکی مین ہی نہین بلکہ ہندوستان وغیرہ مین بھی غیر مذہب محکوم رعایا سے یہی عوض ملا ہے۔ آخر ایسی اسلامی حکومت اور مسلمانون کی بربادی کا باعث ذاتی ناقابلیتون کے بعد جو ہر جگہ اول سبب ہوتی رہی ہین۔ یہی رعایا کی غداری ہے۔ ہندوستان سے چغتائی خاندان کی معدومیت کا بڑا باعث مسلمان امرار کی سرکشیون کے علاوہ کون نہین جانتا کہ مرہٹون اور سکھون کی خانمانہ بغاوتین نہین۔ لیکن بایننہمہ جیسا کہ مین پہلے لکھ چکا ہون غیر مذہب و غیر قوم رعایا کی قطعی بیخکنی بھی ذاتی قابلیتون اور ذاتی مستعدی کے جاتے رہنے پر کسی کارآمد نہین ہو سکتی ہو سکتی۔ سپانیہ نے امریکہ مین یہی کیا تھا۔ لیکن آج وہ اوس عظیم الشان بر اعظم مین ایک بچہ زمین کی مالک نہین۔ اور اوسکی اس کارروائی سے امریکہ مین عیسائیون کے سوا اور کوئی مالک اراضی و مالک ملک نہین رہگیا تاہم ان عیسائیون کا باہمی عناد اوس عناد اور مخاصمت سے کچھ کام نہین جو عیسائی اور مسلمان حکومتون مین رہتا چلا آیا ہے۔ پس خواہ کوئی روش اختیار کی جائے۔ یہ دنیا کسی صورت مین دار المحن ہونیسے خالی نہین ہو سکتی۔ اگر کل دنیا کا ایک مذہب ہو جائے پھر بھی انسانی فطرت کی طفیل یہی جھگڑے اور جنگ و قتال برپا رہین۔ پس جب نتیجہ ... یکسان ہے تو پھر چند روزہ آسایش کی توقع کے لیے سفاکی پر کمر بستہ ہونا اور روسیاہ ... نادانی ہے۔ اور اس لیے اسلام نے جو انسان کو سچی شرافت اور شائستگی سکھاتا ہے۔ غیر مذہب اور غیر قوم رعایا پر ہر طرح کی زیادتی اور سختی سے قطعی ممانعت کر دی تھی۔ اس ممانعت کا ایک اور بڑا نکتہ یہی ہے کہ حاصل کردہ عروج و اقتدار کو قائم اور بڑھتے رہنے کے لیے بطور وجہ تحریک مد مقابل کا ہونا لازمی ہے۔ جس کی عدم موجودگی مین غالب فریق کا جلد کاہل و آرام طلب ہو جانا یقینی امر ہے اس بحث کو یہین چھوڑ کر مین پھر بر سر مطلب آتا ہون۔

دور اندیش اور سچے مسلمان بادشاہ کی ان اصلاحون سے جہان ہر جگہ کم ہیش بگڑتے رہے۔ قومی ملیشیا کی تجویز سے ابانیا اور بوسنیا مین پھر فساد ہو گئے۔ عوام درکنار۔ درویشون کا طبقہ جو پہلے دنون مین وسیع الخیالی بے تعصبی اور مصلحت اندیشی

ہم نظیر نہیں رکھتا تھا۔ سب سے زیادہ برافروختہ ہو رہا تھا اور اپنی تنگ خیالی اور تعصب کو علانیہ ظاہر کرنے کو ہی بڑے فخر کی بات سمجھتا تھا چنانچہ ایکدن سلطان محمود غلطہ کے پل سے گذر رہے تھے۔ کہ ایک درویش نے اوسے روک کر یان الفاظ مخاطب کیا "کافر بادشاہ کیا اپنی مکروہ بدعتون سے تو ابھی تک سیر نہیں ہوا تجھے اپنی ناسزا حرکات کا خدا کے سامنے جواب دینا پڑے گا۔ تو اپنے اجداد کے رسم و رواج کو معدوم اپنے مذہب کو برباد اور اپنے اور ہمارے سرون پر رسول خدا کا غضب نازل کرا رہا ہے" سلطان نے خدام کو حکم دیا کہ یہ پاگل ہے۔ اسے ہٹا دو۔ یہ سنکر درویش نے کہا "مین پاگل نہین۔ تو اور تیرے منیر پاگل ہو گئے ہین۔ مسلمانو۔ دوڑو۔ یہ خدا کی روح جو مجھے تحریک کر رہی ہے۔ اور جس کی مجھپر اطاعت لازمی ہے۔ اوس نے مجھے حکم دیا ہے کہ حق الامر صاف صاف کہدون۔ اور اس کے عوض مجھے اولیا کا صلہ عطا کرنیکا وعدہ کیا ہے" خدام نے اوسکو گرفتار کر کے قتل کر دیا۔ مگر اوس کے رفقا نے اوسکی قبر پر گنبد بنا دیا۔ اور وہ عرصہ تک زیارت گاہ عوام رہی۔

ان اصلاحات کی رفتار مین پھر محمد علی کی منگون سے رکاوٹ پڑ گئی۔ شتابع و متبوع مین دلی صفائی ہرگز نہین ہوئی تھی۔ اور محمود نے صرف دفع الوقتی کے لئے عہدنامہ کوتاہیہ کی شرائط کو قبول کیا تھا۔ فریقین کی کدورت سے آخر سنہ ۱۸۳۹ء مین پھر لڑائی شروع ہو گئی۔ اور سبب ہر چند اس کا حقیقی باعث محمد علی کے غاصبانہ ارادے اور افعال تھے۔ گو اپنی طرف سے سلطان بھی حجت اور بہانہ ملنے کا منتظر تھا۔ سنہ ۱۸۳۴ء کے شروع مین شام کے باشندے محمد علی کی جابرانہ حکومت سے ناراضی کے آثار دکھانے لگے۔ نابلس۔ بیت المقدس اور حبران کے کوہستانیون نے جبریہ فوجی خدمت کے قاعدہ کو منظور کرنے سے انکار کر دیا اور شام کے علاوہ یمن و حجاز مین بھی جنکا انتظام بھی محمد علی کے سپرد تھا۔ مصریون کے برخلاف عام سازش برپا ہو گئی۔ محمود نے اس موقعہ کو غنیمت سمجھکر محمد رشید کے ماتحت ایک جرار فوج سیواس مین جمع کر دی۔ اتنے مین ابراہیم نے بغاوت کو فرو کر دیا۔

اور ضلاع رقہ (جو دریائے فرات پر واقع ہے) اور اورفہ پر جو فرات پرے ہے قبضہ کر لیا۔ مگر فریقین مین مقابلہ

سے کے مقابل پڑے رہے۔ ادہر محمد علی نے سرور کائنات کے مزار مقدس سے ترکی سپاہیون

نہ ہوا۔ دونون لشکر ایک مدت

ہٹے اور ساتھ ہی خراج دینے سے انکار کر دیا۔ ترکی سپاہیون کا پہرہ اوٹھ جانے

کا پہرہ ہٹاکر اوس کی جگہ مصری سپاہی مقرر کر

کہ کبھی گوارا نہین کر سکتا تھا۔ لیکن لڑائی شروع کرنے سے

سے سلطان کی خلافت کو سخت صدمہ پہونچتا تھا۔ اور وہ اس امر

گیا۔ محمد علی نے مدین امر شاہ فرانس اور انگلستان

پہلے زبانی فہمائش و تہدید سے کام لینا مناسب سمجھا گیا۔ نامہ و پیام شروع

رکھنے کو جو دونون روس کی سابقہ مداخلت سے ڈر کر بر وقت ہوشیار ہو گئے تھے۔ لکھا کہ روس سلطان کا ساتھ ہے ہم اوس کے برخلاف آپس مین اتحاد کر لین۔ فرانس و انگلستان نے اس تجویز کو مسترد کر دیا۔ مگر فریقین مین صلح کرا دینے کیلئے بدستور ساعی رہے۔ جسپر محمد علی نے درخواست پیش کی کہ اوس کے زیر حکومت صوبون کی گورنری اسکی اولاد مین انہی اختیارات کیساتھ جاری رہے جو اس وقت اوسے حاصل ہین۔ موروثی کر دیجائے۔ اسے پیش کرتے وقت اوسنے حسب ذیل الفاظ کہے "جب مجھے اپنی ذات اور اپنے وقار

کے ہیں منصب پر بحال رہنے کیطرف سے اطمینان حاصل ہو گیا ہیں یہ تمام سرکشی چھوڑ دونگا اور اوس وقت اپنی کل بحری و بری افواج باب عالی کے اختیار میں کر دونگا اور اپنے آقا سلطان کا زبردست اور کار آمد مؤید ہو جاؤنگا"

محمود نے صرف مصر اور عکہ و طرابلس کی حکومت کو موروثی بنانا منظور کیا۔ محمد علی اسپر رضا مند نہ ہوا اور شام میں مزید فوج بھرتی کرنی شروع کر دی۔ اوسوقت روس نے انگلستان اور فرانس کو شام اور مصر کا بحری محاصرہ کرنیکی تحریک کی۔ اور ساتھ ہی اپنا منشا ظاہر کیا کہ اگر وہ متفق نہ ہونگے تو روس اکیلا یہ امر کر گذرے گا۔ انگلستان اور فرانس نے اس تجویز کو نہ مانا۔ اور صلح صفائی سے ہی معاملہ کو سلجھانیکے درپے رہکر اعلان کر دیا کہ فریقین میں سے جو ابتدا کرے گا۔ وہ اوسکے برخلاف ہو جائیں گے۔ مگر سلطان نے روس کے ایما پر جو ۱۸۳۲ء کی طرح کمک بھیجدینے کی تیاریاں کر رہا تھا۔ محمد علی کو آخری حکم بھیجدیا کہ وہ مزار مقدس پر ترکی بہرہ کو قائم کر دے۔ خراج باقاعدہ ادا کرنا منظور کرے۔ اور مصر کی بادشاہی کے دعوی سے دست بردار ہو کر جسقدر حقوق عطا کئے جائیں۔ اونپر رضا مند ہو جائے۔ اس کا جواب نفی میں ملنے پر سلطان نے اپنے سپاہ سالار اور امیر البحر کو سرکش گورنمنٹ پر جو چھٹے جون ۱۸۳۹ء کو قرمانی قرار دیا گیا حملہ کر دینے کا حکم دیدیا۔ بری فوج دریاء فرات کے قصبہ بیر میں پہلے سے جمع تھی۔ اور سنین گذشتہ میں کئی برسوں کی محنت و کوشش سے ۳۶ چھوٹے بڑے جہازات جن میں ۱۲ مصافی تھے۔ تیار کر لئے گئے تھے۔ مگر غداری اور خیانت نے سلطان کی کل تیاریوں پر پانی پھیر دیا۔ ۲۵ جون ۱۸۳۹ء کو جب حافظ پاشا ترکی سپاہ سالار نے بمقام نزیب ابراہیم پر حملہ کیا۔ تو سالم کی سالم بلٹن اور رسالے جن کے افسروں نے مصریوں سے رشوتیں لی ہوئی تھیں۔ سلطانی لشکر کو چھوڑ کر دشمن سے جا ملے۔ ایسی صورت میں مقابلہ کیا ہو سکتا تھا۔ ترکی فوج شکست کھا کر بھاگ گئی۔ اور کل توپخانہ ۱۰۴ توپیں، کمپ سامان اور جنگی میگزین جن میں ۱۰ ہزار بندوقیں تھیں۔ میدان جنگ میں چھوڑ گئی۔ بیڑہ کی گت اس سے بھی بری ہوئی۔

کپودان پاشا احمد فیضی کو سلطان نے بتاریخ ۶ جون وفاداری اور جان نثاری کی حلف لیکر قسطنطنیہ سے روانہ کیا۔ مگر شام کی بنادر پر حملہ آور ہونیکی بجائے ۶ جولائی کو وہ نمک حرام کل بیڑہ لیکر شام کے سواحل سے سکندریہ کیطرف روانہ ہو گیا۔ اور ۱۳ جولائی کو وہاں پہنچکر کل جہازات محمد علی کے حوالہ کر دیئے۔ مگر سلطان محمود کو متذکرہ صدر شکست اور واقعہ نمک حرامی کے سننے کا رنج نہ اوٹھانا پڑا۔ اوسکی صحت مسلسل محنت اور وزرات کی کاوش و تردد سے بگڑ گئی ہوئی تھی۔ یکم جولائی ۱۸۳۹ء کو قریب سے واقعہ کے قسطنطنیہ میں پہنچنے سے پہلے اوسکا طائر روح جسد خاکی سے پرواز کر گیا۔ اور ایک وقیع الوالعزم اور جانباز محسن قوم اور ملک کیلئے اپنی

سلطان کی وفات پر خبد خبر یہ دن نے خود ترکی اور بلاد غرب میں یہ افواہ اڑا دی کہ محمود کی صحت ہر وقت شراب پیتے رہنے سے بگڑ گئی تھی۔ اور یہی عادت بد اوسکی موت کا باعث ہوئی۔ مگر مسلمان طبا ہی نہیں۔ بلکہ وہ عیسائی ڈاکٹر بھی جو شاہی معالج تھے۔ اس اتہام کی قطعی تردید کر کے سلطان مرحوم کی اعلے دماغی قوتوں اور اوس کی مسلسل محنت کی زبردست

شہادت دیتی ہین۔ ان ڈاکٹرون کے نام میکارتھی اور کانسٹن ٹائن قرہ تھوڈوری ہین۔

محمود کے بعد اوسکا بیٹا عبد المجید تخت نشین ہوا۔ جس کے ذاتی اوصاف اور حالات بیان کرنے سے پہلے مصری محاربہ کے انجام اور سلطان مرحوم کی اصلاحات کا ذکر کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ محمود کی وفات پر دار الخلافہ مین کسی قدر بے چینی کے آثار نمودار ہو گئے تھے۔ مگر خسرو پاشا کے حسن انتظام سے وہ فوراً دب گئے۔ اور اس کے صلہ مین نوجوان سلطان نے جو عجب خطرناک موقعہ پر تخت نشین ہوا تھا خسرو کو وزیر اعظم مقرر کرکے کل اختیارات اوس کے سپرد کر دیئے۔ احمد فیضی کا بیان ہے کہ وہ اس تقرری سے ناراض ہو کر محمد علی سے جا ملا تھا۔ اس نمک حرام پاشا نے اسکندریہ جانے سے پہلے فریخ امیر البحر سے حسب ذیل گفتگو کی تھی "بڈھے خسرو نے بے ایمانی سے وزارت کے منصب پر تصرف کر لیا ہے۔ وہ روس کے ہاتھ بکا ہوا ہے۔ اور اسلیئے سلطان محمود کے دوستون کو تباہ کرنے اور محمد علی کے برخلاف لڑائی شروع کرنیکا خواہشمند ہے تاکہ روس کو سلطنت عثمانیہ مین داخل ہونے اور اقتدار قائم کرنیکا موقعہ مل جائے۔ بنا برین مین نے حافظ پاشا اور محمد علی کے ساتھ مل کر لڑائی کو ختم کرانے۔ اور اسطرح روس کے اغتصابات کے رستہ مین رکاوٹ قائم کرنے اور ان سازشیون کو جو حکومت پر متصرف ہو گئے ہین برطرف کرانیکا عزم کر لیا ہے" فریخ امیر البحر نے اوسے بہتیرا روکا۔ مگر فیضی نے نہ مانا۔ اور ترکی بیڑہ کو سکندریہ لے گیا۔ جس غیر مترقبہ امداد سے محمد علی نہایت متعجب اور مسرور ہوا۔ یورپین قونصلون نے اوسے بیڑہ قسطنطنیہ بھیجدینے کی فہمائش کی۔ جس کے جواب مین اوس نے کہا کہ جب تک خسرو کو برطرف اور میری حکومت کو موروثی تسلیم نہ کیا جائیگا۔ مین اوسے واپس نہین کرونگا۔

عبد المجید ایک تو بالطبع امن پسند تھا۔ دوسرے غنیم کا پلڑا بہت بھاری ہو رہا تھا۔ ان حالات پر غور کرکے باب عالی نے ۲۷ جولائی ۱۸۳۹ء کو فیصلہ کیا کہ حرمین شریفین کا قبضہ واپس لیکر شام اور مصر پر محمد علی کا موروثی قبضہ تسلیم کر دیا جائے۔ باب عالی یہ تجاویز محمد علی کو ارسال کرنے ہی والا تھا کہ ۲۸ جولائی کو انگلستان۔ فرانس۔ آسٹریا۔ پرشیا اور روس نے مشترکہ یادداشت پیش کرکے باب عالی کو اطلاع دی کہ ان پانچون سلطنتون نے اس تنازعہ کے تصفیہ کا عزم کر لیا ہے۔ اور سلطان سے درخواست کی جاتی ہے کہ وہ اونکی صلاح کے بغیر کچھہ نہ کرے۔ باب عالی نے اس مداخلت اور ثالثی کا شکریہ ادا کرکے بیان کیا کہ اونکی توجہ سے ہر طرح بہتری کی امید ہے۔

لیکن یہ پانچون طاقتین جیسا کہ ان دنون مین آرمینیا اور کریٹ کے مسائل مین بھی دیکھا جاتا رہا ہے۔ آپس مین × × × کچھہ ایسی متحد و متفق نہ تھین۔ ہر ایک کی اغراض مختلف تھین۔ اور ہر کسی کی یہ خواہش تھی کہ فیصلہ اوسکے حسب منشا ہو۔ انگلستان آسٹریا اور پرشیا کا منشا تھا کہ صوبہ شام سلطان کو واپس دلا جاوے۔ فرانس اوس کے مخالف تھا۔ آسٹریا نے تجویز پیش کی کہ کانگرس کر لو۔ اسے روس نے منظور نہ کیا۔ فرانس اور انگلستان نے کہا کہ ہمارے بیڑون کو ڈارڈنیلز مین داخل ہونے دیا جائے۔ اوس پر آسٹریا اور روس نے اتحاد سے علیحدہ ہو جانیکی دہمکی دی۔ انگلستان نے تجویز پیش کی کہ محمد علی کے مقبوضہ

بنادر کا محاصرہ کرلیا جائے۔ فرانس نے اس مین شامل ہونے سے انکار کر دیا۔ انگلستان نے پھر دوسری تجویز پیش کی کہ قسطنطنیہ کی حفاظت کے لیئے پانچون سلطنتین اپنی کچھ کچھ فوج بھیجدین۔ اسے بھی فرانس نے قبول نہ کیا۔ اس اختلاف کا یہ نتیجہ ہوا کہ انگلستان اور فرانس کے اتحاد مین جو ۱۸۳۰ء سے یوروپ مین امن قائم رکھنے کا باعث ہو رہا تھا۔ خلل پڑگیا۔ اور یہ امر شاہ یوروپ کی تین طامع ترین حکمرانون کے عین منشار کے مطابق تھا۔ فرانس اوس وقت عجیب کش مکش مین مبتلا تھا۔ اوس کی قدیمی پالیسی ٹرکی کے قیام کی موید تھی۔ اور جدید تعلقات نے شاہ فرانس اور گورنر مصر مین گہری دوستی پیدا کر دی تھی۔ اس مخمصہ سے نکلنے کے لیئے لوئی فلپ کی جدت پسند دماغ نے نئی پالیسی گھڑلی۔ اوس نے سوچا کہ ٹرکی کا سب سے بڑا دشمن روس ہے۔ جس کے مقابلہ کے لیئے ٹرکی مین کافی طاقت موجود نہین۔ نہ اب اسقدر طاقت پیدا کی جا سکتی ہے۔ اس کا اب یہی علاج ہے کہ محمد علی کو طاقتور بنا کر روس کے برخلاف ٹرکی کے لیئے ایک زبردست پشت و پناہ تیار کر دیجائے۔ یعنی اوس کی رائے مین سلطان اور پاشا دونون کی موجودگی سلطنت عثمانیہ کے قیام کے لیئے ضروری تھی۔

لیکن وہ یہ نہ سمجھا کہ جب اصل اور پشت و پناہ یا قلب لشکر اور عقب مین ہی دشمنی ہو تو سلطنت کی حفاظت کس طرح ہو سکے گی۔ اور اس دشمنی کا برابر قائم رہنا باہمی تعلقات کو تابع و متبوع کے معمولی تعلق اور وضع کے سوا خواہ اور کسی وضع مین قائم کیا جاتا یقینی امر تھا۔ مزید بران اس پالیسی سے فرانس پر یہ الزام بھی وارد ہو سکتا تھا کہ وہ محض مصر مین اپنا اقتدار بڑھانے کے لیئے پاشا کی حمایت کر رہا ہے۔ انگلستان کی پالیسی حسب معمول خوب برجستہ تھی وہ ایسی روش پر تھا کہ کسیکو گرفت کا موقعہ بھی نہ ملے۔ اور اپنا الو بھی سیدھا ہوتا رہا۔ آئندہ محمد علی کی طاقت کو اپنی کاشت کردہ اجناس کپاس وغیرہ کی تجارت سے انگلستان کا تجارتی رقیب بن گیا ہوا تھا۔ اور انگلستان کو بحیرہ قلزم اور وادی فرات کے رستون سے فائدہ نہین اوٹھانے دیتا تھا۔ اور جس کے زیادہ طاقتور ہو جانے سے انگلستان کے ایشیائی مقبوضات کو بھی سخت اندیشہ ہو سکتا تھا۔ زیادہ بڑھنے دینا بلکہ کم کرانے کے درپے تھا۔ اور اس اپنی ذاتی غرض کو مدنظر رکھ کر سلطان کو اوسکے مقبوضہ صوبے جنپر وہ خود دیگر دول کی رقابت کیوجہ سے متصرف نہین ہو سکتا تھا۔ واپس لا دینے سے ٹرکی مین اپنا اقتدار بڑھا لینے کا دوسرا فائدہ اٹھانا چاہتا تھا۔ روس پران دونون ملکون کے اختلاف کو دیکھ کر کچھ ایسی خوشی چھا گئی کہ کچھ عرصہ کے لیئے اوسے اپنی کل آرائے اور تجویزین جو ٹرکی کے برخلاف رکھتا تھا۔ فراموش ہو گیئن۔ روس اور انگلستان مین خفیہ نامہ و پیام کے ذریعہ اوس پر اتفاق ہو گیا کہ فرانس کے بغیر اور اگر ضرورت ہو تو اوس کے علی الرغم اس مسئلہ کا تصفیہ کر دیا جائے۔ روس کو فرانس کی طرف سے اندیشہ پیدا ہو گیا تھا کہ کوئی فلپ کے سر مین نپولین کی تقلید کی ہوا ابھر گئی ہے۔ اس اتفاق کے بعد چارون سلطنتون نے فرانس سے اپنی جداگانہ پالیسی کو چھوڑ دینے کی درخواست کی مگر در باطن اونکا یہی منشا تھا کہ وہ متفق ہو اور چارون سلطنتین اوس کی شمولیت کے بغیر خود ہی اس مسئلہ کا تصفیہ کرکے فرانس کی شیخی ذرا کرکری کرین۔ چنانچہ فرانس کو

کسی طرح کی اطلاع دینے یا اوس سے شمولیت کیلئے لکھنے کے بغیر دول اربعہ نے باہمی کیساتھ ۱۵ جولائی سنہ ۱۸۴۰ء کو معاہدہ
کرلیا۔ اور اوس کے روسے قرار پایا کہ سلطان محمد علی کو مصر کی پاشائی علی الدوام اور ضلع عکہ کی گورنری تاحیات
اس شرط پر عطا کرنے پر رضامند ہین۔ کہ محمد علی دس دنکے اندر اس تصفیہ کو قبول کرلے اور فی الفور اپنی افواج شام
عرب اور کریٹ وغیرہ سے واپس بلالے۔ اگر وہ اس تصفیہ کو قبول کرنے مین بیس دنکا توقف کرے تو عکہ کی گورنری کا حق
زائل ہوجائیگا۔ اور بالآخر اگر وہ قطعی انکار کردے۔ تو اوس کے کل حقوق زائل ہوجائینگے۔ اور اوس کی معزولی
کا حکم صادر کردیا جائیگا جسکی تعمیل چارون طاقتیں اور ٹرکی کی افواج متفق و متحد ہوکر کرینگی۔ فرانس کو جب اس معاہدہ
کی خبر ہوئی تو وہ مارے غصہ کے آپے سے باہر ہوگیا۔ اکثر مورخین کا اوسپر اتفاق ہے کہ اسکی نیت نیک تھی۔ مگر پالیسی کے غلط ہونے
کو بھی سب تسلیم کرتے ہین۔ اوس نے فی الفور عظیم الشان تیاریان شروع کردین۔ اور اپنی بات کی پچ نباہنے کے لیے ایک طرح
سے کل یوروپ کے مقابلہ کے لیے آمادہ ہوگیا۔ تاہم انگلستان کے دلیر وزیر لارڈ پامرسٹن نے ان تیاریون کی کچھ پروا نہ
کرکے انگریزی بیڑہ کو جو امیر البحر سٹاپ فورڈ اور امیر نیپیر کے زیر کمان تھا۔ محمد علی کے انکار کردینے کی صورت مین شام
کے بنادر پر حملہ کرنیکا حکم بھیجدیا۔ اس بیڑہ سے جسکے ساتھ چند آسٹرین اور ترکی جہاز بھی شامل ہوگئے تھے۔ ۲۹ اگست سنہ ۱۸۴۰ء
کو بیروت پر گولہ باری شروع کرکے ۹ ہزار ترکی فوجکو جو بیڑہ پر سوار تھی خشکی پر اتار دیا۔ کوہستانی قبائل دروزہ و مارونی
جو مصری حکومت کی سخت گیری اور زیادہ ستانی سے تنگ آگئے ہوئے تھے۔ فورًا سلطانی افواج کیساتھ مل گئے۔ ادہر مصری
فوج اور اوسکے رفقا مین پھوٹ پڑگئی۔ بیروت کے مصری حکام کو عرب امیر بشیر کی وفاداری پر شبہ ہوگیا جسپر اوسنے
انگریزی امیر البحر کے سامنے ہتھیار ڈالدیئے۔ اور مالٹا کو بھیجدیا گیا۔ چند دنون کے بعد مصری کمانڈر سلیمان پاشا پر واضح ہوگیا
کہ اگر اوسنے بیروت کو جلد خالی نہ کردیا۔ تو پھر ابراہیم پاشا کو جاملنے کے لیے جنے اپنے باپ کی گورنمنٹ فرانس کے کہنے پر جنگ نزیب کے
بعد پیشقدمی نہین کی تھی۔ کوئی راستہ نہین رہجائیگا۔ اور ترکی افواج کل رستونکو روک لینگی۔ وہ آٹھ اکتوبر کو بیروت
خالی کرکے ابراہیم کیطرف چلدیا۔ اس پہلی ہی پسپائی کا یہ اثر ہوا کہ مصری فوج سے سپاہی جوق جوق بھاگنے شروع ہوگئے۔
ترکون اور انکے معاونین نے یکے بعد دیگرے لٹاکیہ۔ طرطوس۔ طرابلس۔ صیدا۔ اور طبریا پر قبضہ کرلیا۔ اور ۳ نومبر کو شام
کی کلید یعنی عکہ کا بحری و بری محاصرہ کرلیا گیا۔ چند گھنٹون کی ہی گولہ باری سے قلعہ کے میگزین مین آگ لگ گئی۔ اور آدہی فوج
اس کے ساتھ اڑگئی۔ جنپر باقیماندہ فوج نے ہتھیار ڈالدیئے۔ اور شہر جسکا بہی کچھ حصہ معدوم ہوگیا تھا۔ فاتحین کے حوالہ
کردیا۔ محمد علی نے یہانکہ بیشمار سامان حرب و ضرب اور رسد جمع کی ہوئی تھی جس کی بربادی پر اوس کی تمام امیدون کا خاتمہ ہوگیا۔
یہانسے فارغ ہوکر امیر البحر نیپیر نے سکندریہ کا رخ کیا۔ اور وہان پہونچ کر محمد علی کو کہلا بھیجا کہ ہٹ دہرمی پر قائم رہنے کی صورت
مین سکندریہ کا بھی وہی حشر ہوگا جو عکہ کا ہوا ہے۔ یہ دہمکی کام کرگئی۔ اور محمد علی نے جسکو یہ بہی یقین ہوگیا تھا کہ اکیلا فرانس
کل یوروپ کے برخلاف اوس کی کچھ مدد نہین کرسکتا۔ ۲۷ نومبر سنہ ۱۸۴۰ء کو صرف مصر کی موروثی گورنری پر قناعت کرکے

شام عرب اور کریٹ سے مصری افواج کو واپس بلا لینا منظور کر لیا - اور اونکو واپس بلا لیا - اور ترکی بیڑہ قسطنطنیہ کو واپس بھیجدیا - بابعالی نے اس معاہدہ کو انگریزی سفیر لارڈ پان سان بائی اپیاء پر منظور کرنے سے انکار کر دیا - اور محمد علی کی جگہ مصر کی گورنری پر ایک اور شخص کو نامزد کرکے محمد علی کو بالکل بیدخل کر دینے کا عزم ظاہر کیا - لیکن آخر دیگر دول نے جن میں اب فرانس بھی آسٹریا کی تحریک پر فوجی تیاریوں سے باز آکر شامل ہو گیا باب عالی چند مہینوں کے نامہ و پیام کے بعد رضامند کر لیا - اور سلطان نے ۱۳ فروری ۱۸۴۱ء کو فرمان شاہی صادر کیا کہ مصر کی حکومت محمد علی اور اوس کے خاندان میں موروثی رہیگی - لیکن بابعالی کو اختیار رہوگا - کہ ایک امیر کے مرنے پر محمد علی کے خاندان میں سے جسکو چاہے امیر مقرر کرے - مزید برآن یہ قیود بھی لگائیں کہ گورنر مصر کبھی ۱۸ ہزار سے زیادہ فوج نرکھے - اور محاصل اوسیطرح تشخیص اور وصول کرے - جسطرح ٹرکی میں کیئے جاتے ہیں - اور جو چوتھا حصہ بطور خراج بابعالی کو بھیجدیا کرے - اور بوقت ضرورت فوجی امداد دیا کرے - محمد علی نے ان شرائط کو ماننے سے قطعی انکار کر دیا - اور فرانس میں بھی جوش بڑھ گیا - لیکن منتر نیخ آسٹریا کے وزیر اعظم نے بیچ بچاؤ کر کے رشید پاشا کو جو محمد علی کا بہت مخالف تھا - برطرف اور رفعت پاشا کو وزیر اعظم مقرر کرا دیا - اور سلطان نے جدید فرمان صادر کر کے حکومت مصر کی جانشینی کیلیئے وہی قاعدہ منظور کر لیا جو ٹرکی میں رائج ہے - اور جس کے رو سے سلطان کے مرنے پر خاندان کا سب سے بڑا رکن تخت نشین ہوتا ہے - اور خراج کا تصفیہ بابعالی اور مصر کی باہمی قرارداد پر چھوڑ دیا گیا - محمد علی نے ان شرائط کو بتاریخ ۱۰ مئی ۱۸۴۱ء قبول کر لیا - اور مصری تنازعہ کا خدا خدا کر کے تصفیہ ہو گیا - دول یورپ نے لنڈن میں ۱۳ جولائی ۱۸۴۱ء کو عام معاہدہ کر کے اس تصفیہ کو تسلیم کر لیا - اور ساتھ ہی آبنائے ڈارڈنیلز اور باسفرس کے متعلق اتفاق رائے سے یہ دو دفعات اوس میں ایزاد کر دیں -

" دفعہ اول - جلالت مآب سلطان روم اعلان کرتے ہیں کہ وہ اپنی سلطنت کے قدیم دستور کے مطابق اس امر کا پختہ عزم کرتے ہیں - کہ صلح کے وقت وہ کسی اجنبی طاقت کے جنگی جہازوں کو آبنائے باسفرس اور ڈارڈنیلز میں داخل نہیں ہونے دیں گے -

دفعہ دوم - اور دوسری طرف جلالت مآب ملکہ برطانیہ کلاں و آئرلینڈ قیصر آسٹریا و شاہ ہنگری و بوہیمیا - شاہ فرانس - شاہ پرشیا اور قیصر روس سلطان المعظم کے اس عزم کی حرمت کرنے اور اصول متذکرہ صدر کی نگہداشت کرتے رہنے کا اقرار کرتے ہیں " اس عہدنامہ کے رو سے یوروپین دول نے ٹرکی کی سلامتی کا ذمہ اوٹھا کر اوسکو ایک پہلی دفعہ باضابطہ طور پر اپنی حفاظت و حمایت اور اتالیقی میں لیلیا - اور بقول شائی لین پول ٹرکی کو اس حفاظت و اتالیقی سے کچھ فایدہ نہ ہوا

له خسرو پاشا تقرری سے چند ماہ بعد فرانس کے اصرار پر موقوف ہو گیا تھا - اور اس کی جگہ رشید وزیر اعظم بنا دیا گیا تھا - مؤلف -

جو واقعات مابعد سے بخوبی ظاہر ہو رہا ہے کہ شاگرد کے عناصر کی قطع برید کا سلسلہ ابھی تک جاری ہے۔

عدن پر انگریزی قبضہ

ڈارڈنیلز اور باسفرس کو باضابطہ طور پر ترکی سمندر تسلیم کر لیا جانا ترکی کے حق مین نہایت مفید تھا۔ کیونکہ قانون بین الاقوام کے رو سے عموماً کل بحری راستے اور سمندر کسی واحد سلطنت کے تصرف و قبضہ مین شمار نہین ہوتے۔ لیکن پھر بھی عہدنامہ خونکار سکلسی روس کو ترکی کے اندرونی معاملات مین خاص صورتون کے پیدا ہونے پر مداخلت کا جو استحقاق حاصل ہو گیا تھا۔ وہ ابھی تک بدستور قائم تھا۔ اور اس نئے معاہدہ سے اوس کی تاثیر مین کوئی فرق نہین پڑا تھا۔ اس فروگذاشت کی اصلاح کیلئے ترکی۔ انگلستان اور فرانس کو بارہ برس بعد لاکھون جانین اور کروڑون روپیہ برباد پھیرنا پڑا۔ تاہم انگلستان متعدد اخلاقی مفاد کے حصول کے ماسوا اس موقعہ پر بھی مادی فائدہ اوٹھانیسے نہ چوکا۔ جسطرح اوسنے روس سے ترکی کے مغلوب ہو جانے پر قطعی معاہدہ صلح مین امداد اور دستگیری کے عوض ۱۸۷۸ء مین ترکی سے قبرس کا جزیرہ قابو کر لیا تھا۔ اوسیطرح ۱۸۳۹ء مین محمد علی کے برخلاف مدد دینے کی لالچ دلا کر نوجوان اور تجربہ کار سلطان عبدالحمید اور اس کے مشیرون سے بحیرہ قلزم اور بحیرہ ہند کی کلید یعنی عدن کو حاصل کر لیا۔ فرق صرف اتنا ہے کہ اسوقت اوسنے اپنے وعدہ کو (گو اس مین بھی بہت سی مزید ذاتی اغراض جن کی اوپر توضیح ہو چکی ہے مدنظر رکھی گئی تھین) کسیقدر پورا کر دیا۔ اور ۱۸۷۸ء مین کھلم کھلا دغا دی۔ مین نے عدن کی نسبت لکھا ہے کہ سلطان سے براہ راست حاصل کیا گیا تھا۔ لیکن اگر روسی مورخون کے قول کی پیروی کی جائے تو یہ لکھنا چاہیے تھا کہ انگلستان نے اس اہم مقام کو وہان کے عرب شیوخ سے جو ترکی کے ماتحت تھے۔ غصب کر کے ترکی کو اس اغتصاب پر رضامند کر لیا یا بالفاظ دیگر اوسے ایسے وقت غصب کیا۔ جب ترکی مین مصر کے اغتصاب مابعد کیطرح اعتراض و مزاحمت کرنے کی نہ تو طاقت تھی۔ اور نہ ایسا کرنا محمد علی کے فساد کی وجہ سے قرین مصلحت تھا۔ اس موقعہ پر روسی مورخ[1] کی روایت کو بجنسہ نقل کر دینا شاید نامناسب نہ ہوگا۔ جو حسب ذیل ہے:-

ایسٹ انڈیا کمپنی کو (دیا دش بخیر باد) اپنے جہازون کیواسطے کوئلون کا گودام کرنیکے لیئے ایک سٹیشن کی ضرورت تھی۔ جب یہ ضرورت محسوس ہوئی۔ اوسی زمانہ مین جنگی لحاظ سے عدن کی اہمیت بھی جو باب المندب کی کلید ہے ابھی تازہ تازہ واضح ہوئی تھی۔ چنانچہ انگریز ناخدایان نے جو خیالی پلاؤ کبھی نہین پکاتے رہتے۔ بلکہ جس کام کی سودمندی محقق ہو جاتی اوسے فوراً کر گذرتے ہین۔ خواہ کسیقدر جان و مال کا نقصان ہو ایسے اہم مقام پر قبضہ کر لینے کا عزم کر لیا۔ پہلا انہون نے اوس پر قابض ہو جانیکا ارادہ کیا۔ مگر اسطرح ترکی سے بگاڑ ہو جانے کے اندیشہ سے بالآخر تدبیر و حیلہ سے کام برآری مناسب خیال کی۔ اور یہ چال۔ ایک بڑا جہاز موسومہ دایرہ دولت جس پر انگریزی علم لہرا رہا تھا۔ عمداً ساحل عدن کے قریب غرق کر دیا گیا۔ عرب ایسے شکار کو کب ہاتھ سے جانے دیتے تھے۔ اونہون نے چارون طرف سے اس جہاز کو گھیر ڈال لیا۔ اور اکثر

[1] اسکا راوی ایک روسی فوجی افسر فیڈروف ہے جسکی تحریر کا ترجمہ لفٹنٹ کرنیل گووان نے انگریزی مین کیا ہے۔ مولف

اہل جہاز کو قتل کرکے کل مال واسباب لوٹ لیا۔ اور عورتون کو جو جہاز پر تھین پکڑ لیگئے۔ انگریزی گورنمنٹ نے کپتان ہینس کو عدن بھیجا کہ انگریزی علم کی اس بےحرمتی کے معاوضہ اور نقصان کے بدل کا مطالبہ کرے۔ کپتان مذکور کو سمجھا دیا گیا کہ وہ پہلے تو شیخ عدن کو خوب دہمکائے۔ اور جب وہ سہم جائے تو اوسے مقام مذکور کی فروخت پر آمادہ کرے۔ کپتان نے جنگی جہاز عدن کے سامنے لاکر کھڑے کردیئے۔ اور شیخ سے معاوضہ طلب کیا۔ شیخ نے گولہ باری کے خوف سے غرق شدہ جہاز کے نقصانات کا عوضانہ دینا منظور کرلیا۔ اور زر مطلوبہ ادا کردیا۔ کپتان نے روپیہ لینے کے بعد بندر عدن اور علاقہ ملحقہ کی فروخت کا سلسلہ چھیڑ دیا۔ شیخ نے زر اداکردہ اور جہازی محاصل کے بدل مین (جو اوسکے ملا کرتے تھے۔ اور فروخت کے بعد اوس کی یہ آمدنی زائل ہوجاتی) ساڑھے بارہ ہزار روپیہ مزید پر بندر کو بیچڈالنا قبول کرلیا۔ اور اس مضمون کا بیعنامہ لکھا گیا۔ لیکن ابھی اوسکی تکمیل نہین ہوئی تھی۔ اور شیخ کو کوئی پیسہ نہین دیا گیا تھا کہ کپتان ہینس کے مترجم نے شیخ کی مہر چرالی جسے بیعنامہ پر لگا کر ایک کوڑی ادا کئے بغیر بیعنامہ کو مکمل کرلیا گیا۔ اور بہادر کپتان صاحب بیعنامہ کو جیب مین داخل کرکے اور کل روپیہ اٹھوا کر جہاز کو واپس آگئے۔ اور شیخ سے الوداعی ملاقات کی بھی کچھ پروا نہ کی۔ مگر جب اس امر کی اطلاع محمد علی کے ایک نائب کو جو عدن کے متصل علاقہ پر مامور تھا ہوئی۔ تو اوس نے خود عدن پر قابض ہوجانے کی تیاری شروع کردی۔ جسپر انگلستان نے سلطان کو گورنر مصر کے برخلاف مدد پیش کی۔ سلطان نے اوسے بخوشی منظور کرلیا۔ اور اس مدد کے معاوضہ مین فی الفور انگریزی فوج عدن پر قابض ہوگئی۔ اور ہینگ لگی نہ پھٹکری از روئے قانون اور از روئے قبضہ دونون طرح سے انگلستان عدن کا مالک ہوگیا۔ زیادہ تماشے کی بات یہ ہے کہ جہاز کے مالک کو بھی کسیطرح کا معاوضہ نہ دیا گیا۔"

اس مادی اور دیگر اخلاقی فوائد کے علاوہ اس اعانت کے صلہ مین انگلستان کو باب عالی کے مشورون اور ملک مین بقدر اقتدار حاصل ہوگیا تھا کہ یہ کہنا مبالغہ مین داخل نہین کہ کوئی کام انگریزی سفیر کے بلا استصواب نہین کیا جاتا تھا۔ اور کل بنادر کی تجارت انگریزون کے تصرف مین ہوگئی تھی۔

سلطان محمود کی اصلاحات

سلطان مرحوم نے اپنے ملک کی جو بیشمار قابل قدر خدمات کین اونمین سے ایک یہ بھی تھی کہ اونے اون شہزادون کی تعلیم و تربیت مین جنکی نسبت غالب گمان تھا کہ وہ اوسکے بعد تخت نشین ہونگے حتی الامکان کسیطرح کی کوتاہی نہ کی۔ لیکن عام مسلمانون کی متعصبانہ جہالت اور مخالفت کیوجہ سے اونکی یوروپین طرز پر تربیت نہ کرسکا جو اوس کی بڑی خواہش تھی۔ اور اسیوجہ سے وہ نقص جو محلسرا کی رہائش اور عورتون اور کنیزکون یا متعصب ملاؤن کی صحبت سے پیدا ہوتے ہین۔ کچھ نہ کچھ ان شہزادون کی طبیعت مین باقی رہے۔ مرحوم کے زندہ فرزندون مین سب سے بڑا عبدالمجید تھا۔ اوس کی عمر تخت نشینی کے وقت صرف ۱۶ برس کی تھی جو عمر کامل تعلیم و تربیت کے باوجود بھی ترکی ایسی سلطنت کی کٹھن اور خطرناک حکمرانی کیلیے بہت ہی تھوڑی تصور ہوتی

مزید برآن اس نوعمر فرمانروا میں وہ عزم و شہامت اور مستعدی بھی نہیں تھی جو ہر فرمانروا کیلئے اگر وہ ملک کے لیے مفید ہونا چاہتا ہو ضروری ہے۔ تاہم ایک بڑی خوبی یہ رکھتا تھا کہ طبعًا ذہین اور بیتلون مزاج ہونیکے علاوہ فرمانبردار اور سعادتمند فرزند تھا۔ محمود نے مرتے وقت اوسے آخری نصیحت یہ کی تھی کہ اصلاح کی تکمیل اور اپنی رعایا کی جملہ اقسام کی حالت کو بہتر اور ان کے خیالات کو روشن بنانے سے غفلت اور کوتاہی نہ کرے۔ اسی غرض کے لیے سلطان مرحوم نے اوسے اصلاحی تدابیر و تجاویز کے اصول بنا دیے اور انکی اہمیت پہلے سے ہی بخوبی ذہن نشین کر دی تھی۔ خوبیٔ قسمت سے اوسے مشیر بھی ایسے مل گئے جو روشن خیال اور اصلاح کے بدل خواہان تھے۔

محمود نے نظم و نسق سلطنت کے ہر حصہ اور شاخ میں جو تغیر و تبدل کئے اونکو مفصل قلمبند کرنے کے لیے ایک دفتر درکار ہے۔ بنا برین صرف زیادہ اہم اصلاحات کا مختصر بیان درج کر دیا جاتا ہے۔ نہایت ضروری اور کمال اہم فوجی اصلاحات کے بعد سب سے اول کام جو سلطان محمود نے ینگچریون کی ظالمانہ غلامی سے رہائی پاتے ہی کیا وہ یہ تھا کہ فرمان شاہی صادر کر کے پولیٹیکل مجرمونکی جایداد و نکی ضبطی کے دستور کو موقوف کر دیا اور گورنرون سے موت حیات کا اختیار چھین لیا۔ قبل ازین تمام ایسے شخصون کی جایداد جنکو پولیٹیکل جرایم کی علت مین موت یا جلاوطنی کی سزا دیجاتی ضبط کر لی جاتی تھی۔ جس قبیح دستور سے یہی نہین کہ مکروہ ترین قسم کے مخبرون اور جاسوسون کی ایک وسیع جماعت قایم ہوگئی ہوئی تھی۔ بلکہ حکومت کو بھی ہر وقت ظالمانہ افعال کی تحریک و تحریص ہوتی رہتی تھی۔ پاشاون یعنے گورنران علاقہ کو اس سے پہلے یہ خدائی اختیار حاصل تھا کہ اونکی انگلی کے اشارہ پر انسان فی الفور ہلاک کر دیا جاتا تھا۔ محمود نے تاکیدی اور قطعی احکام نافذ کر دیئے کہ آئندہ جب تک باضابطہ تحقیقات کے بعد قاضی (یعنی مجسٹریٹ یا جج) حکم سزا نافذ اور حکم سزا پر اپنا دستخط ثبت نہ کرے۔ کوئی پاشا۔ یا آغا یا اور عہدہ دار کسی شخص کو خواہ وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم موت کی سزا نہین دے سکتا۔ بلکہ قاضی کا فیصلہ بھی ناطق نہین ہے۔ ملزم اوس کے فیصلہ کی اپیل پہلے اناٹولیا یا رومیلیا (ایشیا یا یورپ) کے قاضی عسکر کے پاس اور پھر خود سلطان کی خدمت مین کر سکتا ہے۔

سلطان نے ان منصفانہ احکام کو نافذ کر دینے پر ہی قناعت نہ کی۔ بلکہ اپنے افعال سے بھی اصلاح کی نیک نظیر قایم کی۔ انتظام سلطنت کی محنت و مشقت سے دل چرا کر ہر وقت محلسرا مین گھسے رہنے کی بجائے وہ دیوان کے ہر اجلاس مین باضابطہ شریک ہوتا۔ یہ بد رواج در حقیقت سلیمان قانونی کے وقت سے شروع ہوا تھا۔ اور جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے۔ سلطنت کے تنزل کا ایک یہ بھی بھاری سبب تھا۔ اوقاف کی خرابیون مین سے بہی اکثر کا انسداد کر کے اوس نے اونکا انتظام گورنمنٹ کی نگرانی مین کر دیا۔ مگر افسوس عام ناراضگی کے زیادہ خطرناک ہو جانے اور کٹ ملاؤن کو مخالفت کا مزید بہانہ مل جانے کے خوف سے وہ مصطفےٰ کوپریلی کی نیک نظیر سے فایدہ اوٹھا کر اوقاف کی آمدنیون کو جو علما ستغنا

ہر جگہہ زیادہ تر مفت خوروں - کاہلوں اور غاصبوں کی بہینٹ چڑہ رہی ہین - استحکام سلطنت و ملت کے لیئے سرکاری مصرف مین لانے کی جرأت نہ کرسکا - لیکن پہر بھی آفرین ہے کہ فوجی جاگیروں کے معاملہ مین جو سلطنت کے محاصل کے حصہ کثیر کو نگلے ہوئے تہین - اوسنے کسی خدشہ کی پروا نہ کی - ان فوجی جاگیروں یعنے تیماروں اور زعامتوں سے عرصہ دراز وہ غرض حاصل نہین ہورہی تہی - جس کے لیئے وہ قایم کیگئی تہین - اوس نے یک قلم ان کل جاگیروں کو ضبط کرکے بیشمار خرابیوں کے منبع کو مسدود اور سلطنت کی آمدنی کو مضاعف بڑہا لیا - ان مقامی سرداروں کے اختیارات کی بیخکنی بہی جو درہ بک کا خطاب رکہتے تہے - اور جاگیری طریقہ کے بگڑنیسے سلطنت کے تقریبًا ہر حصہ مین چہوٹے چہوٹے خود مختار بادشاہ بن گئے ہوئے تہے - کچہہ کم ہمت وجرأت اور اہمیت کا کام نہ تہا - یہ لوگ اسقدر بیشمار اور اسقدر شورہ پشت ہوگئے ہوئے تہے کہ سلطان جتنے امکان آسانی یا سرعت کیساتہہ اس مدعا مین کامیاب ہوسکا اس غرض کے لیے بیشمار معرکہ آرائیاں ہوئین - اور عرصہ تک بغاوتوں کا بازار گرم رہا - لیکن محمود کا استقلال رفتہ رفتہ اس خرابی پر بہی غالب آگیا - اور بالآخر کل سلطنت مین بجز بوسنیا ایسا علاقہ رہگیا - جہان کے درہ بکوں کو سابقہ اختیارات شاہانہ حاصل رہے - مالی مشکلات کے سلجہانے مین بہی اوس نے بینظیر مہارت اور قابلیت ظاہر کی - اور اس معاملات مین قابلترین وزیر سے بہی گوئے سبقت لیگیا - اوسنے تمام ایسے محاصل جن سے آمدنی تو بہت کم ہوتی تہی مگر رعایا کی بعض اقسام کو اون سے سخت تکلیف پہونچتی تہی - یکقلم موقوف کردیا - اور ۲۲ فروری ۱۸۳۶ء کو فرمان سلطانی صادر کرکے رسد وغیرہ لینے کے دستور کی جو سرکاری عہدہدار مفصلات مین سی گذرتے یا دورہ کرتے وقت باشندون سے لیا کرتے تہے - سخت ممانعت کردی - جس کی تقلید ۶۱ برس تک ہندوستان مین منصف مزاج انگریز گورنمنٹ بہی کرسکے اور ۱۸۹۵ء مین اگر کی بہی تو صرف ایک صوبہ ہی کے بیدار مغز حکمران سر فنٹر پیٹر کنے مالگذاری و محاصل کی با ضابطہ ششماہی قسط کے علاوہ اور سطرح کے استحصال اور وصولیوں کو ناجایز قرار دیدیا - اس فرمان کے چند الفاظ حسب ذیل ہین :-

"یہ کسی سے مخفی نہین کہ اپنی جملہ رعایا کو اذیت رسان کارروائیوں کے برخلاف مدد دینا - اور اونکے بوجہوں کو بڑہانے کی بجائے ہلکا کرتے رہنے کی کوشش کرنا اور اونکے آسایش واطمینان کو متیقن کرنا مجہہ پر فرض ہے - پس ظالمانہ افعال خداوند کریم کے حکم اور میرے شاہانہ احکام کے صریح منافی اور نقیض ہین "

خراج یعنی جزیہ[1] جسے کہ یسی اور کل عیسائی مورخ تسلیم کرتے ہین کہ نہایت ہلکا اور سبک ہوتا تہا - اور ہے - اور مزید برآن اس کے معاوضہ مین جزیہ دہندگان ہر طرح کی فوجی خدمت سے معاف ہوجاتے ہین) گو مقدار مین ہلکا ہوتا تہا

[1] جزیہ کا صرف فوجی خدمت کا بدل ہونا اس سے مزید تر واضح ہوجائیگا کہ یونانی اور مالٹوی جنکا ہم ذکر کرچکا ہے - خراج یا جزیہ بالکل ادا نہین کرتے تہے کیونکہ وہ فوجی خدمت دیا کرتے تہے - برعکس اس کے دو لوادر آبا کو ترک مسلمان جو خاص وجوہات کی وجہ سے فوجی خدمت سے معاف کردیئے گئے تہے - برابر جزیہ ادا کرتے تہے - کیا اسکے بعد بہی مخالفین کو جزیہ کی حقیقی ماہیت کے سمجہنے مین کسی طرح کی غلطفہمی پیدا ہوگی ہو سکتی +

لیکن عرصہ دراز سے سرکاری محصلون کی بدروشی اور متکبرانہ برتاؤ کے باعث غیر مسلم رعایا پر ظلم وستم کرنے کا آلہ بن گیا ہوا تہا۔ متذکرہ صدر فرمان مین عادل ومنصف سلطان نے اوس کی تحصیل وتشخیص کے پرانے طریقہ کو بہی منسوخ کردیا اور حکم دیا کہ آئندہ اوس کی وصولی کے لئے ہر ضلع مین ایک خاص کمیشن مقرر کی جائے۔ جس مین قاضی اور مسلمان گورنر کے علاوہ اعیان یعنی ہر ضلع کی غیر مسلم رعایا کے منتخب کردہ میونسپل سرغنہ بہی شامل ہون۔ اون کے علاوہ اور بہی کئی مالی اصلاحین کی گیئین جنکا تذکرہ طوالت کا باعث ہوگا۔ یہ انہی اصلاحات کی طفیل تہا کہ گو یونان۔ والیشیا۔ مالڈیویا سرویا۔ مصر۔ شام۔ علاقہ کیشیا اور البانیا کی آمدنیان بالکل بند ہوگئی تہین۔ اور اس کے برعکس فوجی ودیگر اصلاحات محاربون اور تاوانون کی وجہ سے پہلے کی نسبت خرچ بہت بڑہ گیا تہا۔ لیکن پہر بہی سلطان مرحوم کو کبہی قرض لینے کی ضرورت نہ پڑی اور بلکہ اوس کی کئی سختیان دور ہوگیئین۔ خلیفہ مرحوم کی ایک اور بیعدیل اصلاح یہ تہی کہ اوس نے شاہی دربار اور گورنمنٹ کے انتظام اور عملہ کو بہت سادہ مگر مستحکم بنا دیا۔ بیشمار اسامیان جو محض مفت خورون اور خوشامدیون کی شکم پوری کا ذریعہ تہین موقوف کردین۔ اور تاکہ کفائیت شعاری اور ملکی خیر خواہی کی نظیر قائم ہو تخفیف کا کام پہلے اپنے شاہی محلسرا سے شروع کیا۔ تمام ایسے خطاب اور منصب جن کے متعلق کوئی کام نہ تہا۔ اور تمام ایسے تنخواہ دار اور عہدہ دار جو کسی مفید کام پر مامور نہ تہے۔ بیدریغ منسوخ اور موقوف کردیئے۔

سلطان مرحوم رحمدل بہی پرلے درجہ کا تہا۔ یہون سے اوسے نہایت اُلفت تہی۔ اور یہ ایسی الفت ہے کہ ظالمون اور بیرحمون مین شاذ ونادر ہی پائی جاتی ہے۔ الغرض یہ اسی نامور محب قوم وملت کی طفیل ہے کہ دُنیا مین اب تک عثمانیہ خلافت قائم وموجود ہے۔ اور اس مین کوئی شبہ نہین ہوسکتا کہ خداوند نے اپنے اس نیک بندہ کو اوس کی مساعی حسنہ اور بیعدیل جانکاہیون کا وافر صلہ عطا فرما دیا ہوگا۔ اور رسولِ مقبول کے دربار مین اوسے ممتاز منزلت حاصل ہوگی۔ اللہم اغفرہ وارحمہ +

قدیم جدید ترکی علم ادب

ناظرین کو صفحات ماقبل سے معلوم ہوگیا ہوگا کہ سلطان محمود کا عہد حکومت ایک طرح سے ایک طرف قدیم تنگ خیالی اور بیجا ومضر تعصب مذہبی اور دوسری طرف ٹہیٹہ اسلامی وسیع الخیالی پر کاربند ہوکر ضروریات زمانہ کو پورا کرسکنے کے قابل بننے کے لیئے لازمی استعداد وقابلیت کے حصول کی خواہش کے باہمی جدوجہد کا زمانہ تہا۔ فریقین مین سال ہا سال ایسی سختی سے مقابلہ ومجادلہ جاری رہا کہ عرصہ تک وثوق کے ساتہہ نہین کہا جاسکتا تہا۔ کہ کون فریق غالب آئیگا۔ مسلمانون کی خوش قسمتی سے سلطان مرحوم کا استقلال اور بینظیر عزم وثبات خطرات عدیدہ اور مشکلات بعیدہ کا مردانہ وار مقابلہ کرتے۔ رہکر آخر غالب آگیا۔ اور انقلابی زمانہ ایکطرح سے بخیریت منقضی ہوکر دکہیونکہ اس سے بڑہکر خیریت کیا ہوسکتی ہے کہ خاندان عثمانیہ اس انقلابی جدوجہد مین غرق ہو جانے سے

محفوظ اور ا آخر کاطے رہا۔ ترقی و اصلاح ضروری کا دور شروع ہو گیا۔ پولیٹکل اور مذہبی خیالات کے بدلنے پر قوم کے لٹریچر مین بھی لازمی طور پر تغیر عظیم پیدا ہو جاتا ہے۔ یہی کیفیت ترکی لٹریچر کی ہوئی۔ جس کے متعلق اسموقعہ پر نئے سلطان اور نئی اصلاحات کے حالات شروع کرنے سے پہلے چند سطور کا لکھدینا شاید نا مناسب نہو گا۔

محمد چہارم کے عہد کے حالات مین لکہا جا چکا ہے کہ ترکی شعراء نے ایرانی طرز کی تقلید شروع کر دی تہی۔ اور نابی نے صائب کے فلسفیانہ اور اخلاقی انداز کی ترکی مین نہایت خوبی سے نقل اوتار کر اپنے قومی لٹریچر مین اوسے رائج کر دیا تہا۔ احمد ثالث کے عہد (۱۷۰۳-۱۷۳۰ء) مین سب سے مشہور شاعر ندیم گذرا۔ جو ممتاز ترین قدیم شعراء مین شمار ہوتا ہے وہ اپنے انداز تحریر کا جو تمام متقدم ایرانی و ترکی شعراء کی طرز سے مختلف تہا۔ خود ہی موجد تہا۔ اور اب تک کیسکو اسکی نقل و تقلید کی ہمت نہین پڑی۔ اوس کی غزلون مین نہایت ہی موزون اور برمحل الفاظ کی بے نظیر نشست کی خوبی کے علاوہ ایک بڑا وصف یہ تہا کہ اون سے سامعین کے دلون کو ایسی شگفتگی اور فرحت بخش تازگی پیدا ہوتی ہے۔ کہ اور کوئی ترکی شاعر اس رنگ کو ایسی عمدگی سے نہین نبہا سکا۔ غزلون کے علاوہ اوس نے بہت سے قصاید بہی لکہے جو نفی کے قصاید سے زیادہ لطیف اور شانداری مین اون سے کم نہین۔ اور ساتہہ ہی اس کے سواء عمدگی مذاق اور سہل و آسان تشبیہ و استعارہ کا وصف رکہتے ہین۔ اس کی زندگی کے حالات اسکے سوا بہت کم معلوم ہین کہ وہ قسطنطنیہ مین رہا۔ اور ابراہیم پاشا وزیر اعظم نے اوسکو اپنے قایم کردہ کتب خانہ کا محافظ مقرر کر دیا تہا۔ اور کہ وہ ۱۷۲۳ء تک ابہی زندہ تہا۔ اس کے ساتہہ قدیم عثمانیہ لٹریچر کا کلاسیکل زمانہ ختم ہوا۔ اس لٹریچر کے فروغ کی ابتدا نفی سے ہوئی۔ اور ندیم کی وفات پر ختم ہوا۔ یعنی احمد اول کی تخت نشینی (۱۶۰۳ء) سے لیکر احمد ثالث کے عزل (۱۷۳۰ء) تک رہا۔

محمد فاتح کے وقت تک کے قدیم ترکی نثر نویسون کا بہی پہلی جلد مین مجمل ذکر ہو چکا ہے۔ اوس سے بعد کے چند مشہور ناثرون کا مختصر ذکر اس جگہ کیا جاتا ہے۔ سلیمان اول کے عہد مین علی چلپی نے جو انسائیکلو پیڈیا نویسی کا بہی گویا موجد ہے انوار سہیلی کا فارسی سے ترکی مین بے نظیر ترجمہ کیا۔ جو ہمایون نامہ کے نام سے مشہور ہے۔ علی چلپی کے بعد سعد الدین مشہور ناثر گذرا۔ وہ مراد ثالث کا جس نے ۱۵۷۴ء سے ۱۵۹۵ء تک حکمرانی کی اتالیق تہا۔ اوس نے اپنے شاگرد کے لیے خاندان عثمانیہ کے اولین نو تاجدارون کی تاریخ لکہی۔ اور اوسکا نام تاج التواریخ رکہا۔ عثمانیہ ترکون نے اپنی قوم کے شاہی خاندان اور اپنی سلطنت کے واقعات کو ضبط تحریر مین لاتے رہنے سے کبہی لاپروائی نہین کی۔ یہی وجہ ہے کہ اون کے پاس اس نامور سلطنت کی مکمل تاریخ سلسلہ وار موجود ہے۔ تاج التواریخ اس تاریخی سلسلہ کی پہلی کڑی ہے۔ اور نہ فقط رنگینی عبارت بلکہ تاریخی صداقت کے لحاظ سے بہی نہایت ممتاز اور بے نظیر مانی گئی ہے۔ اس عالم مورخ کی بعض فقرات کا ترجمہ فتح قسطنطنیہ[1]

[1] تاج التواریخ کے اوس حصہ کا ترجمہ جو فتح قسطنطنیہ کے متعلق ہے۔ کتاب حالات قسطنطنیہ کے ایک حصہ مین بجنسہ درج کر دیا گیا تہے۔ مولف +

کے حالات مین دیا جا چکا ہے۔ یہ کتاب از اول تا آخر مسجع یعنی نثر منظوم مین لکھی گئی ہے۔ اور جا بجا سر بہ آوردہ ترکی و فارسی شعرا اور خود مصنف کے اپنے اشعار و قطعات کے درج کر دیئے جانے سے اوسکی رونق اور دوبالا ہو گئی ہے۔ سعدالدین سے بعد شاہی مورخون مین سے نائمہ جسکا کچھ ذکر ضمناً محمد چہارم کے حالات مین ہو چکا ہے۔ خاص ذکر کے لائق ہے۔ اوسکی کتاب مین ۱۵۹۱ء سے لیکر ۱۶۵۹ء تک کے واقعات درج ہین۔ اور گو دلاویزی اور شگفتگی مین اوس کی تحریر کسی سے کم نہین۔ لیکن تاج التواریخ کے برعکس اوس کی عبارت نہایت سادہ اور صاف ہے۔ پیچ در پیچ اشارون کنایون اور تشبیہون و استعارون کا نام تک نہین ہے۔

اولیا آفندی بہی جسے ترکون کا ابن بطوطہ یا ابن جبیر یا سر جان منڈویل[1] کہنا غلط یا مبالغہ آمیز نہین ہو سکتا۔ مشہور ناثر اور سیاح گذرا ہے۔ اوس نے پرانی دنیا کے تینون براعظمون مین دور دور تک کئی سفر کیے۔ اور آخر قسطنطنیہ واپس آکر اپنے کل مشاہدات اور تجربون کو ایک ضخیم کتاب مین قلم بند کیا جس کا ترجمہ تقریباً کل یوروپین زبانون مین ہو چکا ہے۔ مگر افسوس ہندوستان یا ایران کے مسلمانون مین شاید دس شخص بہی زمانہ حال کے اس بلند ہمت مسلمان سیاح کے نام تک سے واقف نہین ہونگے۔ ہندوستان کے مسلمانون اور اونکی زبان سے اس اجنبیت اور لاپروائی کے قابل شرم نقص کا دہبہ مٹانے کیلیے مولف کتاب ہذا انشاءاللہ العزیز سفر نامہ اولیا آفندی کا ترجمہ عنقریب شایع کرنے کی کوشش کریگا۔

حاجی خلیفہ نے بہی جو ۱۶۵۸ء مین فوت ہوا .... جسے عموماً کاتب چلبی بہی پکارتے ہین تاریخ۔ علم الرجال جغرافیہ اور دیگر مضامین پر بہت سی بیش قیمت کتابین تحریر کین۔ ۱۷۲۸ء مین ترکی مین پہلی مطبوعہ کتاب جو ابجد ... کا ترکی ترجمہ تہی شایع ہوئی۔ ترکی مین پہلا چھاپہ خانہ مدیر کے عربی ابراہیم پاشا نے قایم کیا تہا۔ جسکا انتظام اور نگرانی ایک ہنگری نومسلم کے سپرد تہی۔

پرانی طرز کے چار بڑے شاعرون مین سے آخری شیخ غالب ہے۔ جو سلطان سلیم ثالث کیوقت مین گذرا۔ اوسکی کتاب "حسن و عشق" ترکی ذہانت اور نازک خیالی کے بہترین آثار مین شمار ہوتی ہے۔ نفوعی نیفی۔ اور ندیم کیطرح شیخ غالب نے بہی تقلید کو موجب عار سمجہکر اپنی ایک خاص طرز اختراع کی۔ جو تمام سابقہ شعراء کے انداز سے بالکل ممیز ہے۔

سلطان محمود کے عہد مین ملکی قانون اور رسم و رواج کیطرح ترکی لٹریچر کا بہی نیا دور آغاز ہو گیا۔ اور اس پر بہی جدید تر یوروپین رنگ چڑہنا شروع ہو گیا۔ اور آخر رفتہ رفتہ بالکل یوروپین مذاق کے مطابق ہو گیا۔ اس تغیر کے آغاز

[1] انگریز سیاح نے شام، مصر، فلسطین۔ ترکستان۔ ہندوستان اور چین وغیرہ کی سیاحت مین ۳۴ برس صرف کئے اور پھر لنڈن واپس آکر اپنا سفرنامہ انگریزی، لاطینی اور فرانسیسی مین شایع کیا۔ مگر اس مین ناممکن و محال قصے فسانے بھی جا بجا ٹھونس دیئے۔ ۱۳۰۰ء مین پیدا اور ۱۳۷۲ء مین فوت ہوا۔ اوسکا انگریزی سفرنامہ پہلی مرتبہ ۱۴۹۹ء مین طبع ہوا۔ مولف

جیسا کہ قاعدہ ہے نظم کی نسبت نثر مین پہلے ہویدا ہوئے۔اس انقلابی زمانہ کے مشہور تر شعراء واصف و عزت مولا اور شاعر خاتونین فطنت اور لیلا ہین۔ واصف پہلا ترکی شاعر ہے جس نے قسطنطنیہ کی عام بول چال یعنے ٹکسالی زبان مین شعر کہنے کی کوشش کی۔

انیسوین صدی کے وسط مین ترکی لٹریچر کا انقلابی زمانہ ختم ہو کر جو نیا قالب اوسنے اختیار کر لیا تھا۔ اسکی تکمیل کا دور شروع ہو گیا اور نئے قالب مین روح بھی نئی ڈالی گئی جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ترکی لٹریچر نہ فقط ظاہری شکل وصورت بلکہ مذاق و انداز اور سپرٹ مین بھی ایسا بدل گیا ہے کہ آجکل کے مشہور ترین ترکی ادیب کی نظم یا نثر کو موجودہ صدی کے پہلے ربع کا ادیب اول تو سمجھا ہی نہ سکتا اور اگر بمشکل اوسکا مطلب سمجھ بھی لیتا اس طرز و مذاق کو سخت ناپسند کرتا چند عشرون مین یکبارگی ایسا تغیر عظیم فرانسیسی زبان اور لٹریچر کے پڑھنے جسکا رواج صدی کے صرف تیسری ربع مین ہی عام ہوا تھا۔ واقع ہوا۔ اس مغربی زبان کی تعلیم کا فی الواقع حیرت انگیز اثر پڑا ہے۔ چنانچہ آجکل جو ترک علمی میدان مین شہرت کا طالب ہو اوس کی تمام تر کوشش اسی پر منحصر ہوگی کہ تحریر مین لطافت تو ہو۔ لیکن آورد اور تصنع کی بو تک پائی جائے۔ تحریر بھی تقریر کیطرح بلا تکلف اور عین فطرت کے مطابق ہو۔ پرانی سجع نویسی اور لمبے چوڑے استعارون اور کنایون کا نام و نشان نہین رہگیا اونکی جگہ سیدھے سادے اور صاف صاف الفاظ نے لی ہے۔ لکھنے والے کو اب بھی الفاظ کی تلاش کرنی پڑتی ہے مگر رنگینی اور شوخی کے لیے نہین بلکہ اس لیے کہ ایسے الفاظ منتخب کیے جائین۔ جو نویسندہ کے مدعا کو واضح ترین اور بہترین طریق سے ظاہر کر سکین۔ ڈراما (ناٹک) نویسی کا بھی جسے پہلے ترکی مین کوئی جانتا تک نہ تھا عام رواج ہو گیا ہے اور بڑے بڑے مستند نویسندون نے لٹریچر کی اس شاخ کو پسند کیا ہے۔ نظم بھی تقریباً یوروپین طرز کی ہو گئی ہے اور غزلون و قصیدون مین ایک ہی وزن اور ردیف و قافیہ کی پابندی قریباً بالکل مفقود ہو گئی ہے۔ زبان مین بھی بہت کچھ تغیر ہو گیا ہے۔ اکثر پرانے الفاظ بیفائدہ ہونیکی وجہ سے متروک ہو گئے ہین۔ اور بیشمار الفاظ کے معانی جدید خیالات اور تصورات کو ادا کرنے کی ضرورت کو پورا کرنیکے لیے جن کے اظہار کے لیے زبان مین پہلے کوئی انتظام نہ تھا کم بیش رد و بدل کر دیا گیا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ جب دیگر تغیرات بلا مزاحمت نہ ہوسکے تو زبان ایسی پیاری چیز مین قدیم رسم و رواج کے فدائی کب آسانی سے تبدیلی ہونے دیسکتے تھے۔ پرانے ترکی لٹریچر اور ایرانی طرز کے فدائیون اور تمام نئی چیزون سے نفرت رکھنے والون نے ان تغیرات کی بڑے زور سے مخالفت کی۔ بلکہ ابتک کر رہے ہین۔ مگر زمانہ کی رفتار کو کون روک سکتا ہے۔ اس دُنیا کے لوازمات مین ہمیشہ تغیر و تبدل اور اونکی تجدید ہوتے رہنا عین فطرت البشر ہے۔ ترکون کی خوش نصیبی تھی کہ محکومی سے پہلے اونہون نے ترقی یافتہ اقوام کی خوبیون کو جن کے خداوند کریم کی نظرون مین محبوب ہونیکا بدیہی ثبوت اونکی یہی ترقی ہے۔ لینا شروع کر دیا۔ اور اسطرح محکومی کے خطرہ کو بہت کچھ مٹا دیا۔ ورنہ اگر اوسی پست خیالی تنگ نظری اور استبداد مین چندے اور مبتلا رہتے تو آج اکثر ایشیائی اقوام کیطرح اونکی آزادی بھی زمانہ گذشتہ کی کہانی

ہو چکی ہوتی۔ اوہ مخالفین نے زور تو بہت لگایا۔ لیکن آخر میدان ہار گئے۔ اور پیرس نے شیراز کی جگہ لی۔ مگر اسی پر اکتفا کرکے ترقی کے دور کو روک نہیں دیا گیا بلکہ سلطان عبد الحمید خان ثانی الغازی کی بیدار مغزی اور سچی حب الوطنی اور ساتھ ہی قوم کی مزید خوش قسمتی سے اب دس بارہ برس سے پیرس کی جگہ برلن کے حوالہ کر دیگئی ہے۔ اور جسطرح اب سے بیس برس پہلے قسطنطنیہ کے ہر گلی کوچہ اور بازار میں پیرس کے نازک خیال و لطیف طبع باشندون کی زبان یعنے فرنچ سنائی دیا کرتی تھی۔ آج اوسی طرح دوکان دوکان پر مستعد و جفاکش اور نازک خیالی کو چھوڑ کر عملی جد و جہد کو مقدم سمجھنے والے ہاور ون اور اعلےٰ درجے کے صناعون تاجرون۔ سائنٹیفک ماہرون۔ ہر فن و علم مین کمال رکھنے والون اور بینظیر سپاہیون کی قوم یعنی قوم جرمن کی زبان بولی اور سنی جاتی ہے۔ جو اس امر کا یقین ثبوت ہے کہ خوش نصیب ترک اور اونکا حقیقی غمخوار اور سچا خیر خواہ ملک و ملت فرمانروا اپنی قوم کو ہر میدان کے لیئے تیار کرنے کی ضرورت اور ترقی کے وجوہ و وسایل و تدابیر سے واقف ہی نہین۔ بلکہ اول الذکر کو پورا اور آخر الذکر سے استفادہ کرنے مین بھی کسیطرح کی کوتاہی نہین کر رہا۔ اور یہ اسی کمال دور اندیشی کا نتیجہ ہے کہ آج ہم ٹرکی ایسی سلطنت کے نہ صرف دار الخلافہ بلکہ دور دراز مقبوضات مین بھی جہان چند برس پہلے علم و فضل کا نام و نشان مفقود تھا۔ اور ہمی کسیکو نہین۔ مشرقی اقوام اور پھر مسلمانون کو تعلیم و تعلم کا مذاق دیکھہ رہے ہین محض کتابی و دماغی تعلیم نہین۔ جو قوم کی سینکڑون ضرورتون مین سے صرف ایک کو پورا کرتی ہے۔ بلکہ بطریق احسن صنعت و حرفت اور دستکاری اور فنون کی ادنےٰ و اعلےٰ تعلیم کے بھی جس کا انتظام صرف سرکار کی مدد پر ہی نکو رکھکر وہ ذاتی ہمت و [illegible] +

سلطان محمود جنت آشیان نے قوم کو اوسکی مخالفت کے باوجود پستی و تنزل سے نکلنے اور ترقی کرنے کے وسایل سے آگاہ کیا۔ اور نئی عمارت کی بنیادین تیار کین۔ اوس کے بیٹے کے عہد مین دور اندیش وزراء نے اس عمارت کو اور بڑھایا اور چونکہ فرانسیسیون کی زبان اور خیالات موجودہ ضروریات کے جمیع لوازم کو ساتھہ لیئے ہونیکے ماسوا بہت کچھ ایشیائی مذاق سے مشابہت رکھتے تھے۔ اوسکو اپنی قوم کی تعلیم کے لیئے پسند کیا۔ جس سلسلہ استفادہ کو باحسن طریق قایم رکھکر سلطان عبد الحمید نے اب اپنی قوم کو اپنے پاک مذہب کی حقیقی اور خالص تعلیم اور اوس کے برکات سے مستفید کرتے رہنے کے ساتھہ ہی اوس قوم کا شاگرد اور شاگرد رشید بنا دیا ہے۔ جسکی دنیا کے ہر میدان مین حیرت انگیز ترقی کو دیکھہ کر اور تو اور انگریز اور فرنچ تک انگشت بدندان ہو رہے ہین۔ یہ اسی شاگردی کا اثر ہے کہ قوم کی حقیقی تعلیم و تربیت کے معاملہ مین جو بےنظیر تحریک اور کارروائی عملی طور پر طرابلس الغرب اور کردستان ایسے صوبجات عثمانیہ مین شروع ہو گئی ہے۔ اوس کا عشر عشیر بھی ہندوستان و ایران تو کیا کئی یوروپین ممالک تک مین نہین پایا جاتا۔ مگر کجا بود شہب کجا تا ختم۔

لٹریچر مین اور بالخصوص فرانسیسی رنگ نمایان طور پر جن ترکی مصنفوں کی تحریرون مین پہلے پہل دکھائی دیا۔ وہ عاکف اور رشید پاشا ہین لیکن اصلاح کے اس ابتدائی مرحلہ کو کمال تک پونچانے کا فخر شناسی آفندی کو حاصل ہے۔ جو ۱۸۷۱ء مین فوت ہوا۔ اس میدان مین کمال بک۔ شاعر اکرم بک اور حامد بک نے شناسی کو بےنظیر مدد دی۔ کمال بک ٹرکی کے

قابل‌ترین اور کمال فن مین ادیبون مین شمار کیا گیا ہے - اور اوس کے اوصاف و کمالات بھی سب معترف ہین - اکرم بک سنہ ۱۸۸۹ء
مین قسطنطنیہ کے سول کالج مین لٹریچر کا پروفیسر تھا - حامد بک ترکی ڈرامانویسون مین ممتاز ترین گنا جاتا ہے - فرانسیسی مذاق
کے غلبہ کے زمانہ مین ترکی شاعری کا رنگ و انداز اور ٹون کمال رقت انگیز اور مایوسی بھری ہوتی تھی - اور ترکی شاعر
زیادہ تر مرجھائے ہوئے پھول - ناکامیون اور ہجوم افکار کے رنج و صدمہ سے گھل گھل کر عنقریب آغوش لحد مین لیٹنے والی
نازنین لڑکی ایسے رقت انگیز مضامین پر طبع آزمائی کیا کرتے تھے - جن کی شیرین مگر حزن آلود نظمون کو پڑھ کر خود بخود یہ خیال
پیدا ہو جاتا تھا - کہ ایک بہادر لیکن رحمدل قوم اپنے انجام کو قریب پہونچتا ہوا دیکھ کر جس انجام کا وہ بلا خوف و خطر انتظار
کر رہی ہے - لیکن جس کے ٹل جانے کی کوئی توقع نہین رہ گئی - غالباً بعالم بیخبری و محویت بلا کسی قصد کے اس تصور سے اطمینان
حاصل کر رہی ہے - کہ تمام خوبصورت چیزون کا بھی آخر انجام دہشتناک موت ہے - مگر خدا کا شکر ہے کہ ترکی قوم اور اوس کے شعراء
خیالات و تصورات کی اب یہ کیفیت نہین رہ گئی - ایسے دس پندرہ برس پہلے پولٹیکل اور تمدنی حالت ہی ایسی مایوسی بخش
ہو رہی تھی کہ اگر جدید فرانسیسی شاعری کی زنانہ نازک طبعی اور بےرقت انگیزی کا اثر نہ بھی ہوتا - تو بھی خود قوم اور عام کے
انشاپردازون پر گرد و پیش کے حالات دیکھ کر مایوسی کے طاری ہو جانے کے لیے کافی اسباب موجود تھے - لیکن جرمنون
کے مردانہ لٹریچر کے اثر اور ذاتی استحکام و طاقتوری کے علم سے ترکی لٹریچر اور نظم مین پھر وہی شجاعانہ عزم و استقلال اور
مردانہ شگفتگی - فاتحانہ امنگین - حب الوطنی کا جوش اور پیشقدمی و نصرت کی بالیقین ٹپک رہی ہے - جو فاتح شام و معرکہ داران
عرب جانبازون کی رجزون سے ٹپکا کرتی تھی - اور گو فتح تھیسلی سے ڈیڑھ سال ہی بعد کریٹ کے نکلجانے سے نظام حوصلے بھی
کسیقدر سرد پڑ گئے ہین - لیکن ایسی خفیف ناکامیون سے اب اس نئے جوش مین جو فتحمندی کا پیش خیمہ ہے کوئی فرق
نہین پڑسکتا - واللہ خیر الناصرین +

باب (۱۴)

سلطان عبد المجید کی ملکی و فوجی اصلاحات - تنظیمات - اوس کے عہد حکومت کے ابتدائی چند برسون کے واقعات - روسی غصب و سینہ زوری - محاربہ کریمیا - عہدنامہ پیرس - خط ہمایون - سلطان عبد العزیز کی تخت نشینی - محاربہ کریٹ

رومانیا و سرویا کی آزادی۔ سلطان کا سفر یوروپ۔ روس کا عہدنامہ پیرس کے اہم حصہ کو منسوخ کر دینا۔ ہرزی گوینا مین فساد۔ ملک کا دیوالہ۔ سلطان عبد العزیز کی معزولی اور شہادت۔ مراد پنجم کی تخت نشینی اور عزل۔ موجودہ خلیفۃ المسلمین عبد الحمید خان ثانی الغازی کی تخت نشینی۔ اون کے عہد کی مختصر تاریخ۔ اور خاتمہ کتاب۔

یہ پہلے لکھا جا چکا ہے کہ گو سلطان عبد المجید مین کئی کمزوریان بمقتضائے سن یا طبیعت تہین۔ ×× لیکن ایک بڑا وصف رکہتا تھا کہ اپنے باپ کا سعادتمند اور فرمانبردار بیٹا تہا۔ اور ملک کی خوش نصیبی سے اوسے اپنے باپ کے قابل قدر وزرا پر پورا پورا بھروسہ تہا چنانچہ تخت خلافت پر متمکن ہوتے ہی مصری مشکلات کے باوصف پہلا کام جسکی طرف وہ متوجہ ہوا وہ باپ کی شروع کردہ صلاحات کی تکمیل تہی۔ اس غرض کیلیے اوس نے تمام سابقہ اور جدیدہ صلاحات کو یکجا ایک فرمان میں جمع کر دیا۔ اور یہ فرمان ۳ نومبر سنہ ۱۸۳۹ء کو رشید پاشا نے ایک شاہی محل موسومہ گلخانہ مین سلطنت کے تمام بڑے بڑے عہدہ دارون۔ کل مذاہب کے مقتداؤن اور جملہ سفرائے ممالک غیر کے روبرو پڑہکر سنایا۔ یہ فرمان اسی محل کے نام سے فرمان گلخانہ کے نام سے مشہور ہے۔ اور اوسکو تنظیمات بہی کہتے ہین۔ کیونکہ سلطنت کے نظم و نسق کے متعلق اس مین جدید وضع کردہ بنیادی قوانین اور آئین منضبط تہی۔ یہ فرمان بسبب طوالت بجنسہٖ درج نہین کیا جا سکتا۔ صرف اوسکے اہم مطالب کے اندراج پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ سلطان نے تمہید مین بیان کیا کہ یہ فرمان اس غرض سے شایع کیا گیا ہے کہ "جدید قوانین سے سلطنت عثمانیہ کے صوبجات کیلیے معقول انتظام کے فوائد اور خوبیون کو حاصل کرنے کی کوشش کیجائے۔ ان قوانین کے اہم مطالب حسب ذیل ہونگے:۔ اول سلطنت کی جملہ رعایا کی جانون۔ اونکے ناموس و عزت اور املاک کی کامل حفاظت کا بندوبست کیا جائیگا۔ دوم محاصل کی تشخیص اور وصولی کیلیے کل سلطنت مین یکسان اور باقاعدہ طریقہ مقرر کیا جائے۔ سوم اسیطرح فوج کیلیے سپاہیون کی بہرتی اور فوجی خدمت کی میعاد کی تعیین کا باقاعدہ بندوبست کیا جائے۔ چہارم اجارہ کا قاعدہ منسوخ کر دیا جائیگا۔ پنجم ہر ایک شخص کی حسب حیثیت محاصل وصول کئے جائینگے۔ ششم ہر ایک صوبہ کی ضرورتون کے حسب حال بری و بحری افواج کے اخراجات کی مقدار کی تعیین کیلیے قانون وضع کیے جائینگے۔ ہفتم آئندہ ہر ملزم کی تحقیقات

وتجویز بروے شریعت مطہرہ علے الاعلان ہوا کرے گی۔ اور جبتک باضابطہ حکم سزا، قاضی کی عدالت سے صادر نہو۔ کوئی شخص خفیہ یا علانیہ زہر سے یا کسی اور طرح ہلاک نہین کیا جائیگا۔ کسی شخص کو دوسرے کے ننگ و ناموس اور عزت پر دراز دستی نہین کرنی دیجائیگی۔ خواہ وہ کوئی ہو۔ (۸) ہر ایک شخص اپنی ہر ایک طرح کی جایداد پر کامل قبضہ کا استحقاق رکھتا ہے اور اوسے اپنی جایداد کے انتقال کی پوری پوری آزادی حاصل ہے۔ کوئی اوس سے مزاحمت نہین کرسکے گا۔ (۹) اسیطرح مجرمون کے بیگناہ ورثا، اپنے شرعی حقوق سے محروم نہین کیے جائینگے۔ اور مجرمونکی جایداد ضبط نہین کی جائیگی۔

(۱۰) ان شاہی مراعات سے ہماری جملہ رعایا بلا تمیز مذہب و قومیت بلا کسی استثناء کے مستفید ہوگی۔ دیگر معاملات و مسایل کے متعلق سبکا روشن خیال اور بیدار مغز اصحاب کی اتفاق رائے سے تصفیہ ہونا لازمی ہے۔ ہماری کونسل معدلت عامہ جس مین حسب ضرورت نئے رکن ایزاد کیے جایا کرینگے، خاص خاص تاریخون اور دنون کو جنہین ہم مقرر کردین گے۔ ہمارے وزرا امیان سلطنت کے ساتھ ملکر حفاظت جان ومال اور تشخص محاصل کے متعلق بنیادی قوانین وضع کرنے کے لیے اجلاس کیا کریگی۔ اور ان مجالس مین ہر ایک شخص کو اپنے خیالات کے اظہار اور اپنی رائے دینے کی پوری آزادی حاصل ہوگی۔ جنگی صیغہ کے ضوابط کے متعلق جنگی کونسل قانون وضع کرے گی۔ یہ کونسل سر عسکر کے محل مین اجلاس کیا کریگی۔ جسوقت یہ قوانین تیار ہوجاینگے تو ہم اونکو اپنے شاہی دستخط سے مزین کرکے اونکے نفاذ کا حکم صادر کردین گے۔ اور چونکہ یہ جدید آئین محض مذہب وحکومت اور قوم وسلطنت کے استحکام وتقویت کے لیئے تجویز کی گئی ہے۔ ہم اقرار کرتے ہین کہ کوئی ایسا امر نہین کرینگے جو اوس کے نقیض ہو"

سلسلہ واقعات کو شروع کرنے سے پہلے ہم اصلاحی تجاویز کے عملدرآمد کے متعلق چند الفاظ لکھ دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ سلطان گو کم عمر، کمزور طبیعت اور عشرت پسند تھا۔ لیکن ساتھ ہی نرم دل منصف مزاج اور نیک نیت بھی تھا۔ اوسنے فرمان صادر کرنے کے بعد فوراً ہی عملی کارروائی بھی شروع کردی۔ سب سے پہلے فوجی اصلاح کا ذکر کرتا ہون۔ ناظرین کو معلوم ہوچکا ہے کہ سلطان محمود کو روسیون اور مصریون کے مقابلے کے لیے مجبوراً بالجبر اور جلدی مین بھرتی کیے گئے۔ تو عمر مسلمان لڑکون کی پلٹنین جن کی کچھ تربیت بھی جلدی کیوجہ سے نہو سکتی تھی بھیجنی پڑتی رہی تہین۔ اور اسیوجہ سے ۱۸۲۸ء کے محاربہ روس کے ماسوا، جس مین انہی ترکی سپاہ بھی شامل تھی جسکو کئی مہینے تربیت مل چکی تھی۔ دیگر محاربون مین سلطانی عساکر زک اوٹھا کر بھاگ جانیکے سوا اور کچھ کام نہ دیا کرتے تھے۔ خط شریف کے صدور پر فوج بھرتی کرنیکا باقاعدہ طریقہ قایم کیا گیا۔ مگر اوسکے مطابق فوج کی ترتیب جدید کا کام کئی برسون کی مسلسل محنت کے بعد رضا پاشا سر عسکر کے وقت ۱۸۴۳ء مین کہین جا کر مکمل ہوا۔ فوج دو قسمون مین تقسیم کی گئی۔ ایک نظام۔ یعنی ایسے سپاہی جو ماموز بخدمت ہون۔ دوسرے ردیف۔ یعنی ایسے سپاہی جو نظام کی میعاد پوری کرچکے ہون۔ اور بوقت ضرورت یا عند الطلب حاضر ہونیکی شرط سے گھرون کو واپس کردیئے گئے ہون۔ سلطنت

فوجی اضلاع میں تقسیم کیگئی - اور ہر ضلع کے لیے فوج کی تعداد معین کر دی گئی - اور قاعدہ مقرر کیا گیا کہ بمنشاء خود اگر کافی رنگروٹ بھرتی نہ ہون - تو کمی جبریہ فوجی خدمت کے اصول کے مطابق پوری کیجائے - چنانچہ یہ خدمت ہر مسلمان کے لیے جس کی عمر بیس برس یا اوس سے زیادہ ہو لازمی کر دیگئی - نظام کیخدمت کی میعاد ۵ برس اور ردیف کی سات برس مقرر کی گئی ردیف کو اوقات مقررہ پر اپنے اپنے ضلع کی چھاونیون میں مشق و قواعد کے لیئے حاضر ہونا پڑتا ہے - گزشتہ جنگ روم و یونان کیطرح اوس زمانہ اور محاربہ کریمیا کے وقت کہ مورخین بھی ترکی سپاہی کے اوصاف سپاہیانہ کے معترف اور ترکی افسرونکی ناقابلیت اور خیانت کے سخت شاکی ہین مگر بعض دور اندیشون نے ساتھہ ہی یہ بھی کہدیا تہا کہ "یہ خرابیان ایسی ہین کہ عمدہ انتظام سے خود بخود رفع ہوجاینگی کیونکہ جب شجاعت اور فرمانبرداری قومی اوصاف ہون اور ملک مین فوجی تعلیم کے لیئے سرکاری مدارس موجود ہون تو اس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ عمدہ افسرون کے بہم پہونچانیکے لیے وافر مصالحہ موجود ہے - ضرورت صرف اس امر کی ہے کہ اعلے احکام ہر وقت ذہین اور قابل اشخاص کی تلاش مین رہین اور ان کی قدر افزائی کرتے رہین"

انکا یہ قیاس بہت کچھہ گزشتہ جنگ روم و روس اور نیز ۱۸۹۷ء کے محاربہ روم و یونان مین درست ثابت ہو گیا اور ترک افسرون نے ثابت کر دیا کہ وہ بھی جنگی اوصاف اور افسر کے لوازمات کسی قوم کے افسرون سے کم نہین رہ گئے - ٹرکی مین فوجی نظم و نسق اصولاً اب بھی وہی ہے جو پہلے یہ تہا کہ جو مسلمان نوجوان چاہے پچاس پونڈ دیکر فوجی خدمت سے سبکدوش ہو سکتا تہا - اب ایسا نہین رہگیا - لیکن اس انتظام کا سب سے بڑا نقص یہ ہے کہ فوجی خدمت اور سلطنت کی حفاظت کا کل بوجھہ صرف مسلمانون اور انہین سے بھی زیادہ تر ترکون پر ہے - عیسائی بالکل آزاد ہین جسکا لازمی نتیجہ یہ ہو رہا ہے کہ مسلمانون کی آبادی کم اور اونکی کاروبار بیرونق ہوتے جاتے ہین - اور عیسائی آبادی زیادہ اور وہ خوب مرفہ الحال ہین - اور اور زیادہ ہوتے جاتے ہین - اور اس خاص عنایت و مرحمت اور رعایت کا مشکور ہونیکی بجائے شرارتون پر آمادہ رہتے ہین جن کے لیے اونہین کثرت تمول کثرت آبادی - اور کثیر القومیتی کیوجہ سے کافی وسائل بہم پہونچتے رہتے اور کافی تحریکین ہوتی رہتی ہین - اور پھر اُلٹے یہ بھی شکایت ساتھہ ہی کرتے ہین - کہ ہمکو فوجی خدمت مین نہ لینے سے ترک ہمارے ایک بڑے پولٹیکل حق کو تلف کر رہے ہین - اور غالباً اسی آخر الذکر شکایت کا موقع نہ دینے کے لیئے فرمان گلخانہ سے تہوڑا ہی عرصہ بعد یہ فرمان صادر کر دیا گیا تہا کہ عیسائی فوجی خدمت مین داخل ہو سکتے ہین مگر افسوس! اسے اونکے لیے بھی لازمی نہ کر دیا گیا - عیسائی ایسے نادان تہے کہ محض فوجی بننے کے لیے اپنی عمر کا ایک معقول حصہ ملک و وطن کی حفاظت کے لیئے دینے اور اپنے کاروبار کو چھوڑنے پر آمادہ ہو جاتے کہ اس اجازت سے فائدہ اوٹھاتے - اور وہ قانون نسیاً منسیاً ہو گیا - اور تعجب ہے کہ پھر کبھی کسی مدبر وزیر حتی کہ ہمارے کمال دور اندیش خلیفہ اعظم عبد الحمید خان نے بھی اس مسئلہ کیطرف توجہ نہین کی - حالانکہ انگریز تقریباً ڈیڑھ سو برس سے غیر مذہب و غیر قوم کے لوگون سے جو محض بطور ذریعہ بطور سبیل معاش فوج مین بھرتی ہوتے ہین - فوجی خدمت لے رہے ہین - اور اونکو تہوڑی

سی گورہ فوج کے ساتھہ اونہی لوگون کے ہموطنون - بلکہ ہمقومون اور ہم مذہبون کے مقابلہ پر کھڑا کرتے اور لڑتے رہکر اس عرصہ مین تخمیناً
پچاس لاکھ مربع میل علاقہ فتح اور چالیس کروڑ آدمیونکو محکوم بنا چکے ہین - اس پالیسی کی کامل کامیابی کا اس سے بڑھ کر
کیا ثبوت ہو سکتا ہے - مگر باین ہمہ سلطان اعظم اور اونکے وزراء کا اوس سے مستفید ہونیکی کوشش نکرنا یاسخت تعجب خیز بلکہ
نہایت قابل افسوس نہین ہے - اونکے ماتحت تقریباً ڈیڑہ کروڑ عیسائی آباد ہین - جن سے کم ازکم دس لاکھ سپاہی حاصل ہوسکتے
ہین - اسیطرح تقریباً اسیقدر عرب وغیرہ ہین - جن سے فوجی خدمت نہین لی جاتی - یا وہ نہین دیتے - لیکن اسطرف کئی برسون
سے امیر المؤمنین کی توجہ مبذول ہے - اور کردون اور عراق عرب وشام کے اکثر عرب قبائل سے فوجی خدمت نہایت عمدگی
اور ایسے پیرایہ مین لیجاتی شروع کردیگئی ہے کہ ان خود سر اور شورہ پشت نیم وحشیون کے اس پابندی سے بھڑکنے اور بگڑجانے کا ہی
اندیشہ نہین رہ گیا - بلکہ وہ خوشی اور شوق سے یہ کام دینے لگ گئے ہین - البتہ خاص عرب کی مسلمان آبادی ابھی سلطنت کو
کوئی کام نہین دے رہی - مگر حمیدیہ تدبیر وہانکے شیوخ کے بیٹون کو دار الخلافہ مین فوجی تعلیم دلانی شروع کرکے تکمیل تعلیم پر عربیہ
نوجوانون کی حوصلہ افزائی اور سرپرستی کرتے رہنے سے وہان بھی اپنا کام کررہی ہے - اور کامل یقین ہے کہ اگر خدانے چاہا
تو چندہی برسون مین یہ شکایت بھی نہین رہجائیگی - کہ عیسائی آبادی سلطنت و وطن کی حفاظت کا کام کیون نہین دیتی -
افسرون کی تعلیم مین جسقدر مستعدی سے کوشش کیجارہی ہے وہ ناظرین کو اسی سے معلوم ہوجائیگا - کہ صرف ۱۸۹۸ء مین
تخمیناً ایک ہزار نوجوان قسطنطنیہ کے جنگی وبحری اعلےٰ کالجون سے لفٹنٹ اور کپتانی کے امتحان مین جو یورپ مین کالجون کے
امتحانات سے زیادہ مشکل نہ سہی - کم بھی نہین کامیاب ہوئے ہین - اور مزید تکمیل کیلئے کوئی سال ایسا نہین گذرتا جس مین سو
سوا سو افسر اور پاس شدگان زیادہ تر جرمنی اور کسیقدر دیگر ممالک کو نہ بھیجے جاتے ہون - وبالله الموافق وعلیه التکلان -

عبد المجید دو باتون مین اپنے باپ سے زیادہ خوش نصیب تھا - ایک تو اوسے عمر پاشا ایسا قابل ولائق سپہ سالار مل گیا -
جس نے البانیا - کردستان - بوسنیا اور دیگر صوبجات کی بغاوتون کو ہی جو مجوزہ اصلاحات سے ناراض ہوکر برپا کیگئی تہین
فرو نکردیا - بلکہ محاربہ کریمیا و ڈینیوب مین بھی روس روسیکے خوب دانت توڑے - اوس مین بڑی خوبی یہ تہی کہ جنگی قابلیت
اور ذاتی شجاعت کے ساتھہ ہی رحمدلی اور تدبر مین بھی ممتاز تہا - دوسری خوش نصیبی یہ تہی کہ اوسے محاربہ مصر کے
خاتمہ سے ۱۸۵۳ء تک بیرونی محاربہ مین مبتلا نہ ہونا پڑا - اور اسطرح اُسے ضروری اصلاحات کے نفاذ اور جدید فوجی نظام
کو مستحکم کرنے کیلئے کافی فرصت ومہلت ملگئی - جس کی اوس کے مرحوم باپ کو ہمیشہ تمنا رہی - مگر حاصل نہو سکی - مزید خوش
نصیبی یہ کہ اس عرصہ مین انگلستان کیطرف سے ایک وہ قابل نیک نیت - بلند ہمت ذی علم آنجہانی اور پورا ہمدرد بنی نوع انسان سفیر قسطنطنیہ مین مامور
رہا - جو اگرچہ عیسائی ہونیکی وجہ سے اپنے مذہب اور ہم مذہبون کی طبعی طور پر بہت کچھ حمایت کرتا تہا - مگر اس حمایت کی ایک بڑی وجہ
یہ بھی تہی کہ وہ عیسائی رعایا کیساتھہ بہتر سلوک کیجانیکو نیک نیتی سے ٹرکی کے لیئے مفید یقین کرتا تہا - انہی اوصاف کی بدولت اوسے
سلطان اور اوسکے وزراء اور روشن خیال ترکون پر بہت بلکہ ایسا اقتدار حاصل ہوگیا تہا - جو اس سے پہلے یا بعد کسی عیسائی سفیر کو

نصیب نہین ہوا۔ ترک اوسے ایلچی اعظم کے نام سے پکارتے تھے۔ یہ سفیر سر سٹریٹ فورڈ کیننگ تھا۔ جو ۱۸۵۲ء مین لارڈ سٹریٹ
فورڈ ڈی ریڈکلف ہو گیا۔ اوسکا اقتدار اوسکی گورنمنٹ کی اغراض و مفاد کیلیے بھی بے اندازہ فائدہ بخش ثابت ہوا۔
یہ نامور انگریزی مدبر ۱۷۸۸ء مین پیدا ہوا۔ اور ۱۸۰۸ء مین یونیورسٹی کی ڈگری حاصل کر لینے پر صیغہ خارجیہ مین ملازم ہو گیا۔ اور
دوسرے برس اوس مشن کا سکرٹری ہو کر کوپن ہیگن گیا۔ جو ڈنمارک کیساتھ مصالحت کرنیکے لیے گئی تھی۔ انگریزی بیڑہ نے
نپولین کی فتوحات کے پر آشوب زمانہ مین ڈنمارک کا بیڑہ غرق کر دیا تھا۔ اور اس سے دونون مین بگاڑ ہو گیا ہوا تھا۔ ۲۴ برس
کی عمر مین وہ خاص سفیر بنکر قسطنطنیہ گیا۔ اور اپنی گورنمنٹ سے کسی طرح کی تحریک یا ہدایت کے بغیر خود ہی جد و جہد کر کے ۱۸۱۲ء مین
روس اور ٹرکی مین عہدنامہ بخارسٹ کرا دیا۔ جس سے روس کو نپولین کی بربادی کے لیے ڈینیوب سے فوج ہٹانیکا موقع ملگیا۔
بعد ازان سوٹزرلینڈ۔ آسٹریا۔ اور صوبجات متحدہ امریکہ اور روس مین انگریزی سفیر رہکر ۱۸۲۵ء مین پھر قسطنطنیہ مقرر ہوا۔ اور
یونانیون کو آزادی دلانے مین ساعی رہا۔ ۱۸۲۹ء مین انگلستان واپس آیا۔ ۱۸۳۱ء مین یونان کی نئی ریاست کی حد کے تصفیہ کے
لیے پھر ٹرکی بھیجا گیا۔ اس سے فارغ ہو کر میڈرڈ گیا۔ اور آخر ۱۸۴۱ء کے آخر مین چوتھی مرتبہ قسطنطنیہ بھیجا گیا۔ جہان وہ ۱۸۵۸ء تک
انگریزی سفیر رہا۔ سنہ ۱۸۸۰ء مین فوت ہوا۔ یہ سفیر سلطان عبد المجید کا ذاتی دوست بھی تھا۔ اور ممکن ہے سلطان مذکور کی کمزور مزاجی
نے بھی سٹریٹ فورڈ کو اوسپر حاوی ہو جانے مین کسیقدر مدد دی ہو۔ لیکن اصلاحات کے بارہ مین خود سلطان کا عزم بھی خوب
مستحکم تھا۔ فرمان گلخانہ کے شایع ہونے سے کچھ عرصہ بعد مصری تنازعہ کی بدولت مخالف اصلاح جماعت کو اسقدر غلبہ ہو گیا کہ اصلاحات
کیطرف سے مایوسی ہو گئی۔ لیکن تنازعہ مصر کو طے ہو جانے اور کیننگ کے آجانے پر سلطان کا ہاتھ خوب مضبوط ہو گیا۔ رشید پاشا
پھر وزیر اعظم مقرر کر دیا گیا۔ اور اصلاح کا کام شروع ہو گیا۔ جو ایماندار و منصف مزاج اور حامی عیسائیان سمجھا جاتا تھا۔ شمال کے مقدس
روس کو کبھی گوارا نہین ہو سکتا تھا۔ ان اصلاحات سے خرابیون کے دور ہو جانے پر ٹرکی کا مضبوط ہوتے جانا اور اندرونی
فسادون کی مفقودگی پر مداخلت کے بہانہ کی گنجائش کا بتدریج معدوم ہوتے جانا یقینی امر تھا۔ اوسکی تو قدیم سے یہی پالیسی تھی
کہ خود ملک کے اندر خرابیان برپا کر کے پھر ان خرابیون کو علانیہ مداخلت کی بنا تا رہے۔ روس کی در پردہ مخالفت کے علاوہ اپنی اپنی
سلطنت کے اقتدار کو فوقیت دلانیکے لیے دیگر دول عظام کے سفرا کی باہمی رقیبانہ چالین اور سازشین اور غضب ڈھا رہی
تھین۔ اور ان مصنوعی تحریکون اور ہلچل سے جو روش کے ابتک بدستور قائم ہے۔ غریب سلطنت کا کچومر نکلا جا رہا تھا۔ اس موقعہ پر
منصف مزاج مسٹر ادسٹاد لیور مندرجہ ذیل قابل غور ریمارک کرتے ہین ٹرکی کی حکومت مین بیشک کئی اہم نقص رہے ہین۔ مگر
اصلاح کی خواہش کئی برسون سے ہویدا ہو رہی تھی۔ جس خواہش کو یوروپین سفرا کی خود غرضانہ چالون نے ایک حد تک بے اثر
کر دیا۔ کوئی بہتر سے بہتر انتظام رکھنے والا ملک بھی ایسی کڑی آزمائشون اور مشکلات کی مسلسل بوچھار سے نقصان اوٹھائے
بغیر نہین رہ سکتا تھا۔ چہ جائیکہ ٹرکی ایسی سلطنت کو نقصان نہ پہونچتا۔ اوسکا اپنے ظاہری دوستون اور خفیہ دشمنون کی مہربانیون
کے باوجود اب تک کامل تباہی سے بچا رہنا ہی اس امر کا بین ثبوت ہے۔ کہ باوصف اپنے جمیع عیوب کے ٹرکی بالیقین چند

نہایت بیش قیمت اور نادر اوصاف رکھتی ہے جبکا اثر اگر کاو ٹین نہ پیدا ہوتی رہین تواکی نسبت بدرجہا زیادہ عمدہ پیرایہ مین ظاہر ہوجائے۔ اور بالآخر ہم عیسائیون کو یہ کبھی نہین فرموش کرنا چاہیے۔ کہ عبدالمجید نے اپنی رعایا کو مثال ریشن دکل دیگر مذاہب کو غیرمعاندانہ نگاہ سے دیکھنا۔ بے تعصبی کے خیال سے مانوس کر دیا۔ اوسکا ثبوت لارڈ شیفٹسبری کی اس تقریر[1] سے جو اس نے ۱۰ مارچ ۱۸۵۶ء کو دارالامرا مین کی تھی۔ ملتا ہے جس مین اوس نے صاف تسلیم کر لیا ہے کہ روس زیادہ تر اسی لئے ٹرکی کے معاملات مین مداخلت کرتا ہے کہ وہ اس کی بے تعصبانہ پالیسی پر رشک کھاتا ہے۔ اور نہین دیکھ سکتا کہ جو وصف اس مین نہین۔ وہ اوس کے دشمن مین موجود ہو۔ یہ درست ہے کہ ٹرکی مین گاہ گاہ (مثلاً قتل بلغار وغیرہ) عیسائیون کے قتل عام ہوتے رہتے ہین۔ مگر تحقیقات پر اوس کے بانی مبانی خود عیسائی ہی پائے جاتے ہین۔ جو محض اسی غرض سے کہ ترک مشتعل ہوکر ایسا کرین منتشر ہو جاتے۔ دوسر ونکی تحریک سے خود پہلے مسلمانون پر ایسا ظلم و ستم کرتے ہین تاہم ان اتفاقیہ امور سے یہ مسلمہ امر واقع نہین چھپ نہین سکتا کہ سالہائے دراز سے ٹرکی مین جمیع مذاہب کو کامل آزادی حاصل ہے۔ بلکہ عبدالمجید اور عبدالعزیز کے عہد مین ایک عیسائی فرقہ دوسرے عیسائی فرقہ کے دست تظلم سے بچایا جاتا رہا ہے۔ اگر عیسائی فرقون پر ترکون کی حفاظت کا ہاتھ نہ ہوتا تو وہ آپس مین ہی مر کٹ کر فنا ہو جاتے۔ الغرض تمام کاوٹون اور مشکلات کے باوجود اصلاحی کارروائی اسی مستعدی سے جاری رکھی گئی کہ عبدالمجید کے عہد حکومت کے پہلے پندرہ برسون مین ٹرکی نے حیرت انگیز ترقی کر لی۔ تمام قدیم صنعتین تازہ ہوگئین۔ تجارت اور سوداگری نے خوب فروغ پایا۔ اور اس امید کے پورا ہونے کی غالب توقع ہوگئی۔ کہ ٹرکی بالآخر یورپین عادات وخیالات کے رنگ مین رنگی جائیگی۔ ۱۸۴۶ء مین تعلیمی کونسل قائم کیگئی۔ اور اس سے تھوڑا ہی عرصہ بعد سلطان نے یونیورسٹی قائم کرکے پرائمری مدارس کے سلسلہ کو وسیع کر دیا۔ اور جنگی۔ طبی و زراعتی کالج قائم کر دیئے۔ وہ دن گذر چکے تھے۔ جب کہ ٹرکی یوروپ کے لئے خطرہ کا موجب تھی۔ وہ اب فاتح سلطنت نہین رہگئی تھی۔ وہ کسی دوسری قوم یا ملک کی آزادی کے چھیننے کی خواہشمند نہین رہگئی تھی۔ اوس کی بڑی آرزو یہی تھی کہ جو کچھ اوس کے پاس رہ گیا ہے۔ اوسے رہنے دیا جائے اور وہ مغربی یوروپ کی ترقیون سے استفادہ کرکے اپنی حالت کو درست کرے۔ اس خواہش کی معقولیت اور اس کے قابل تعریف ہونے مین کسی کو کلام نہین ہو سکتا۔ بعض یہ اعتراض کر سکتے ہین کہ یہی یوروپ مین مسلمان سلطنت کا ہونا خلاف سرشت اور عجیب نامعقول تناقض ہے۔ مگر یہ دنیا ہے ہی تناقضون کا گھر یعنی اون چیزون کا گھر جو ہماری محدود عقلون کے مطابق متناقض ہین۔ ممکن ہے وہ دراصل متناقض نہ ہون۔ مزید برآن یہ سمجھ مین نہین آتا کہ بحیرہ مارمورا اور دریائے ڈینیوب کے درمیان ایک اسلامی حکومت کے موجود ہونیسے عیسویت مین کونسی خرابی پڑ رہی ہے؟ یہ سچ ہے کہ ترکون نے بزور شمشیر اور باستحقاق فتح یہ منزلت حاصل کی تھی مگر کونسی فاتح و غالب سلطنت ہے جسکی نسبت یہی نہین کہا جا سکتا۔ اور اگر چار یا پانچسو برسون کے قبضہ سے کوئی استحقاق جیسا کہ بروئے پولٹیکل اخلاق اوس کا مفہوم سمجھا گیا ہے۔ نہین پیدا ہوتا۔ تو پھر دنیا مین کوئی بھی

[1] یہ تقریر رسالہ معروضہ مظالم آرمینیا مین درج ہے۔ مؤلف +

استحقاق قایم نہین رہ سکے گا"۔

مگر افسوس پہلے تو صرف ایک یا دو سلطنتیں ان منصفانہ دلایل سے موثر ہونے سے ناقابل تہین - اب تقریباً کل دنیا پر یہی ہوا پھر گئی ہے۔ اور بالا استثناء ہر غالب یوروپین قوم کمزورون کے خون کی پیاسی ہو رہی ہے۔ ٹرکی کی اس حیرت انگیز اندرونی و فوجی ترقی سے روس کو اندیشہ ہو گیا کہ اگر اسکا جلد تدارک نہ کیا گیا تو پھر ٹرکی کا شکار ہمیشہ کے لیے ہاتھ سے نکل جایگا۔ اور یہی اندیشہ اب بھی یوروپین دول کو اجازت نہین دیتا کہ وہ ٹرکی کو اپنے بیدار مغز فرمانروا کے ظل عاطفت مین سنبھلنے اور مضبوط ہونے کے لیے ایک دم کی بھی فرصت دین۔ فرق یہ ہے کہ عبدالمجید کے وقت یہ اندیشہ زیادہ تر صرف روس کو ہی تہا۔ اور اب عبدالحمید کے زمانہ مین روس کے ساتھ اور بھی کئی سلطنتین اس آتش حسد و بغض سے کباب ہو رہی اور ٹرکی کا قافیہ تنگ کر رہی ہین - روس کو دل کا بخار نکالنے کے لیے سنہ ۱۸۴۷ء مین موقعہ ملگیا مگر ٹرکی صلح پسندی سے لڑائی نہ ہو سکی مگر جب ایک فریق عزم کر چکا ہو تو دوسرا کب تک پہلو بچا سکتا ہے تاآخر سنہ ۱۸۵۳ء سے میدان کارزار گرم ہو گیا۔ جسمین انگلستان اور فرانس بھی اپنی ذاتی اغراض کی حفاظت اور آئندہ کی پیشبندی کے لیے ٹرکی کا رفیق ہو کر روس سے جنگ کرنا پڑا۔ اور آخر روس کو نیچا دیکھنا پڑا۔ مگر باین ہمہ وہ اپنے مدعا مین بہت کچھ کامیاب ہو گیا۔ اور ٹرکی کو اس محاربے کی طفیل یا رفقار کی مہربانی سے ایک اور نئی اور سخت مہیب بلا یعنی بیرونی قرضہ کی چاٹ چمٹ گئی جس نے اپنی ظاہری دلفریبی سے سادہ لوح ترکون کے دل و دماغ مین اپنے چنگل ایسی سختی سے گاڑ دیئے کہ وہ بالکل مدہوش ہو کر اوس کے والہ و شیدا ہو گئے۔ اور اسی شیفتگی نے دوستون کو دشمن اور دشمنون کو سلطنت اور اس کی اجزاء مصر وغیرہ کے مایہ حیات کا مالک بنا دیا مگر محاربہ کریمیا کے شروع کرنے سے پہلے اوس وقت تک کے مشہور واقعات بالاجمال بیان کر دینے ضروری ہین +

ابتدائی چند برسون کے واقعات

عبدالمجید کے پہلے ہی سن جلوس مین سرویا کے سابق گورنر کا چھوٹا بیٹا میکائیل سند گورنری حاصل کرنے کے لیے قسطنطنیہ گیا۔ اس واقع کی کسیقدر تشریح ضروری ہے۔

ناظرین کو یہ معلوم ہے کہ سنہ ۱۸۳۰ء مین سلطان محمود نے سرویا کو ایک طرح سے کامل آزادی عطا کر کے وہان کے لیے خاص طرز حکومت مقرر کی تھی۔ اور میلوس ک آبر ینیو وچ اس ریاست کا حکمران بنایا گیا تھا۔ اس شخص نے عنان حکومت ہاتھ مین لیتے ہی جاگیرداری کے سلسلہ کو معدوم کرنے پر کمر چست کر لی۔ اور سلطان محمود کی مشکلات سے فایدہ اوٹھا کر چند ملحقہ اضلاع کو سرویا مین شامل کر لیا۔ سلطان نے بامر مجبوری اس غصب سے چشم پوشی کی۔ اس سے میلاسک کے حوصلہ اور حرص مین اور اضافہ ہو گیا۔ اور اُسنے محاصل و رآمد و برآمد کی آمدنی پر خود متصرف ہو کر دیگر محاصل کی شرح بڑہا دی۔ اور اکثر زمینداری املاک پر قبضہ کر لیا۔ رعایا اس تظلم سے تنگ آگئی۔ اور اوس نے سنہ ۱۸۳۵ء مین بغاوت کر کے میلاسک سے قوم کے حقوق و مراعات کی نگہداشت اور احترام کی سند حاصل کر لی۔ اور سنہ ۱۸۳۸ء مین سلطان نے سرویا کے انتظام کیلیئے جدید آئین وضع کر کے میلاسک کے اختیارات کو بہت محدود کر دیا۔

میلاسک نے روس اور انگلستان کے پاس فریاد کی۔ مگر کسی نے مدد نہ کی۔ ہر طرف سے مایوس ہوکر اوس نے مقابلہ کرنے کی کوشش کی۔ مگر خود رعایا بھی اوس سے ناراض تھی۔ اور سلطان نے محض سرویون کے بچاؤ کے لیئے نئی آئین قائم کی تھی۔ اوسے مجبوراً ۱۳ جون ۱۸۳۹ء کو حکمرانی سے دست بردار ہونا پڑا۔ اوس کی جگہ اوسکا بڑا بیٹا میلان مقرر کیا گیا۔ جو چند دنون بعد گیا اور سرویون نے میلاسک کے دوسرے بیٹے میکائیل کو منتخب کیا۔ جو سند حکومت حاصل کرنیکے لیئے قسطنطنیہ گیا۔ عبد المجید اس سے مہربانی کے ساتھ پیش آیا۔ اور تحائف بیکران سے مالامال کرکے اوسے واپس کیا +

فساد شام ۱۸۴۱ء مین شام کے مغربی علاقہ کے دروزون اور مارنیون مین خانہ جنگی برپا ہوگئی۔ یہ دونون عرب قبائل ہین۔ دروز گو اپنے تئین اسمٰعیلیہ مذہب کہتے ہین۔ مگر بت پرستون سے انکا مذہب کچھہ ہی متفاوت ہے اس قبیلہ کی شورہ پشتی مین ابتک کوئی تخفیف نہین ہوئی۔ ابھی دو تین سال کا ذکر ہے کہ حکومت کو بزور شمشیر ان کی بغاوت فرو کرنی پڑی تھی۔ ان مین اب اسلام کی اشاعت بھی شروع ہوگئی ہے۔ اور ترکی حکومت انکو نئے مذہب پر قایم رکھنے اور اوسکے عقائد کو اون کے دلون مین راسخ کرنے کے لیے جابجا مساجد اور دینی مدارس قایم کر رہی ہے۔ ان لوگون پر جبر فوجی خدمت کا قانون بھی وسیع کر دیا گیا ہے۔ اور متذکرہ صدر بغاوت اسی قانون کی مخالفت مین کیگئی تھی۔ مارونی کیتھولک عیسائی ہین۔ اس خانہ جنگی کے انطفاء پر عمر پاشا مامور کیا گیا۔ جو بالیقین اس مہم مین پورا کامیاب ہوجاتا۔ مگر نیک نیت اور ایماندار سیحی دول کبھی اندرونی فساد کا سلطانی افواج کے ذریعہ فرو کیا جانا کب گوارا کر سکتے تھے۔ اونکے تقاضا سے عمر پاشا واپس بلالیئے گئے۔ اور مصالحت کرا دینے کا کام یوروپین قونصلون پر چھوڑ دیا گیا جنکی ہمدردانہ مشورہ نے ہم مذہبون پر عرصہ تک کچھہ اثر نہ کر سکے۔ اور ۱۸۴۲ء تک آتش فساد مشتعل رہی۔ آخر وہی فیصلہ ہوا۔ جو ہر ایسے فساد کے موقعہ پر جو ترکی مین عیسائی رعایا کیطرف سے ہو تجویز کیا جاتا ہے۔ اور جسکو عموماً بابعالی سے منظور کرا لیا جاتا ہے۔ دونون قبیلونکو ایکطرح سے نیم آزادی عطاء کر دیگئی۔ اور ہر ایک کے لیئے اونھی مین سے علیحدہ علیحدہ اعلیٰ سردار مقرر کر دیئے گئے۔ مسیحی بھائیون سے سلوک کرنیکے ساتھہ ہی خاقانی مفاد کو بھی نظر انداز نہ کیا گیا۔ فساد کے شروع ہوتے ہی انگلستان اور پرشیا کی پروٹسٹنٹ حکومتون نے سلطان سے یروشلم مین اپنے ہم مذہبون کیلیے بھی ایک پروٹسٹنٹ بشپ (لاٹ پادری) مقرر کرا دیا +

سرویا احسان فرموش میکائیل نے تھوڑے ہی دنون مین سلطانی نوازشات کو فراموش کرکے اپنی مان کے صلاح و مشورہ سے باپ کے مسلک اختیار کر لیئے جس سے ترک اور سرب دونون اوس سے بگڑ گئے۔ قوم نے اوسے دو دفعہ شکست دیکر سرحد بار ہنگری کیطرف بھگا دیا۔ اور عارضی گورنمنٹ قائم کرلی جس نے ۱۸۴۲ء مین زرنی جارج پوتہ سکندر پٹر ووسک کو حکمران منتخب کیا۔ بابعالی نے اس انتخاب کو منظور کر لیا۔ اور روس کے اعتراض کے باوجود اس منظوری کو بحال رکھا۔ روس پٹر ووسک کی پارٹی کو اس لیئے ناپسند کرتا تھا کہ وہ اوس کے مخالف تھی +

ایران سے نازعہ۔ عیسائیون کو چند بےنظیر مراعات کا عطاء کیا جانا ۱۸۴۲ء مین عہد

کے متعلق ایران اور ٹرکی مین بگاڑ ہو گیا۔ اور دونون ملکون کی سرحدی افواج مین تلوار چل گئی۔ مگر انگلستان اور روس نے ثالث
بنکر باہم مصالحت کرا دی۔ اسی سال والیشیا کی مجلس امرا نے بتاریخ ۴؍ اکتوبر اپنے حکمران سکندر رگھیکا کو معزول کرکے
جبیسکو کو گورنر منتخب کیا۔ بابعالی نے اس انتخاب کی مخالفت کی۔ مگر وہ بے اثر رہی۔ اس نئے گورنر نے ریاست مین
کئی اصلاحات رائج کین ۱۸۴۳ء مین البانویون نے تنظیمات کے اس حصہ سے جو فوجی بھرتی کے متعلق تھا۔ ناراض ہو کر
بغاوت کر دی۔ اسے عمر پاشا نے جسکی اعلےٰ قابلیت کے جوہر تب ہی سے نمایان ہونے شروع ہو گئے تھے باسانی فرو کر دیا۔
بغاوت کے دوران مین مسلمان البانوی باغیون نے کئی عیسائی البانیون کے دیہات کو لوٹ لیا تھا۔ جس سے یورپ کے
ایماندار یوادر کو شور و غل برپا کرنیکا خاصہ بہانہ مل گیا۔ لیکن باب عالی کے استقلال اور سلامت روی نے انکی اشتعال انگیز
وعظ و نصیحت کا یورپین مین مزید ورن پر اثر نہ ہونے دیا۔ اسی سال بماہ اگست قسطنطنیہ کے چند جوشیلے مسلمانون نے ایک ارمنی
نو مسلم کو جو پھر عیسائی ہو گیا تھا۔ قتل کر دیا۔ یورپ کے متعصب عیسائی اس واقعے سے جیسے کچھ بھڑکے ہونگے۔ ناظرین اوسے
باسانی قیاس کر سکتے ہین۔ مگر صلح کل اور واقعی رعیت پرور ترکی گورنمنٹ نے ۱۸۴۴ء مین قانون نافذ کر دیا کہ ہر شخص کو
اختیار مذہب مین کامل آزادی حاصل ہو۔ اگر کوئی مسلمان اپنا آبائی مذہب ترک کر دے۔ یا نو مسلم پھر اپنا قدیمی مذہب اختیار
کرے تو اوس سے کوئی تعرض نہین کیا جائیگا۔ اور نہ بطور سابق وہ قتل کا مستوجب ہو گا۔ اس کے ساتھ ہی تفتیش جرائم مین تعذیب
رسانی کا قاعدہ۔ کئی اذیت دہ محاصل اور جزیہ **جو غیر مسلمانون سے لیا جاتا تھا موقوف کر دیا گیا۔** اور تمام
عمال کو تاکید کر دیگئی کہ عدالتون مین غیر مسلم کی شہادت بھی ویسی ہی مستند اور مقبول ہو گی۔ جیسی کہ مسلمانون کی اسلام
اور اوس کے بانی اور خلفائے راشدین نے اس بارہ مسلم و غیر مسلم مین کوئی تمیز نہین رکھی۔ ناظرین کو اس بیان کی تصدیق
حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور یہودی مدعی و شاہد کے مشہور واقعہ سے جو اونہی کے زمانہ خلافت مین گذرا تھا۔ بخوبی ہو سکتی ہے
متذکرہ صدر واقعہ سے بعد آجتک یہ کوئی معاند ترکون پر الزام نہین لگا سکا کہ کسی شخص کو ترک اسلام کیوجہ سے حکام یا رعایا
نے قتل کیا ہو۔ لیکن عیسائیون کی بلند خیالی اور بے تعصبی کا اسی واقعہ سے پتہ مل سکتا ہے کہ ۱۸۴۶ء مین قسطنطنیہ کے کیتھولک
ارمنون نے اپنے ان بھائیون کو جو امریکن پروٹسٹنٹ مشن کے پادریون کی کوشش سے مرتد پروٹسٹنٹ ہو گئے تھے عیسویت کے دائرہ
سے خارج نہین ہوئے تھے بہت بری طرح سے ذلیل اور کئی ایک کو قتل بھی کر دیا۔ اسی ۱۸۴۶ء مین باب عالی کو معلوم ہوا کہ البانیا
کے کوہستانی اضلاع کے اکثر باشندے صرف برائے نام مسلمان ہین۔ در اصل اسلام سے محض بے بہرہ ہین۔ مگر بجائے اس کے کہ وہ
انپر کسی طرح کا جبر کرتا جیسے کہ بعض متعصب عیسائی مورخون کا بیان ہے۔ اوس نے اونکی ہدایت و راہنمائی کے لیے علمائے قوم
مذکور مین صالح اور نیکوکار علما بھیجدیئے۔ جس کا یہ اثر ہوا کہ آج اون البانیون سے بڑھ کر راسخ الاعتقاد اور فدائے
ملت بہت کم مسلمان ہونگے۔

۱۸۴۵ء مین جبل لبنان کے دروز اور مارونی قبیلہ کی خانہ جنگی کی آگ جو برابر سلگتی رہی تھی پھر مشتعل ہو گئی۔ پھر دونون

قبائل جبل لبنان کے علاقہ مین رہتے ہین - دروزون نے مارونیون پر اچانک حملہ آور ہوکر بہت سون کو تہ تیغ کردیا - اس خونریزی کی ذمہ داری اور مسولیت یوروپین گورنمنٹون کے سر پر تہی - جنہون نے ٹرکی کو علیحدہ رکھکر خود انتظام کرنے کا ذمہ لیا تھا -

اصلاحی کارروائی بہی برابر جاری تہی - دیگر معاملات سے فارغ ہوکر سلطان نے تعلیم کیطرف توجہ کی - باضابطہ طور پر عثمانیہ یونیورسٹی قائم کرکے اوسے سرکاری تحومل مین رکھا گیا - عام تعلیم کے تین مدارج مقرر کئے گئے - ابتدائی - درمیانی و اعلا - ابتدائی تعلیم کا تو کم و بیش ملک مین انتظام پہلے سے موجود تہا - باقی دونون مدارج کے لیے از سر نو بندوبست کرنا پڑا - یہ تعلیمی اصلاح ۱۸۴۵ء مین نافذ کی گئی - دوسرے برس انتظامی صیغہ کے جملہ سرکاری عہدہ دارون کے فرائض اور ذمہ داریونکی تشریح و تعیین کیلیئے باضابطہ کو ملڈ (مجموعہ قواعد وضوابط) شایع کیا گیا - اور اسی سال بماہ اپریل تجارتی معاملات و مقدمات کے انفصال کیلیئے پہلی مرتبہ مشترکہ عدالتین قائم کی گیئن - یعنی ایسی عدالتین جنمین ایک مسلمان اور دوسرا یوروپین عیسائی جج ہو - اور وہ دونون ملکر مقدمات کی سماعت اور تصفیہ کرین - ایکطرف یوروپین سفرا نے یوروپین تجار مین سے دس برآوردہ تاجر - اور دوسری طرف بابعالی نے دس معزز مسلمان منتخب کیے کہ باری باری اجلاس کیا کرین -

اسی سال یونان کی نئی ریاست اور ٹرکی مین شاہ یونان کی حماقت سے سفارتی تعلقات ٹوٹ گئے - یونانی فوج کے ایک کرنیل مسمی قراتاسوس نے جو بادشاہ کا اڈیکانگ بہی تھا - عثمانیہ سفیر متعینہ ایتھنز سے ٹرکی جانے کے لیئے پروانہ راہداری مانگا یہ شخص پہلے ڈاکوؤن کا سردار تہا - سفیر نے پروانہ دینے سے انکار کردیا - یونانی گورنمنٹ نے سخت الفاظ مین بابعالی کے پاس شکایت کی - جو اس حقیر ریاست کے اشتعال بخش الفاظ سے بہت ناراض ہوگیا - اوسنے اپنے سفیر کو یونان سے واپس بلا لیا - اور اور شاہ اوتھو والئے یونان کو جس نے ٹرکی سفیر کی بھی بیحرمتی کی تہی - کہلا بہیجا کہ اگر باضابطہ طریق سے معافی نہ مانگی گئی - تو یونانی باشندگان ٹرکی سے بہت سی رعایتین واپس لے لی جائینگی - اونکو ساحلی تجارت سے جو تمامہا یونانیون کے ہی ہاتہ مین تھی محروم کردیا جائیگا - اور آیندہ کسی یونانی کو ڈارڈینلز مین دخل نہین ہونے دیا جائیگا - یوریا کے نیم سودائی خاندان کا شہزادہ اوتھو ایسا سر کا سیدہا کیسے ہوسکتا تہا کہ اپنی حرکات پر نادم ہو - وہ اکڑ بیٹھا - اور معاملہ اسقدر طول پکڑ گیا - کہ لڑائی تک نوبت پہونچ جانیکا اندیشہ ہوگیا - اس تنازعہ مین تنہا فرانس یونان کا معاون تہا - اس معاونت کی کہنہ اب تک سمجہ مین نہین آئی - باقی کل طاقتین معہ روس بابعالی کے حق بجانب ہونیکی معترف تہین - اور آخر اون کے دباؤ سے یونان نے ۱۸۴۷ء مین ٹرکی سے سرکاری طور پر معافی مانگ لی - شہنشاہ یونان کا اپنے سابق آقا پر یہ پہلا وار تھا - جو افسوس خالی گیا - اور شاید اسی بسم اللہ کے غلط ہونے کی بدشگونی نے اوسے ٹرکی مخالفت سے حسب تمنا فایدہ نہین اوٹھانے دیا - اور گو اپنے لیپالک بابون کی نظر عنایت سے ۱۸۸۱ء مین تھیسلی اور ۱۸۹۸ء کے اخیر مین ایکطرح سے کریٹ کا لقمہ بہی اوسے مل گیا ہے لیکن ساتہہ ہی اپنی درگت بہی کئی دفعہ اچھی طرح سے کراچکا ہے +

قومی حقوق کا مطالبہ

جو حقوق بانی اسلام نے آج محض ہونے کے باوجود چھٹی صدی عیسوی میں جب کہ کل دنیا پر تاریکی چھائی ہوئی تھی بنی نوع انسان کے ہر ایک فرد کو فرداً فرداً اور من حیث القوم عطا فرمائے اور انکی تعلیم دی تھی۔ اہالی یوروپ بارہ سو برس کے بعد کئی صدیوں کی تعلیم و تہذیب سے مستفیض ہو کر اون سے واقف اور اوسکے طالب ہوئے۔ مگر خود مختار اور مطلق العنان بادشاہوں اور خود غرض و نفس پرست امرا نے جن کے ظلم و ستم اور بیدردانہ لاپروائی نے عام رعایا کو اون حقوق کی ضرورت اور شدت سے محسوس کرا دی تھی۔ سیدھے ہاتھوں وہ حقوق عطا کرنے منظور نہ کئے۔ امریکہ کے یوروپین آبادگاروں کی کامیاب بغاوت اور فرانس کا اول انقلاب انہی باتوں کا نتیجہ تھا۔ اس انقلاب کی فرانس کے شاہی خاندان اور اکثر امرا کے علاوہ دیگر عیسائی تاجداران یوروپ نے جیسی پردست مخالفت اور مزاحمت کی تھی۔ وہ پہلے بیان ہو چکی ہے۔

امریکہ کے آزادی پسند دیگر یوروپین مہذب بادشاہوں کی زد سے دور اور اکیلے شاہ و گورنمنٹ انگلستان کے مدمقابل ہونے سے کامل طور پر اپنے مدعا میں کامیاب ہو گئے۔ اور وہاں کے طبعی حقوق حریت مساوات اور اخوت پر عملدرآمد شروع ہو گیا۔ فرانس کے بلند ہمت شیدایان آزادی بھی کچھ عرصہ تک اپنے مقصد کے حصول میں کامیاب رہے۔ مگر چند ہی برسوں کے بعد نپولین کی شہنشاہیت نے مساوات کی رنگ کو کسیقدر پھیکا کر دیا گویہ شہنشاہیت جو رعایا نے اپنے پیارے سپہ سالار کو دی تھی موروثی شہنشاہیت سے اصولاً و شکلاً بہت کچھ مختلف تھی۔ اور پھر آخر مخالفان آزادی کا جتھا غالب آگیا اور واٹرلو کی شکست کے بعد فرانس میں تقریباً اوسی پرانی طرز کی بادشاہی جسکے دور کرنیکے لئے باشندوں نے بغاوت کی تھی قائم کر دی گئی۔ لیکن آزادی اور حریت کا جو بیج بو دیا جا چکا تھا اوسے اب کوئی جابرانہ طاقت تلف نہیں کر سکتی تھی۔ چنانچہ ۱۸۴۸ء میں نہ فقط فرانس کے باشندوں نے ہی پھر بادشاہی حکومت کے برخلاف بغاوت کر دی۔ بلکہ یہ تحریک جرمنی۔ پرشیا۔ اور ہنگری میں بھی بڑے زور سے پھیل گئی۔ اور انگلستان تک بھی جہاں ایک نیکدل عورت کے فرمانروا ہو جانے کی بدولت گورنمنٹ نے خود بخود ہی رعایا کو بہت سے مراعات عطا کر دیئے تھے۔ اس تحریک کے اثر سے محفوظ نرہا۔ فرانس کے اس دوسرے انقلاب کی جو ایکطرح سے عالمگیر ہو گیا تھا۔ مفصل تاریخ درج کرنے کی نہ اس کتاب میں گنجائش ہے۔ اور نہ ایسا کرنا اوسکے مدعا میں داخل تاہم ضمناً یہ بتا دینا بیمحل نہ ہوگا کہ فرانس میں اسدفعہ بھی باشندوں کی رائے غالب آگئی۔ اور بادشاہی توڑ کر جمہوری سلطنت قائم کر دیگئی۔ پرشیا میں جابجا فساد ہو گئے۔ اور خاص برلن میں شہرداروں نے ایسی سختی سے آزادی کا مطالبہ کیا کہ شاہ ولیم اول موجودہ قیصر جرمن کے دادا کے ہوش و حواس باختہ ہو گئے۔ لیکن آخر چند زبردست اور مستقل مزاج مشیروں کی تائید و اعانت سے وہ رعایا کی شورش پر غالب آگیا۔ اور بادشاہی قائم رہی۔ بسمارک کو سب سے پہلے اسی تنازعہ میں بادشاہ کی طرفداری کرنیکی وجہ سے عام شہرت حاصل ہوئی تھی۔ آسٹریا اور بالخصوص ہنگری میں موجودہ قیصر آسٹریا کے چچا کی حکومت کے برخلاف بغاوت کا جوش خطرناک حد تک بڑھ گیا۔ جسکو اوسنے آخر روسی افواج کی مدد سے فرو کیا۔ مگر اس عام تحریک کو بڑی دلچسپی

دیکھ رہے ہے۔ مسلمانون کو اونکی مذہب نے صدیون سے یہی حقوق جن کے لیئے عیسائی رعایا کٹ مر رہی تھی۔ عطا کر رکھے تھے۔ اور اونکو کسی مطالبہ کی ضرورت نہ تہی۔ اس لیئے ترکی گورنمنٹ اس بارہ مین بالکل بیفکر تہی۔ اور اوسے یہ کوئی اندیشہ نہ تھا کہ کہین اوسکی رعایا پر بہی یوروپین رعایا کا اثر نہ پڑجائے۔ بلکہ اوس کے برعکس اوسکو یوروپین سلطنتون اور بالخصوص اپنے ایک قدیمی دشمن آسٹریا کی ان اندرونی مشکلات اور تنازعات سے اپنے لیئے بہتری کی کسیقدر امید ہو گئی تہی۔ لیکن جسطرح یونانی عیسائیون نے فرانس کے پہلے انقلاب سے متاثر ہو کر باب عالی کے برخلاف عام تحریک شروع کر دی تہی۔ اوسی طرح یہ دوسری سیاسی تحریک بہی ترکی کے ایک اور عیسائی صوبہ مین جو دوسرے صوبون کی نسبت یوروپ والون سے زیادہ میل ملاپ رکھتا۔ اور دو یوروپین سلطنتون کے متصل واقع تہا اپنا اثر ڈالے بغیر نہ رہی۔ یہ صوبہ مالڈیویا تھا۔ وہان کے ہاسپوڈار نے رعایا پر سخت جبر و ستم کئے تھے۔ زمیندارون اور رعایا نے اس سے بگڑ کر ہنگری اور پولنڈ کے باشندون کی بغاوت کی تقلید کر دی۔ مالڈیویا سے آزادی پسندی کا سیلاب والیشیا مین داخل ہوا۔ جہان کے باشندون کے مطالبات اہالی مالڈیویا کے مطالبات کی طرح صرف پر محدود نہ رہے۔ کہ اونکے سابقہ حقوق مین جو بروئے عہد ناموجات اونکو حاصل ہین۔ اور عامل نے اونمین دست اندازی کی ہے پھر بحال کر دیئے جائین۔ بلکہ ہنگری اور پولنڈ والون کی طرح بالکل جمہوری رنگ مین رنگے ہوئے تہے۔ وہ چاہتے تھے کہ فرانس کیطرح والیشیا بہی جمہوری ریاست بنا دیا جائے۔ والیشیا کے گورنر پرنس بسکو نے قومی مجلس کی رائے سے بغاوت سے پہلے چودہ ہزار غلامون کو آزاد کرا دیا تہا۔ اور ۱۸۴۴ء مین محاصل پرمٹ کو یکسان کرنیکے لیئے مالڈیویا سے معاہدہ کیا تہا انہی دنون اوسنے حکم نافذ کیا کہ کاشتکار مالکان اراضیات کو سال مین چھ دن مفت زراعتی کاروبار مین مدد دیا کرین۔ اور پھر ۱۸۴۴ء مین قومی مجلس کو معطل کر دیا۔ پہلے حکم سے کل کاشتکار بگڑ رہے تہے۔ دوسری کارروائی سے کل آبادی ناراض ہو گئی۔ آزادی حریت یا خودسری کی ہوا تو چل رہی تہی۔ رعایا نے بغاوت کر دی۔ پرنس بسکو نے بتاریخ ۲۳ جون ۱۸۴۸ء مطالبات کو قبول کر کے آئین جدید کو منظور کر لیا۔ مگر رعایا کا اس سے اطمینان نہ ہوا۔ جسپر وہ ملک سے بھاگ گیا۔ اور پرجوش نوجوانون نے ۲۶ جون کو عارضی حکومت جمہوری اصول پر قائم کر کے صوبجات ٹرنسلوینیا۔ بسرابیا اور بوکووینا کو مدعو کیا کہ اہالی والیشیا کے ساتھ ملکر ایک قائم بالذات ریاست رومانوی سلطنت کے نام سے قائم کرین۔

بابعالی نے انطفاء فساد اور اپنے حقوق شہنشاہی کی حفاظت کے لیئے فی الفور عمر پاشا کے ماتحت معقول فوج اور ایک کمشنر کو ان صوبجات مین بہیجدیا۔ اور سختی سے کام لینے کی بجائے لطف و دلاسہ سے تمام شورش کو فرو کر دیا۔ مگر روس ایسے موقعہ کو کب خالی جانے دیسکتا تہا۔ عارضی گورنمنٹ کی تقرری سے دوسرے ہی دن ۱۲ ہزار روسی فوج سرحد سے عبور کر کے مالڈیویا مین داخل ہو گئی۔ بابعالی نے اس کارروائی پر معترض ہو کر بریلہ مین بتاریخ ۱۱ اگست دو ڈویژن فوج کو مقیم کر دیا۔ عارضی گورنمنٹ کے کارکن اس دو طرفہ فوجکشی سے گہبرا کر بہاگ گئے۔ اور اوس کے بہاگ جانیسے چند دن ہی بعد ساٹھ ہزار روسی فوج والیشیا پر قابض ہو گئی۔ سلطان نے اپنی طبعی صلح پسندی اور اندرونی اصلاحات کیلئے قیام امن کی ضرورت کیوجہ سے روس کی دست اندازی کو وجہ جنگ

بنا میسے احتراز کرکے نامہ و پیام سے اس مسئلہ کو سلجھانے کی کوشش کی۔ چنانچہ ۱۸۴۹ء مین صوبجات ڈنیوب کے متعلق دونون سلطنتون
مین بمقام بالٹا لیمان حسب ذیل شرائط قرار پائین:۔ والیشیا اور مالڈیا کے ہوسپوڈارون کو سات سات برس کے لیے سلطان نامزد
کیا کرے۔ چند ترمیمون کے بعد سابقہ قوانین و ضوابط نسقیہ کو پھر کامل طور پر رائج کیا جائے۔ سردست دونون سلطنتون مین
سے ہر ایک کی ۲۵ ہزار سے لیکر ۳۵ ہزار تک فوج ان صوبون مین مقیم رہے۔ قیام امن کے بعد انتظام کی تکمیل تک دونون
ملکون کی دس دس ہزار فوج رہے۔ ان صوبون کے لیے دیسی ملیشیا فوج قایم کیجائے۔ معاملات ریاست کی نگرانی اور
انتظام کنندہ کمیٹیون کے ممبر مقرر کرنے کے لیئے ایک روسی اور ایک ترکی کمشنر رہے۔ اور یہ صورت سات برس تک
قائم رکھی جائے۔ اس قرارداد کے روسے سٹرلی۔ والیشیا کا اور گھیکا مالڈیویا کا ہوسپوڈار مقرر کیا گیا۔

اس عہدنامہ کی سیاہی ابھی خشک بھی نہ ہوئی تھی کہ ٹرکی کے لیے اسی انقلابی تحریک کی طفیل ایک اور مخمصہ پیدا ہوگیا
روسی اور آسٹرین افواج نے جب ہنگری کی محب وطن جماعت کو تتبع کرکے آزادی کی درخت کو جڑون سے اوکھاڑ کر پھینکدیا۔
اور سرگروہان قوم کو کوئی امید باقی نہ رہگئی۔ تو انکا جم غفیر پناہ لینے کے لیے ٹرکی کو بھاگ گیا۔ مشہور محب قوم کاسوتھ جو کل ہنگری
قوم کا لیڈر رتھا۔ بم اور ڈمبنسکی بھی ان پناہ گزینون مین شامل تھے۔ دربار روس و آسٹریا نے سلطان سے مطالبہ کیا کہ ان لوگون
کو جو زار اور قیصر کی نظرون مین سخت مجرم اور غدار تھے۔ حوالہ کردیا جاوے۔ جو اس کے مرادف تھا کہ اونکو موت کے منہ مین جھونکدیا
جائے۔ عبد المجید نے پناہ گزینون کو حوالہ کرنے سے صاف انکار کرکے کل دنیا پر ثابت کردیا کہ خواہ اوسمین اور کتنی کمزوریان ہون۔ مگر مہمان
نوازی اور سچی شرافت وانسانیت مین وہ اپنے جد امجد ارطغرل رحمت بازکا لائق فرزند ہے۔ صاف انکار پر آسٹریا اور روس نے
کہا کہ حوالہ نہ کرو۔ اون کو ٹرکی سے ہی نکالدو۔ سلطان نے اسے بھی مردانگی سے بعید سمجھکر قبول نہ کیا۔ جسپر آسٹریا اور روس
کے متعقدان مسیح فرمانروا سخت غضب آلود ہوگئے۔ روس نے ٹرکی سے سفارتی تعلقات منقطع کرلیے۔ اور بظاہر لڑائی اٹل
ہوگئی۔ مگر اوسوقت انگلستان کی گورنمنٹ پر ایسے لوگ مامور تھے جو اپنے ملک کی حقیقی بہتری اور واقعی اغراض کو اچھی طرح
سے سمجھتے تھے۔ وہ اس معاملہ مین سلطان کے موئید ہوگئے۔ اور سلطان کی امداد کے لیے ۱۳ نومبر ۱۸۴۹ء کو انگریزی بیڑہ
ڈارڈنیلز کے دہانہ کے قریب خلیج بسیکا مین لنگر انداز ہوگیا۔ ایسی صورت مین روس نے اپنے خفیہ ارادون کو پورا کرنیکے لیے جنگ کرنا
مناسب سمجھا۔ اور چند مہینون کے نامہ و پیام کے بعد روس اور ٹرکی مین پھر بظاہر صفائی ہوگئی۔ ۱۸۵۱ء مین روسی افواج صوبجات
ڈنیوب سے واپس منگوالیگئین۔ اور سلطان نے ہنگرین اور پولش پناہ گزینون کو آسٹریا کی سرحد سے دور رکھنے کو ایشیا کوچک مین
نظر بند کردیا۔ جس نظربندی سے وہ ۱۸۵۱ء مین روس کی مخالفت کے باوجود رہا کردیے گئے اور کاسوتھ معہ رفقا سمرنا کے بندر
سے ممالک مغرب کو روانہ ہوگیا۔ اس خفت کی خلش زار نکلس کے دل سے دور نہ ہوئی۔ اور اسنے اسیوقت سے اوسکا عوض لینے کا مصمم ارادہ
کرلیا۔ جو چار برس کے بعد محاربہ کریمیا کی صورت مین ظاہر ہوا۔ اسکو اس محاربہ کا قریبی سبب ایک اور تنازعہ کو بتایا گیا۔ اس محاربہ
اور سبب مذکور کے حالات درج کرنے سے پہلے اجگہ چند دیگر اہم واقعات کا ذکر کردینا ضروری ہے تاکہ پھر سلسلہ کو توڑنا نہ پڑے +

معاملات مصر

محمد علی پیرانہ سالی اور طوالت مرض سے ایسا کمزور ہوگیا کہ اوس نے ۱۸۴۸ء کے شروع مین عنان حکومت اپنے فرزند ابراہیم کو سپرد کردی - جس نے ستمبر ۱۸۴۸ء کو قسطنطنیہ جاکر سلطان المعظم سے گورنر جنرلی کی سند باضابطہ حاصل کی - مگر اوسے زیادہ عرصہ حکومت کرنا نصیب نہ ہوا اور اسی سال کے نومبر مہینہ مین فوت ہوگیا - باب عالی نے محمد علی کے منشاء سے متوفی کی جگہ اوس کے بھتیجے عباس پاشا کو مقرر کردیا گیا - یکم اگست ۱۸۴۹ء کو محمد علی بھی مرگیا - اور باب عالی کو مصر کیطرف سے کوئی اندیشہ نہ رہ گیا - عباس مین اپنے چچا یا دادا کی اولوالعزمی کا عشر عشیر بھی نہین پایا جاتا تھا - ترکی گورنمنٹ نے اسوقت تو اسبات کو نہایت غنیمت سمجھا - مگر محمد علی اور ابراہیم کے بعد کے مصری گورنرون کی پست ہمتی - تنگ خیالی اور عشرت پسندی کا ہی یہ نتیجہ ہے کہ اب مصر اور اوس کے توابعات فی الحقیقت نہ تو ٹرکی کے ماتحت ہین اور نہ خاندان خدیویہ کے - بلکہ ایک تیسری غیر مذہب اور غیر قوم طاقت کل نیک و بد کی مالک بنی ہوئی ہے - اگر خدیو مستقل مزاج اور دور اندیش ہوا کرتے تو یہ وسیع سلطنت ٹرکی کے نہ سہی اسلام کے قبضہ مین تو رہتی - قابل گورنر ٹرکی کو اگر مداخلت نہ کرنے دیتے تو ساتھ ہی یہ بھی تو یقینی امر تھا کہ کسی یوروپین طاقت کو بھی ایسا نہ کرنے دیتے -

جون ۱۸۵۰ء مین سلطان نے فرمان نافذ کیا کہ آئندہ رومن کیتھولک یونانی کلیسیا - پروٹسٹنٹ اور یہودی چارون قومون کے افراد سے اونہی کے خوجہ باشی ہر صوبہ مین ان افراد کی حیثیت و جایداد کے لحاظ سے شخصی محاصل وصول کرکے اپنے اپنے بطریق یا خاکام باشی کی معرفت خزانہ سلطانی مین داخل کیا کرین - اصلاحی کارروائی کو برابر جاری رکھکر ۱۸۵۱ء مین باب عالی نے سلطنت کے تمام صوبجات کو پھر باہم متفق و متحد کرنے کیطرف توجہ کی - اور خاصکر مصر پر پھر شاہانہ حقوق کو کامل طور پر قایم کرنے کے لیے بہت کوشش کی گئی - عباس پاشا نے ایک انگریزی کمپنی کو اسکندریہ سے بحیرہ قلزم تک ریلوے بنانیکا اجارہ عطا کیا - باب عالی نے اوسے گورنر جنرل کے اختیارات سے متجاوز قرار دیکر اوس کی مخالفت کی - اور کہا کہ ایسے معاملہ کی طفیل انگلستان اور مصر مین تنازعہ ہوجانا غیر غالب نہین - جس صورت مین یہ ضروری ہوجائیگا کہ یا خود ٹرکی انگلستان کے مطالبات کی ذمہ دار بنے - یا انگلستان بالاختیار خود اپنی حق رسی کرے - عباس نے باب عالی کے اعتراض کو تسلیم کرکے امتیاز کی اجازت سلطان سے حاصل کرلی -

فرمان گلخانہ کے ضوابط آہستہ آہستہ تمام صوبجات مین باشندون کی صلاحیت و استعداد کے لحاظ سے یکے بعد دیگرے اور علی قدر ضرورت رائج کیے جاتے رہے - ۱۸۵۱ء مین باب عالی نے عباس کو حکم دیا کہ ان ضوابط کو فی الفور مصر مین رائج کردے - گویا اس امر کا اعلان تھا کہ مصر کے لیے قوانین وضع کرنیکا اختیار صرف سلطان کو ہی حاصل ہے - عباس نے تنظیمات کو نافذ کرنے سے کوئی انکار نہ کیا - مگر چند جزئیات پر معترض ہوا - جن مین سب سے اہم وہ دفعہ تھی جس نے گورنرون سے سزاے موت کا اختیار چھین لیا تھا - عباس اس دفعہ پر بہت اڑا - بلکہ اوس نے اس معاملہ مین یوروپ کی دول عظام کے پاس بھی فریاد کی لیکن آخر چند مہینوں کی بحث مباحثہ کے بعد اوسے اسدفعہ کو بھی مان لینا پڑا - اور تنظیمات از اول تا آخر مصر مین نافذ کردی گئین -

اسی سال یہ قاعدہ مقرر کیا گیا کہ سلطنت کے تمام صوبون مین باشندون اور افسرون کی شکایات جمع کر کے سلطان کے پاس بھیجنے کے لیے خاص کمشنر دورہ کیا کرین۔ اسی سال قسطنطنیہ علوم ادبیہ اور علوم حکمیہ کی پہلی اکیڈیمی قایم کی گئی۔ اور اسی سال مقامات مقدسہ کے متعلق وہ تنازعہ شروع ہوا جو آخر محاربہ کریمیا کا باعث ہوا۔

محاربہ کریمیا

لیکن یہ تنازعات محض بہانہ تھے۔ لڑائی کی اصل وجہ ہی قسطنطنیہ کے حصول کی خواہش تھی جو سب سے اول پیٹر کے دل مین پیدا ہوئی تھی۔ زار نکلس نے جیسا کہ صفحات ماقبل سے ناظرین کو معلوم ہو چکا ہے محاربہ یونان و معاہدہ ایڈریانوپل کے بعد اس مدعا کی تکمیل کے لیے آشتی و ملاطفت کی پالیسی اختیار کی۔ جب یہ چال ناکام رہی۔ اور اصلاحات کی طفیل ٹرکی کی طاقت مضبوط ہوتی شروع ہو گئی تو اوس نے پھر کیتھراین کی پالیسی پر عملدرآمد شروع کر دیا۔ مگر انگلستان اور فرانس کی علانیہ اور آسٹریا کی درپردہ رقابت نے فی الفور اور بلا وجہ ٹرکی پر حملہ کر دینے کے راستہ مین کئی مشکلات پیدا کر دی تھین۔ اس لیے سب سے پہلے زار نے انگلستان کو ساتھ گانٹھنے کی کوشش کی ۱۸۴۴ء مین وہ انگلستان گیا اور وہان لارڈ ابرڈین وزیر خارجہ سر رابرٹ پیل وزیر اعظم اور ڈیوک آف ولنگٹن سے ٹرکی کے متعلق لمبی چوڑی گفتگوئین کین۔ اور اپنا خیال ظاہر کیا کہ اس سلطنت کا زوال قریب پہونچ گیا ہے۔ لارڈ ابرڈین جو بعد مین وزیر اعظم ہو گیا۔ زار کا پرانا دوست تھا۔ زار کے انگلستان سے واپس جانے پر اوس کے وزیر خارجہ کونٹ نسلروڈے نے اپنے آقا کے خیالات اور تجاویز کو ایک یادداشت مین قلمبند کر کے اوسے انگریزی گورنمنٹ کے پاس بھیجدیا۔ یہ مراسلہ ۱۸۵۳ء تک خفیہ رہا۔ اور کسیکو اوسکا علم نہ ہو سکا۔ محاربہ کریمیا سے پہلے انگلستان اور روس اور دیگر دول مین لمبی چوڑی خط و کتابت ہو رہی تھی۔ اوس زمانہ مین ٹائمز کو اس مراسلہ کا پتا لگ گیا۔ اور اوس نے اوسے شایع کر دیا۔ اوس وقت لارڈ ابرڈین وزیر اعظم تھا۔ دار الامرا مین ٹائمز کے بیان کی صداقت کے متعلق سوال ہونے پر لارڈ مذکور نے تسلیم کیا کہ "دس برس ہوئے اوس نے زار کی تجاویز کو یہان تک کان دیکر سنا کہ شاہ مذکور کو اپنے خیالات باقاعدہ طور پر باضابطہ مراسلہ مین درج کر کے بھیجنے کی ترغیب مل گئی۔ اگر ٹائمز کو مراسلہ کی خبر نہ ہو جاتی۔ تو گورنمنٹ اوسے کبھی ظاہر نہ کرتی۔"

زار کی یہ تحریک لارڈ ابرڈین کی موافقت کے باوجود دیگر انگریزی وزرا کی مخالفت کیوجہ سے بے اثر رہی۔ اور زار ٹرکی کے برخلاف کوئی کارروائی نکر سکا۔ ۱۸۴۸ء کی بغاوت والیشیا و مالڈیویا سے بھی وہ اسیوجہ سے فایدہ نہ اوٹھا سکا۔ مگر وہ اپنی چالون مین برابر مصروف رہا۔ اوسے یقین تھا کہ وہ ایک نہ ایکدن انگلستان کو ساتھ ملا لینے اور یا کم از کم کنارہ کش رہنے پر رضامند کرلیگا۔ آسٹریا کو بغاوت ہنگری مین اوس نے اسی لیے مدد دی تھی کہ آسٹریا ممنون احسان ہونے کی وجہ سے روس کی پیشقدمی بجانب قسطنطنیہ کی مزاحمت کے قابل نہ رہجائے۔ چنانچہ آسٹریا کو ہر طرح سے مشکور و احسان مند بنا لینے کے بعد روس نے ٹرکی کے برخلاف اپنی کل مختلف الانواع چالون کی ریشہ دوانی شروع کر دی۔ پرشیا کا بادشاہ ولیم اول اوسکا عزیز رشتہ دار اور دوست صمیم تھا۔ آسٹریا ہنگری کی بغاوت کی وجہ سے آنکھہ اونچی نہین کر سکتا تھا۔ فرانس انقلاب وسم کی وجہ کر کمزور ہو رہا تھا۔ اکیلا

انگلستان باقی تھا۔ ایکطرف تو اوسپر روسی جادو کا دام پھیلانے کی کوشش شروع کی گئی۔ اور دوسری طرف مانٹی نیگرو کے بطریق ڈانیلو کو جو ملکی حاکم بھی تھا روس بلا کر ٹرکی کے برخلاف بغاوت کرنیکا اشارہ کر دیا گیا۔ اس حکم کو اوسنے اسیطرح کیا۔ اور جبل ہود کے تمام عیسائی کوہستانیون نے علم بغاوت برپا کر دیا۔ بابعالی نے فی الفور جرار لشکر عمر پاشا کے ماتحت سرکشون کی سرکوبی کے لیے بھیجدیا عساکر سلطانی اور باغیون مین کئی لڑائیان ہوئین۔ اور آخر باغی سب جگہ پامال کر دیے۔ یوروپ کے متعصبین کو اس سے حسب معمول پھر واویلا مچانیکا خاصہ بہانہ ملگیا۔ اور روس و آسٹریا نے آنکھین دکھانی شروع کر دین۔ لیکن آسٹریا کی خفگی مصنوعی تھی۔ وہ اسکے وزیر اعظم مترنیخ کی پالیسی اندرونی انتظام ملک کے متعلق خواہ کیسی قابل نفرین ہو۔ خارجیہ پالیسی مین وہ نہایت قابلیت دکھاتا رہا تھا۔ بظاہر اُس نے روس کو خوش کرنیکے لیے بابعالی کو دھمکیان دین۔ مگر درباطن ایما کر دیا کہ باغیان جبل ہود کیساتھ نرم برتاؤ کیا جائے۔ تاکہ روس کو مشکلات جدیدہ کے پیدا کرنے کے لیے بہانہ نہ مل سکے۔ آسٹریا نے یہ ایما ۱۸۵۲ء مین کیا۔ اور دوسرے برس بابعالی نے اوسکی نصیحت مانکر باغیان جبل ہود کی غداری سے درگذر کیا۔

یہ معاملہ ابھی درپیش ہی تھا کہ ۱۸۵۱ء مین فرانس نے پھر دوبارا مقامات متبرکہ کا مسئلہ[۱] چھیڑ دیا۔ فرانس کو ان مقامات پر حقوق حاصل تھے اونکا مفصل ذکر ہو چکا ہے۔ اور یہ بھی بتایا جا چکا ہے کہ کلیسائے یونانی کے پادریون نے اکثر حقوق کو غصب کر لیا تھا۔ ۱۸۰۸ء مین قبر مسیح کا گرجا جلگیا۔ اوسے یونانیون نے اپنے خرچ سے تعمیر کیا۔ اور اس گرجے کے قبضہ کی بدولت رفتہ رفتہ کل مقدس مقامات پر متصرف ہو گئے۔ فرنچ گورنمنٹین متواتر اس غصب کی شکایت کرتی رہین۔ لیکن روس کی پشت و پناہی سے کلیسائے یونانی کے معتقدون کی طاقت اور رسوخ اسقدر بڑھ گیا ہوا تھا کہ بابعالی فرانس کی شکایتون پر کوئی توجہ نہ کرتا۔ ۱۸۴۸ء کے انقلاب نے بادشاہی کو توڑ کر فرانس مین پھر جمہوری حکومت کر دی تھی۔ نپولین بوناپارٹ بھتیجا دسمبر ۱۸۴۸ء مین اسکا پریسیڈنٹ مقرر ہوا۔ اوس نے مئی ۱۸۵۱ء مین بابعالی کو توجہ دلائی کہ سابقہ فرامین پر غور کر کے حق حقدارونکو دلایا جائے۔ ترکی گورنمنٹ روس کی کارروائیون سے برافروختہ تو ہو ہی رہی تھی۔ اوس نے فریقین کے دعاوی کی تنقیح اور کاغذات متعلقہ کی پڑتال کے لیے عیسائی اور مسلمان عہدہ دارونکی ایک مشترک کمیشن مقرر کر دی جسنے ۱۵ جولائی ۱۸۵۱ء سے کارروائی شروع کی۔ فرانس نے آٹھ مقامات کی تولیت کا دعوی کیا۔ روس کو ان مقامات کا پھر رومن کیتھولک راہبون اور پادریون کے تصرف مین چلا جانا کب گوارا ہو سکتا تھا۔ اوسنے فرانس کے دعاوی کو باطل کرانیکے لیے بہت زور لگایا۔ کمیشن نے کئی مہینون کے بحث و مباحثہ کے بعد فرانس کے حقوق کو تسلیم تو کر لیا۔ مگر ساتھ ہی تجویز پیش کی۔ کہ مناسب یہی معلوم ہوتا ہے کہ صورت موجودہ کو قایم رکھا جائے صرف اتنا کر دیا جائے کہ لاطینی کنیسہ مریم مین اور یونانی کنیسۂ مقام صعود مین دخل ہو سکا کرین۔ سلطانی

---

۱ یہ مسئلہ درحقیقت ۱۸۴۷ء مین چھیڑا تھا۔ مگر انقلاب کیوجہ سے اوس کے متعلق کوئی کارروائی نہین ہو سکتی تھی۔ اوسوقت فرنچ سفیر نے شکایت کی تھی کہ یونانیون نے بیت اللحم کے گرجے سے ایک نقرئی ستارا جو مسیح علیہ السلام کے مقام ولادت کے نشان مین لگا ہوا تھا۔ اوٹھا لیا ہے کنیسہ کی بیحرمتی کی ہے۔ مؤلف

اس فیصلہ کے مطابق فرمان جاری کر دیا۔ اور نپولین نے جو دسمبر ۱۸۵۱ء مین دس برس کیلیئے جمہوری حکومت کا ڈکٹیٹر (حاکم اعلےٰ) اور نومبر ۱۸۵۲ء مین عام رائے سے شہنشاہ بنایا گیا۔ اس فیصلہ کو اگرچہ اوس مین فرانس کے بہت سے دعاوی نظرانداز کر دیئے گئے تھے محض دُنیا کے امن کو قایم رکھنے اور جھگڑا نہ بڑھنے دینے کے لیئے منظور کر لیا مگر روس نے جو خواہ مخواہ بگاڑ کرنے پر ادہار کھائے بیٹھا تھا اور کریمیا کے علاوہ یوروپین ٹرکی کی سرحد پر بھی بیشمار فوج اور ذخایر حرب فراہم کر چکا تھا۔ اس فیصلہ کو نامنظور کیا۔ ایک عیسائی مورخ مسٹر میکانکی اس موقعہ پر نہایت برجستہ اور منصفانہ ریمارک کرتا ہے۔ وہ لکھتا ہے:۔

"اس مسئلہ کے متعلق ٹرکی پر دو رُخی چال چلنے کا الزام لگایا گیا تھا۔ کہ ایک طرف وہ فرانس کو اور دوسری طرف روس کو راضی رکھنے کی کوشش کرتی رہی۔ لیکن یہ اوس کے اعدا کا محض بہتان ہے بمصداق گوشت خر دندان سگ اوسے رومن کیتھولک یا کلیسائے یونانیون کے باہمی تنازعات سے کوئی ذاتی تعلق نہ تھا۔ اوس نے دونون فریق کو مقامات متبرکہ کا تھوڑا تھوڑا حصّہ دیکر راضی کرنیکی اس لیئے کوشش کی کہ وہ دونون کو کان سے پکڑ کر فلسطین سے باہر نکالنے کی طاقت نہین رکھتی تھی۔ جو کہ درست اور مناسب علاج اس جھگڑے کے تصفیہ کا تھا۔"

زار نے بوجوہات متذکرہ صدر اسموقعہ کو ٹرکی پر حملہ کرنے کے لیئے نہایت مناسب تصور کر کے پرنس منشکوف کو خاص سفیر بنا کر قسطنطنیہ بھیجا۔ اور ایسے مطالبات کیئے جنکو سلطان کبھی منظور نہین کر سکتا تھا۔ یہ شہزادہ خلاف معمول سفرا کئی فوجی افسر ہمراہ لیکر ۱۱ فروری ۱۸۵۳ء کو سینٹ پیٹرزبرگ سے روانہ ہوا۔ اور ۲۰ کو قسطنطنیہ پہنچا۔ سب سے اول اُسنے آتے ہی فواد پاشا وزیر خارجیہ کی برطرفی کا مطالبہ کیا۔ اور پھر یہ تجویز پیش کی کہ سُلطان اپنی تمام کلیسیا یونانی کی تابع رعایا پر زار کی مذہبی و دنیوی حمایت کو قبول کر کے اوس کے ساتھ مدامی اتحاد کا معاہدہ کرے۔ وزراء دولت اس عجیب و غریب مطالبہ کو سُنکر جس سے سلطان کی ڈیڑھ کروڑ عیسائی رعایا روس کے ماتحت ہو جاتی تھی ششدر رہ گئے۔ یہ گفتگو مئی تک برابر جاری رہی۔ اور درتیولا جبل ہود کا معاملہ منفصل ہو گیا۔ اور نپولین نے مقامات متبرکہ کے متعلق ۴ مئی ۱۸۵۳ء کو زار کے اور بھی کئی مطالبات منظور کر لیئے۔ مگر اس سے مطمئن ہونے کی بجائے روس کی جوع البقر اور تیز ہو گئی۔ چنانچہ اوس کے خاص سفیر نے نہایت گستاخانہ انداز سے بھرے دیوان مین جا کر اپنا الٹی میٹم ٹرکی کے وزراء کو پیش کیا۔ اور پانچ دن کے اندر جواب دینے کا تقاضا کیا۔ اس الٹی میٹم مین حسب ذیل مطالبات کیئے گئے:۔ (۱) جیسا کہ معاہدہ قانیارجہ کے رو سے اوسکو کلیسیا یونانی کا حامی تسلیم کیا گیا تھا۔ اسی طرح اب اس حمایت کو تسلیم کیا جائے۔ (۲) کلیسیائے یونانی و روسیہ کی کل مطالبات دربارہ مقامات متبرکہ تسلیم کیئے جائین۔ (۳) قسطنطنیہ کا یونانی بطریق اعظم جب تک کہ صریح بدچلنی یا کمال غداری کا مرتکب ثابت ہو۔ اپنے عہدہ سے برطرف نہ کیا جائے اور اس صورت مین بھی سلطان پہلے زار سے استصواب کر لیا کرے۔ اسوقت تک سلطان باختیار خود بطریق کو معزول کر سکتا تھا جیسا کہ وہ اب بھی کر سکتا ہے۔

پہلے مطالبہ مین معاہدہ قانیارجہ کا حوالہ بالکل غلط دیا گیا تھا۔ اس کے رو سے روس کو جو منصب حاصل ہوا تھا اوسکی

پہلے کافی تشریح ہو چکی ہے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔ بجگہ صرف ایک اعلیٰ مقنن انگریز کی رائے درج کردینا کافی ہوگا۔ ڈاکٹر فلمور لکھتے ہیں کہ "تمام سابقہ معاہدوں کے روسے ترکی نے جو کچھ تسلیم کیا تہا۔ اوسکا لب لباب یہ تین فقرات ہیں:-

اول یہ کہ تمام زائرین برادر اور مسافر کسیطرح کا ٹیکس دینے کے بغیر بحفاظت تمام بلا خوف وخطر یروشلیم اور مقامات متبرکہ کی زیارت کرسکتے ہیں۔ دوم، یہ کہ موجود الوقت گرجہ متعلقہ سفارتخانہ کے علاوہ روس قسطنطنیہ کو فلاں خاص محلہ میں ایک اور گرجہ بنا سکتا ہے ۱۸۴۷ء میں فرانس سے جو معاہدہ ہوا تہا۔ اوس میں بہی ایک اسی مضمون کی دفعہ صحیح ہے۔ سوم، یہ کہ زار روس نہیں۔ بلکہ باب عالی بدستور مسیحی مذہب کا حامی ومحافظ رہے گا۔ زار کو مداخلت کا صرف اسقدر استحقاق دیا گیا تہا کہ وہ فلاں کلیساء اور اسکے پادریوں کے حق میں باب عالی کے پاس سفارش کرسکتا ہے۔ جن سفارشوں کو محض بنظر رفاقت باب عالی نے بتوجہ سننے کا اقرار کیا تہا"

یہ الٹی میٹم پرنس مذکور نے بتاریخ ۵ مئی ۱۸۵۳ء میلے بوٹ اور لمبا کوٹ پہنے ہوئے۔ باب عالی کے پیش کیا۔ ۱۳ مئی کو ترکی گورنمنٹ نے لارڈ سٹریٹ فورڈ ڈی ریڈ کلف انگریزی سفیر اور کائم ڈی لاکور فرنچ سفیر کے مشورہ سے صاف انکاری جواب دیا جسپر منشکوف نے اپنے مطالبات کا پھر اعادہ کرکے ۱۸ مئی کو ان دہمکی آمیز الفاظ پر نامہ وپیام کو ختم کیا "چونکہ ترکی گورنمنٹ نے کلیسا یونانی کی حفاظت ونگہداشت کے لیے معقول ضمانت دینے سے انکار کردیا ہے۔ اس لیے اب زار خود اسکا انتظام کریگا" وہ ۲۱ مئی کو کل ہمراہیوں سمیت قسطنطنیہ سے واپس چلا گیا۔ اور یہ دہمکی دیتا گیا "میں اس دفعہ لمبے کوٹ میں آیا تھا۔ اب سی دی پہنے عنقریب واپس لوٹونگا"

لارڈ ایبرڈین کی نسبت لکہا جاچکا ہے کہ وہ روس کا طرفدار تہا۔ لیکن دوسرے وزراء سے زیادہ دور اندیش اور اپنے ملک کی حقیقی بہتری کے موجبات سے واقف تہے۔ اور وہ ترکی کا قیام انگلستان کے لیے نہایت ضروری سمجھتے تہے۔ انکا عزم زار کی ایک بیوقوفانہ حرکت سے اور پختہ ہوگیا۔ نکلس نے انگلستان کو اپنے ساتھ گانٹھنے کے لیے جنوری اور فروری ۱۸۵۳ء میں انگریزی سفیر متعینہ سینٹ پیٹرزبرگ سر ہملٹن سیمور سے چند ملاقاتیں کیں۔ اور ہر ملاقات میں اپنا عندیہ تھوڑا تھوڑا کرکے ظاہر کرنے کے بعد آخری ملاقات میں اپنا دلی راز صاف صاف بتا دیا۔ اوس نے کہا کہ "ترکی ایک مرد بیمار بلکہ نہایت ہی بیمار شخص کے مشابہ ہے۔ ہمیں اوس کے ترکہ کے انتظام کے لیے پہلے سے تیار ہو رہنا لازمی ہے۔ بیمار کی حالت ایسی نازک ہے کہ ہم دیکھتے ہی رہجائیں گے۔ اور اسکا دم اچانک نکل جائیگا۔ اور اسوقت اگر پہلے سے انتظام نہ کرلیا گیا ہو تو سخت ابتری افراتفری پڑجائیگی"۔ بقول کریسی اسکی اس گفتگو کا گویا یہ لب لباب تہا کہ اگر کوئی شخص بیمار پڑجائے تو اوسکے دوست طاقتور ہمسایوں کو چاہیے کہ بیمار کے گھر گہس کر اوسکا گلا گہونٹ دیں۔ اور مقتول کا کل مال ومتاع اور مویشی آپس میں بانٹ لیں۔ ایماندار نکلس نے بہی جسنہ اسیطرح کی تجویز پیش کی۔ اوسنے کہا "صوبجات ڈینیوب بہی میری حمایت میں اسیطرح سے آزاد ریاست ہیں۔ سرویا کا بہی یہی انتظام کردیا جائے۔ صوبہ بلگیریا کو بہی اسیطرح کی ریاست بنا دیا جائے۔ انگلستان کے لیے مصر جیسا کچھ ضروری ہے وہ مجہ سے پوشیدہ

نہین۔ کریٹ کی نسبت بھی میرا خیال ہے۔ انگلستان اندونون کو نخوشی لے سکتا ہے۔ قسطنطنیہ پر مین انگلستان یا کسی اور سلطنت کو کبھی قابض نہین ہونے دیسکتا۔ خواہ مجھے اس کے لیے لڑائی ہی کیون نہ کرنی پڑے۔ نہ مین خود اوسپر مالکانہ تصرف کرونگا۔ اگرچہ یہ ممکن ہے کہ بعض حالات سے مجبور ہو کر مجھے اوسپر کچھ عرصہ کے لیے بطور امین متصرف رہنا پڑ جائے۔ مین یہ بھی نہین چاہتا کہ کوئی اور سلطنت قسطنطنیہ پر قابض نہ ہو۔ بلکہ پرانی بازنطینی سلطنت کے قیام کے بھی مخالف ہون۔ نہ یونان کو اسقدر وسیع دیکھنا چاہتا ہون کہ وہ زبردست ریاست ہو جائے۔ اور اس کو تو مین بالکل ہی ناپسند کرتا ہون کہ ٹرکی کے مقبوضات کو چھوٹی چھوٹی جمہوری ریاستون مین منقسم کیا جائے۔ جو کاسوتھون۔ مازینیون[۱] اور دیگر ہمچون متمم انقلاب پسندون کا ملجا و ماوا بن جائین۔ مین نے تمکو اپنا عندیہ صاف صاف دوستون اور شریفون کیطرح بتا دیا ہے اگر انگلستان اور مجھ مین اتفاق رائے ہو جائے۔ تو دوسرون کی مجھے کچھ پروا نہین۔ دوسرون سے اوس کی مراد بقول بعض آسٹریا و فرانس اور بقول دیگر صرف فرانس سے تھی آسٹریا نظاہر اوس کے ہاتھ مین ایسی کٹ پتلی بن رہی تھی کہ دوسرا قول زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتا ہے۔ جب سے نپولین سوم شہنشاہ ہوا تھا۔ زار کو اوسکی طرف سے بہت اندیشہ ہو گیا تھا۔ اسکو خیال تھا کہ کہین وہ بھی چچا کیطرح اودہم برپا نہ کرنے۔ چنانچہ اس گفتگو سے ایک مہینہ پیشتر ہی اوسنے سلطان کو کہلا بھیجا تھا کہ اگر مقامات مقدسہ کے متعلق فرانس کی دھمکیون کی مزاحمت کیلئے ٹرکی کو مدد کی ضرورت ہو تو روس کی کل افواج سلطان کی خدمت مین حاضر ہین۔

انگریزی سفیر نے اپنی گورنمنٹ کو کل گفتگو کی نقل بجنسہ بھیجکر اپنی رائے یہ لکھی کہ زار اپنے دلمین یہ قطعی فیصلہ کر چکا۔ معلوم ہوتا ہے کہ ٹرکی کے خود بخود برباد ہونیکا نہ سہی۔ اوسکو برباد کرنے کا وقت پہونچ گیا ہے۔ سفیر مذکور نے زار کو بھی یہ قابل تحسین جواب مؤدبانہ پیرایہ مین دیا تھا کہ بڑے اور فیاض آدمیون کا شعار بیمار و کمزور کو سہارا و مدد دینا ہوا کرتا ہے نہ کہ اوٹھا مرتے کو مارنا۔ زار نے اسپر کہا تھا کہ مین تم سے بڑھ کر ٹرکی کی زندگی بڑھانیکا خواہشمند ہون۔ مگر وہ مرچکی ہے اور ہم مردہ مین جان نہین ڈال سکتے۔ خوش قسمتی سے انگریزی گورنمنٹ کی اسوقت وہ پالیسی تھی جو اب چند برسون سے ہو رہی ہے۔ اوس نے اس غاصبانہ ایما مین شریک ہونے سے ہی انکار نہ کیا۔ بلکہ زار کو بھی اوس کے قصد بارادہ پر سرزنش کی۔ لارڈ کلیرنڈن نے ۲۳ مارچ ۱۸۵۳ء کو وزارت خارجیہ کا چارج لیتے ہی اوسی دن اپنے سفیر کو زار کی تجویز و گفتگو کے متعلق تحریر کیا ان چند برسون مین ٹرکی کے زوال کی علامتین کوئی زیادہ نمایان یا زیادہ سریع نہین ہو گئین برعکس اس کے ٹرکی مین ابھی تک بہت ثروت اور مستعدی و طاقت موجود ہے۔ اور اصلاح کا میلان مفقود نہین۔ انتظامی خرابی اور عمال کی بدروشی بیشک موجود ہے۔ اور بہت موجود ہے۔ مگر وہ ایسی نہین۔ اور نہ وہ اس حد تک پہونچی ہوئی ہے کہ سلطنت کے وجود کے لیے بھی خطرہ پیدا ہو گیا ہو۔ عیسائیون کے ساتھ سختی سے برتاؤ کیا جاتا۔ بلکہ غیر مذہب رعایا سے جو سلوک ترکی

[۱] مازینی اٹلی کا مشہور محب وطن گذرا ہے۔ مؤلف +

حکومت کر رہی ہے۔ وہ ان چند گورنمنٹون کو جو ٹرکی کو وحشی طاقت کہتی اور بنظر حقارت دیکھتی ہین۔ نمونہ کا کام دیکھنا۔ اللہ اکبر وہی سلطنت جس نے مصر و کریٹ کی قسمت کو ایسی عالی ظرفی اور سیر چشمی سے مستر د کر دیا تھا۔ آج صرف مصر پر ہی قابض ہے بلکہ مصر کے متعلقات پر اپنا شاہی اقتدار قایم کر رہی۔ اور کریٹ کو بھی بضد ہو کر ترکون کے قبضہ سے نکالنے کا باعث ہوئی ہے۔ کیا زمانہ کوئی نیرنگی اس سے زیادہ عجیب و غریب ہو سکتی ہے؟

انگلستان کی طرف سے ٹکا سا جواب ملنے پر زار نے فرانس کیطرف رجوع کر کے یہی تجویز نپولین کے سامنے پیش کی مگر وہان بھی اوس کی دال نہ گلی۔ نپولین کئی وجوہات سے زار کے ساتھہ متفق نہین ہو سکتا تھا۔ دونون اگرچہ امپراطور تھے۔ لیکن ایک عوام کی رائے سے ہوا تھا۔ اور دوسرا موروثی استحقاق سے۔ اس لیئے پرانی طرز کے بادشاہون اور جمہوری بادشاہ مین باہمی کدورت کا پیدا ہو جانا لازمی امر تھا۔ نپولین سمجھتا تھا کہ بہر حال دونون طرزون مین سے ایک کو مغلوب ہونا پڑیگا۔ اقتضاء طبعی طور پر نہ صرف ذاتی مفاد بلکہ اپنے قایم کردہ اصول کی کامیابی کیلیئے اس کے لیئے ضروری ہو گیا تھا کہ وہ روس کی طاقت کو نہ بڑہنے دے اوسوقت نپولین عین شباب مین تھا۔ اور پیرانہ سالی اور بیماری نے جیسے کہ آخری دنون مین اوس کی حالت ہو گئی تھی ابھی دماغی قوار کو کمزور کر کے اوسے غیر مستقل مزاج نہین بنا دیا تھا۔ علاوہ ازین ملک کے نفع نقصان کو اچھی طرح سے سمجھتا تھا۔ علاوہ برآن گو جمہور نے باتفاق رائے اوسے بادشاہ مقرر کیا تھا۔ مگر قوم کا ایک حصہ اوسکا سخت مخالف تھا۔ یہ حصہ تعداد مین اگرچہ تہوڑا سا تھا۔ لیکن صاحب علم و علم جمہوری خیالات پر مٹا ہوا تھا۔ بنابرین دول یورپ مین اپنا وقار قایم کرنے اور اس مخالفت کو بے حقیقت بنانے کے لیئے اوسے کسی نہ کسی میدان مین اور بالخصوص میدان جنگ مین نمایان کامیابی کا حاصل کرنا ضروری ہو رہا تھا۔ زار کی طامعانہ پالیسی نے اوسے اوسکا موقعہ دیدیا۔ اور ذاتی اغراض کی حفاظت کیلیئے انگلستان کو بھی جو اسوقت روس کی پیشقدمی کے خطرات سے واقف ہو گیا تھا اوس کے ساتھہ شامل ہونا پڑا۔

زار ان شاطرانہ چالون مین ناکام رہنے سے ایسا کھسیانا ہو گیا کہ مغربی طاقتون کے علی الرغم ٹرکی پر حملہ کرنیکا عزم کر لیا۔ اسی امید تھی کہ انگلستان و فرانس اگرچہ اوس کیساتھہ شریک نہین ہوئے۔ مگر یہ کبھی امید نہین کہ ٹرکی کے معاون ہو جاینگے۔ چنانچہ روسی وزیر خارجیہ نے اوسیدن جب کہ اسکا خاص سفیر قسطنطنیہ سے روانہ ہوا۔ دول یورپ کو اطلاع دیدی کہ روسی افواج عنقریب صوبجات ڈنیوب مین داخل ہونیوالی ہین۔ اور جبتک روسی مطالبات تسلیم کیئے جاینگے وہ اونپر قابض رہین گی۔ روس سلطنت عثمانیہ کے کلیسائی یونانی کے معتقدون پر ویسی ہی حمایت کا مستدعی ہے جو فرانس کو سلطنت مذکور کے کیتہولکون پر حاصل ہے۔ اس حمایت سے سلطنت عثمانیہ کے اندرونی معاملات مین ہر وقت مداخلت کرتے رہنے کا کوئی

اشتعال خاص فرانس [illegible] ۱۸۵۳ء۔

اس اعلان پر فرانس و انگلستان نے بنظر احتیاط اپنے بیڑے جزیرہ ٹنی ڈوس کو بھیجکر اپنے سفراء کو اختیار دیدیا کہ وہ عند الضرورت سلطان کی حفاظت کے لیئے ان بیڑون کو قسطنطنیہ بلا سکتے ہین۔

اس اعلان سے چند ہفتون کے بعد زار نے بتاریخ ۲۶ جون ۱۸۵۳ء اپنی رعایا کے نام عام منشور صادر کر کے اس مین بیان کیا کہ

یہ مجوزہ پیش قدمی کا مدعا صرف پاک مذہب کے حقوق کی حفاظت ہے۔ ترکی نے ان حقوق کو بہت کچھ پامال کر دیا ہے۔ اور اب اونہیں بالکل ہی معدوم کر دینے کا ارادہ رکھتی ہے۔ ہم نے صلح و آشتی سے ٹرکی کو بہت سمجھایا۔ مگر وہ نہ مانی۔ اس لیے اب مجبور ہوکر ڈنیوبی صوبجات میں فوج بھیجنی پڑ گئی ہے۔ لیکن وہ لڑائی شروع کرنے یا فتوحات کی غرض سے نہیں۔ بلکہ محض ان حقوق کی نگہداشت کی مطلوبہ ضمانت حاصل کرنیکے لیے جائیگی۔"

یورپین طاقتوں بالخصوص روس کی ڈھٹائی، شوخ چشمی، بدیہی موجود چیز سے انکار اور ہٹ دھرمی اظہر من الشمس ہے۔ مگر اسوقت روس نے اپنی سابقہ کرتوتوں اور بیحیائی کو بھی مات کر دیا۔ اور روز روشن میں آفتاب کے وجود کا انکار کر دینے کا کمال کل دنیا کو دکھلا دیا۔ عیسائی رعایا کو جو مذہبی آزادی حاصل تھی۔ اوس کا کبھی متعصب سے متعصب عیسائی کو بھی انکار نہ تھا۔ لیکن پھر بھی اعتراض کی کوئی گنجائش باقی نہ رکھنے کیلئے سلطان نے زار کے متذکرہ صدر منشور سے تقریباً تین ہفتے پہلے ۶ جون کو فرمان شاہی صادر کرکے یونانی عیسائیوں کے تمام مذہبی حقوق و مراعات کی مزید تصدیق کر دی ہوئی تھی جسکو عمداً زار نے بالکل نظر انداز کر دیا۔ دنیاوی اغراض کیلئے دین کو بہانہ بنانے اور دین فروشی کی کیا کوئی اس سے بڑھکر مثال ہو سکتی ہے مسٹر میریکا کی لکھتا ہے کہ وہ ناراستی اس مسئلہ کی عنوان سے ہی ٹپک رہی تھی۔ اس فرمان کیساتھ ہی سلطان نے انگلستان وغیرہ سے مدد کی درخواست کر دی تھی۔ جن کے بیڑے ۱۳ جون کو خلیج بسیکا میں پہنچ گئے۔ روسی فوج جنرل لوڈرز کے زیر کمان ۳ جولائی کو پروتھ عبور کر کے مالڈیویا میں داخل ہو گئی۔ اور اسیدن کونٹ نسلرو ڈے نے اس کارروائی کی معقولیت اور ضرورت جنگی کی تائید میں ایک مراسلہ دول یورپ کو بھیجدیا۔ انگلستان اور فرانس نے اوسکی دلائل کی تردید کر کے اوسے غاصبانہ حرکت قرار دیا اور اس اہم مضمون جواب سے دنیا کو خیال ہو گیا کہ اس معاملہ میں فرانس و انگلستان کا متفق ہو جانا غیر غالب نہیں۔

انگلستان اور فرانس نے سلطان سے درخواست کی کہ وہ روس کے اس فعل کو وجہ جنگ قرار نہ دیں۔ انگلستانی گورنمنٹ کو خیال تھا کہ شاید ابھی نامہ و پیام سے ہی معاملہ رفع دفع ہو جائے۔ آسٹریا عجب مخمصہ میں گرفتار تھی۔ احسان فراموش سا تھا

ل روس نے جیسی کچھ صلح آمیز پالیسی ٹرکی کیساتھ اختیار کر رکھی تھی۔ اسکی کیفیت ایک معزز انگریز ریزیڈنٹ کے بیان سے جو جرمن کے چند آدمی شہر کیطرف سے قسطنطنیہ میں مقیم تھا معلوم ہو جائیگی۔ اوس نے سر کریسی سے زبانی بیان کیا کہ سن ۱۸۴۰ء میں انگریزی گورنمنٹ نے دو افسران توپخانہ۔ ایک کاریگر نئی قسم کے بان اور دیگر گولے بنانیوالا۔ ایک بیکے گولے تیار کرنیوالا۔ اور چند کاریگر باسفورس کے قلعوں کو مضبوط کرنے میں باب عالی کو مدد دینے کے لیئے بھیجے۔ مگر روسی سفیر نے معترض ہوکر ان افسروں کو کوئی کام نہ کرنے دیا۔ روس کو باب عالی پر ایسا اقتدار حاصل تھا۔ کہ وہ اپنے دار الخلافہ کے بحری رستہ کی حفاظت کا انتظام کرنے کی خلاف مرضی کی جرأت نہ کر سکتا تھا۔ انگریز جنرل اور انجینیر پانچ برس قسطنطنیہ رہے۔ اور اس عرصہ میں انہوں نے اور نیز انگریزی سفیر نے کئی مرتبہ اپنی تجاویز پر عملدرآمد کرنیکی کوشش کی۔ لیکن روسی سفیر کی مخالفت نے کچھ نہ کرنے دیا۔ آخر ایک افسر انجنیر مع وسیع مشتمل نقشوں کو لیکر انگلستان واپس چلا گیا۔ اور دوسرا افسر ایرانی سرحد پر مقرر کر دیا گیا اوسوقت ادنی سے ادنی شخص بھی جانتا تھا۔ کہ روس کیلئے باسفورس کی حفاظت نہیں کرنے دیتا۔ اور وہ یہ بھی جانتا تھا کہ باب عالی اوسکے حکم ماننے پر

مجبور کرتا تہا۔ اور ملکی اغراض اوس کے مخالفون کے ساتہ شریک ہونے پر اوسے اس مہم سے نکلنے کے لیے تصفیہ کے لیے دول یورپ
کی کانفرنس جمع ہونے کی تجویز پیش کی پرشیا آسٹریا۔ روس انگلستان اور فرانس کے وکلاء وائینا مین جمع ہوے۔ اور اونکے
فیصلہ کو جو ۳۱ جولائی کو کیا گیا۔ زار نے بتاریخ یکم اگست منظور کر لیا۔ مگر ٹرکی نے پہلے تو اس بنا پر کہ اوسکے متعلق کانفرنس
ہوا اوس مین اوس کے وکلاء مدعو نہ کیے جائین۔ اس فیصلہ کو بالکل مسترد کر دیا۔ مگر بعد ازان چند ترمیمین پیش کیں اور انکو
قبول کر لیے جانے کی صورت مین فیصلہ کو مان لینے پر رضامند ہو گئی۔ زار نے ان ترمیمون کو بتاریخ ۷ ستمبر نامنظور کر دیا
جس پر آسٹریا باقی طاقتون سے علیحدہ ہو گئی۔ اور اوس نے بطور خود ایک خاص سفیر قسطنطنیہ بہیجکر سلطان کو سمجہایا کہ وہ کانفرنس کے فیصلہ
منظور کرلے۔ اس فیصلہ کے رو سے سلطان کو عیسائی رعایا کے حقوق بانصراحت تسلیم اور مقامات متبرکہ مین روسی پادریون
کے اقتدار کے متعلق روسی مطالبات عطا کرنے پڑتے تہے۔ روس نے ورینولا صوبجات ڈینیوب پر مالکانہ تصرف کر کے اپنا
عمل دخل کر لیا ہوا تہا۔ جولائی مین ہوسپوڈارون کو حکم دیا گیا کہ آئندہ خراج قسطنطنیہ نہ بہیجا کرین۔ بلکہ روسی گورنمنٹ
کے حوالہ کیا کرین۔ جب تک فوجی قبضہ رہے ترکی بادشاہت کے حقوق معطل رہین گے۔ اسپر انگریزی گورنمنٹ نے ان صوبجات
سے اپنے قونصل واپس بلا لیے تہے۔ اور ادہر ترکون مین عام جوش پہیل گیا ہوا تہا۔ یہی وجہ تہی کہ اگر سلطان چاہتا بہی کانفرنس
کے فیصلہ کو منظور نہین کر سکتا تہا۔ ہر روز ہزارون اشتہار پر جوش عبارت مین لکہی ہوئی شہر کی دیوارون پر چسپان کیے جاتے
جنمین صلح پسند وزراء پر نفرین کرنیکے بعد سلطان سے جہاد کے اعلان کی درخواست ہوتی۔ علماء مین بہی رفتہ رفتہ عام جوش پہیل گیا
اور وہ ہنگامہ کرنے لگے کہ اگر سلطان نے اعلان جنگ کیا تو معزول کر دیا جاویگا۔ جسپر ترکی گورنمنٹ نے زیادہ عرصہ خاموش رہنا قرین مصلحت
سمجہکر سرعت تمام فوجین آراستہ کرنی شروع کر دین۔ اودہر روسی بہی صوبجات مقبوضہ مین اپنی جمعیت مضبوط کر رہے تہے۔ اونکے دو
ڈویژن بخارسٹ پر متصرف تہے۔ ستمبر کو دو انگریزی اور دو فرانسیسی جہاز ڈاردنیلز مین داخل ہو گئے۔

زار کے انکار پر سلطان نے ایک سو چالیس عیسائی و مسلمان اعیان و ارکان سلطنت کا دیوان کلان ۲۶ ستمبر کو منعقد کیا
جس نے باتفاق رائے اعلان جنگ کے حق مین فیصلہ کیا۔ اور ۵ اکتوبر ۱۸۵۳ء کو سال ہجری کے عزہ کو تمام مساجد مین سلطان
کی طرف سے جنگ کا اعلان پڑہکر سنا دیا گیا۔ دریائے ڈینیوب کی ترکی افواج پر نامور جرنیل عمر پاشا[1] مامور تہا۔ اس بہادر کے کارنامے

۱؎ مولد و مسکن آسٹریا کے سرحدی صوبہ کروشیا کا ایک قصبہ تہا۔ اوسکا باپ آسٹرین فوج کا ایک افسر تہا۔ اوائل عمر مین اپنے
اباؤ اجداد کی طرح یہ بہی عیسائی تہا۔ اور اوسکا نام میکائیل لٹاس تہا۔ اوس نے قصبہ تہرن کے فوجی مدرسہ مین تعلیم پائی۔ مدرسہ سے نکل کر
فوج مین بعہدہ کیڈٹ بہرتی ہوا۔ پہر اپنے ضلع کی سڑکون اور پلون کا نائب انسپکٹر مقرر ہوا۔ ۲۰ برس کی عمر مین اچانک آسٹروی ملازمت
چہوڑ کر ہمسایہ ترکی صوبہ بوسنیا مین چلا گیا۔ اور وہان اسلام قبول کر کے عمر نام رکہ لیا۔ اور ایک مسلمان تاجر کے لڑکون کا اتالیق ہو گیا
کچہ عرصہ بعد اپنے شاگردون کے ساتہ قسطنطنیہ گیا۔ اور وہان کے فوجی مدرسہ مین مدرس مقرر ہو گیا۔ مدرس ہوئے تہوڑا ہی
عرصہ ہوا تہا کہ خسرو پاشا وزیر جنگ اوس پر مہربان ہو گیا۔ اور اوس نے اوسکو اپنے دستخط نویسون مین لے لیا اور پہر اپنی بہتیجی سے جو بہت متمول تہی۔ اسکی شادی

انگلستان کے مشہور افسانہ نویس مسٹر رینالڈز نے ناول کے پیرایہ مین کمال شرح و بسط سے اور معدودے چند تصرفات کے سوا جو ناول کی غرض کے لیے ضروری تھے - بالکل تاریخی حیثیت سے بیان کیے ہین - ناظرین کو اوس کے اس ناول سے دریائے ڈینیوب اور محاربہ کریمیا کے حالات بالوضاحت معلوم ہوسکتے ہین - عمر پاشا نے روسی سپہ سالار جنرل گورچکاف کو دیہ وہ گورچکاف نہین ہے جو ۱۸۵۳ء کے محاربہ کیوقت روسی وزیر خارجہ اور مدار المہام تھا ۔ سلطانی اعلان سے مطلع کرکے اوسے صوبجات ڈینیوب کو خالی کر دینے کے لیے پندرہ دن کی مہلت دی جسکے جواب مین زار نے بھی یکم کو اعلان جنگ صادر کر کے اس مین بھی پہلے منشور کیطرح دین کی خوب مٹی پلید کی - اور تخت سیاہ درون منافقون کیطرح اوس کی عبارت مین صحف الہی کی طرز کا پورا پورا تتبع کیا -

عمر پاشا نے ترکی افسرون کے خلاف معمول اور کئی صدیون کے بعد اب پہلی مرتبہ میدان جنگ مین خود سبقت کرنیکا مردانہ پہلو اختیار کیا - اور پچھلے ترکی سپاہ سالارون کیطرح مدافعت پر رہکر روسی حملہ کا انتظار کرنے کی بجائے خود ڈینیوب سے عبور کرکے روسیون پر مردانہ وار حملہ کر دیا - اوس نے ۴ نومبر ۱۸۵۳ء کو بمقام اولٹی نتزا اور ۵ نومبر کو بمقام سانی ٹیٹے جنرل گورچکاف کو پے در پے دو فاش زکین پونچائین - رینالڈز نے اپنے متذکرہ صدر تاریخی ناول مین ان شکستون کی مفصل کیفیت درج کرنے کے ساتھ ہی روسی سپہ سالار کی سراسیمگی اور روسیون کے مضحکہ خیز بے اوسانی کی بھی اچھی طرح سے قلعی کھولی ہے - ان معرکون مین فریقین کا چندان زیادہ نقصان نہ ہوا - مگر پھر بھی ان فتوحات سے صرف یوروپ اور روس بلکہ خود ترکی گورنمنٹ کو بھی اپنی فوجی اصلاحات کی قدر و منزلت بخوبی معلوم ہو گئی - اور ترکی سپاہ مین مین مطلوبہ خوداعتمادی اور خودداری پیدا ہو گئی جن اوصاف کا لڑائی مین کامیاب ہونیکے لئے لازمی اور اہم عنصر ہونا صاف ظاہر ہے - ایشیائی میدان جنگ مین بھی ترکی سپہ سالار عبدہ پاشا کو غنیم پر نمایان فتوحات حاصل ہوئین - اور وہ اوسے پیچھے ہٹاتا ہوا روسیون کے مضبوط قلعہ سینٹ نقولا پر قابض ہو گیا -

فرانس اور انگلستان نے اعلان جنگ ہونے پر اپنے بیڑے خلیج بسیکا سے قسطنطنیہ کے متصل باسفرس کے قبضہ بیکوس کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۵۳) کر دی صوبجات ڈینیوب مین وہ کچھ عرصہ جنرل غرزنسکوئی کا یاور رہا - پھر خسرو پاشا نے اوسے ولیعہد شہزادہ عبدالمجید کا اتالیق انشا مقرر کر دیا ۱۸۳۹ء مین وہ اس فوج مین شامل تھا - جو ابراہیم پاشا کے مقابلہ پر بھیجی گئی تھی - تین برس بعد شام کے ایک ضلع کا کمانڈر مقرر ہوا ۱۸۴۳ء سے لیکر محاربہ کریمیا کے اختتام تک رومیلیا - بوسنیا - والیشیا مین دوسری مرتبہ کریمیا اور آرمینیا مین جو نمایان خدمات کین اونکا متن مین ذکر درج ہے - محاربہ کریمیا کے بعد بغداد کا گورنر جنرل مقرر ہوا - اگر معتوب ہو کر جلاوطن کر دیا گیا - لیکن پھر دوسرے ہی برس واپس بلا لیا گیا ۱۸۶۱ء مین اوسنے ہرزی گوینا اور بوسنیا کی بغاوت کو پھر فرو کیا اور اس خاتمہ ہو کر سرکش باشندگان مانٹی نیگرو پر حملہ کیا - اور اونکے صدر مقام سٹن جی کو فتح کر لیا ۱۸۶۹ء مین وہ ملی خدمت کے مستعفی ہو گیا - مگر وزارت کے عہدہ پر امور آتا بحال ۱۸۰۶ء مین بمقام بیلا کی پیدا اور ۱۸۷۱ء مین بمقام قسطنطنیہ فوت ہوا - مولف +

بندر کو بھیجدیے۔ اور اونہیں اس شرط پر ضرورت بحیرہ اسود میں بھی داخل ہو جانیکا حکم دیدیا۔ مگر اس کارروائی کے باوجود وہ مصالحت کرا دینے کی کوششوں سے ابھی تک دست بردار نہ ہوئے۔ اور اونکو اس مدعا میں بالآخر کامیاب ہو جانیکا سنیوپ کے غدارانہ قتل عام تک اسیطرح سے پورا پورا یقین رہا۔ روس نے اعلان جنگ میں صاف اقرار کیا تھا کہ "وہ اس محاربہ میں جو اوسکے خلاف منشا ٹرکی کے ساتھ شروع ہو گیا ہے۔ خود کسی جگہ سبقت نہیں کریگا"

اقرار اور نیز مصالحت آمیز نامہ و پیام کے ابھی بدستور جاری رہنیکی وجہ سے ٹرکی کی رفیق طاقتون نے ان کی جنگی جہازون کی حفاظت کے لیے جو بحیرہ اسود یا اوس کے بنادر میں موجود تھے۔ کوئی انتظام کرنا ضروری نہ سمجھا۔ ترکی بیڑہ کا بڑا حصہ روسی بیڑہ کے زیادہ طاقتور ہونے کیوجہ سے سنیوپ کے بندرگاہ میں سات فرایگیٹ۔ تین کارویٹ اور دو چھوٹے دخانی جہاز چھوڑ کر قسطنطنیہ واپس آگیا تھا نیز انگلستان کی بری بری ہزیمتون سے کھسیانا ہو کر اپنے قول و اقرار کو بالائے طاق رکھدیا۔ اور روسی امیرالبحر ناخی موف نے جس کے پاس چھ مصاف۔ دو فرایگیٹ اور چار دخانی جہاز تھے۔ کہر اور دھند سے فایدہ اوٹھا کر جس کی وجہ سے ترکون کو حملہ آورونکی آمد کا پتہ نہ ملا۔ تاریخ ۲۷ نومبر اور بقول بعض ۳۰ نومبر کو ترکی جہازون کے بالکل قریب پہنچکر تابڑتوڑ گولہ باری شروع کر دی۔ ترکون نے ناگہانی دشمن کی گرفت میں آجانیکے باوجود چار گھنٹون تک کمال دلاوری سے مقابلہ کیا۔ اور اطاعت گزینی پر موت کو ترجیح دیکر جب تک کل بیڑہ تباہ نہ ہو گیا۔ برابر لڑتے رہے۔ صرف ایک دخانی کشتی اس عام تباہی سے بچی اور اوس نے اس واقعہ جانگداز کی خبر قسطنطنیہ پہنچائی۔ بیڑہ کو تباہ کرنیکے بعد روسی جہازات نے قصبہ سنیوپ پر بھی گولہ باری کرکے وہانکے کئی ہزار باشندونکو معدوم کر دیا۔ بیڑہ اور شہر میں تقریباً پانچ ہزار جانیں روسی غداری کی نذر ہوئیں۔ ترکی امیرالبحر عثمان پاشا سخت مجروح ہو کر روسیون کے ہاتھ اسیر ہو گیا۔ اوسے وہ سباسٹوپل لیگئے۔ اور وہان چند دنون کے بعد زخمون سے فوت ہو گیا۔ لڑائی سے کئی ہفتے بعد تک ترکی ملاحون کی لاشیں سمندر ساحل پر پھینکتا رہا۔ بندر میں دو انگریزی تجارتی جہاز بھی لنگرزن تھے۔ وہ بھی اس گولہ باری سے غرق ہو گئے۔ اکثر انگریز مورخین انگریزی اور فرنچ کمانڈرون کو مطعون کرتے ہیں لیکن یہ مانا کہ وہ روسیون کے دلیرانہ حملہ کی وجہ سے سنیوپ کے ترکی بیڑہ کی مدد پر نہیں پہنچ سکتے تھے۔ مگر اسکا اونکے پاس کیا جواب ہے کہ اطلاع ملنے پر اونہون نے روسی بیڑہ کو سباسٹوپل واپس جاتے وقت پکڑنے کی کوئی کوشش نہ کی۔ وہ یہ عذر پیش نہیں کر سکتے کہ روس کے برخلاف اونکی گورنمنٹون نے ابھی تک اعلان جنگ نہیں کیا تھا۔ روس نے صریح بدعہدی اور نقض عہد کر کے سنیوپ پر حملہ کیا تھا۔ اور آداب جنگ کے مطابق انگریز و فرنچ کمانڈر کلارہ کا جواب دینے میں بالکل حق بجانب اور راستی پر ہوتے"

سلطان نے اس واقعہ کی خبر سنتے ہی فرانس اور انگلستان سے اپنے بیڑے بحیرہ اسود میں بھیجدینیکی درخواست کی۔ اور تقریباً ایک مہینہ کے نامہ و پیام کے بعد یہ بیڑے ۴ جنوری ۱۸۵۴ء کو بحیرہ اسود میں داخل ہو گئے۔ جسپر روسی بیڑہ سمندر چھوڑ کر مختلف روسی بنادر میں پناہ گزین ہو گیا۔ لیکن روس کی اس سخت بے ایمانی کے بعد بھی ٹرکی کے عیسائی رفقا، بالخصوص انگریزی گورنمنٹ نے ایک عیسائی بھائی سے بگاڑ کرنا مناسب نہ سمجھا۔ انگریزی گورنمنٹ کے اس تامل کی بڑی وجہ لارڈ ایبرڈین کی عدم

موافقت تھی۔ وہ نہین چاہتا تھا کہ روس اور انگلستان مین لڑائی ہو۔ اور مسٹر کوبڈن[1] اور مسٹر برائیٹ[2] ایسے چند شوریدہ سر متعصبین کی
جنکو اس صدی کے پہلے نصف حصے کے گلیڈسٹون اور آرگائل سمجھنا چاہیئے۔ عام رائے کو ترکون کے برخلاف اوکسانے مین کوئی
دقیقہ فروگذاشت نہین کر رہے تھے۔ اونکی رائے یہ تھی کہ ”روس کو بلا مزاحمت باسفرس اور قسطنطنیہ پر قابض ہو جانے دینا چاہئے
یورپ مین مسلمانون کا کوئی ٹھکانا نہین۔ اونکا درست مقام ایشیا ہے۔ یہ پالیسی محض غلط اور مضحکہ خیز ہے کہ انگلستان کی اغراض
ومفاد ترکی کے قیام کی متقاضی ہین۔ اسی طرح یہ خیال بالکل لغو ہے کہ ترکی ہماری تجارت کی بڑی منڈی ہے۔ ایسے ملک مین جہان ترکون
کا نام و نشان موجود ہو۔ تجارت کو کیا فروغ ہو سکتا ہے۔ ترکی کے عیسائیون کے لیئے بدتر سے بدتر مسیحی گورنمنٹ بھی اسلامی حکومت
سے زیادہ مفید اور بہتر ہوگی“

یہ تقریر مسٹر مذکور نے ۱۶ اگست ۱۸۵۳ء کو پارلیمنٹ مین کی۔ اس کے جواب مین لارڈ پامرسٹن وزیر خارجہ نے کہا۔
”ترکی کی حالت ویسی بوسیدہ نہین جیسی کہ مسٹر کوبڈن نے بیان کی ہے۔ اوس کے قیام مین مدد دینا ہمارے لیئے ضروری ہی
نہین۔ بلکہ وہ اس امداد کی اپنے اوصاف کی وجہ سے مستحق بھی ہے پچھلے تیس برسون مین اور زیادہ پست و متنزل ہونے کی بجائے
اوس نے شوشل اور اخلاقی معاملات مین اور بالخصوص مذہبی بے تعصبی مین اسقدر ترقی کی ہے کہ دنیا کے کسی اور ملک نے نہین کی ہے۔ اس

[1] رچرڈ کابڈن ایک غریب دہقان کا بیٹا تھا۔ وہ چھوٹی عمر مین ہی یتیم ہو گیا۔ اور ایک چچا نے جو لنڈن مین سوداگر تھا۔ اوسکی
پرورش کی۔ بعد ازان وہ مانچسٹر کے ایک کارخانہ مین جہان چھینٹ اور دریش بنائی جاتی تھی حصہ دار ہو گیا۔ اور اپنے کارخانے کیلئے
گاہ بگاہ ملک مین گشت کیا کرتا۔ چند برسون کے بعد مصر، یونان اور ترکی کی سیاحت کی۔ ۱۸۳۵ء مین شمالی امریکہ گیا۔ جہان سے واپس آ کر اوس نے ایک رسالہ
انگلستان، آیرلینڈ اور امریکہ کے نام سے اور ایک رسالہ بنام ”روس“ شائع کیا۔ ۱۸۳۷ء مین پارلیمنٹ کی ممبری کے لیئے ناکام کوشش کی جس
کے بعد فرانس، بلجیم اور سوئٹزرلینڈ کی سیر کی۔ اور دوسرے برس جرمنی گیا۔ وہان سے واپس آ کر محاصل غلہ کی موقوفی کیلئے کوشش شروع کی
۱۸۴۱ء مین وہ ممبر ہو گیا۔ اوس نے اپنی پرجوش تقریرون سے عام کی رائے کو اپنے موافق بنا لیا۔ اور آخر ۱۸۴۶ء مین محاصل کو منسوخ
کرانے مین کامیاب ہو گیا۔ اوس نے پھر بر اعظم یورپ کا سفر کیا۔ جس سے واپس آنے پر ۱۸۴۷ء مین اہل ملک نے بصلۂ خدمت اوسکے ستر ہزار پونڈ
عام چندہ سے فراہم کر کے نذر کیئے۔ وہ آزادی تجارت کا بڑا حامی اور جنگ کا سخت دشمن تھا۔ ۱۸۰۴ء مین پیدا اور ۱۸۶۵ء مین فوت ہوا۔

[2] جان برائیٹ ایک کارخانہ دار کا بیٹا تھا۔ وہ محاصل غلہ کے مسئلہ مین کابڈن کا بڑا حامی رہا۔ ۱۸۴۳ء مین پہلی مرتبہ ممبر ہونے
کی کوشش کی۔ اور ناکام رہا۔ مگر دوسرے انتخاب مین کامیاب ہو گیا۔ ۱۸۵۴ء مین وہ اس ڈپیوٹیشن مین شامل تھا۔ جو زار
نکلس کے پاس یہ درخواست لیکر گیا تھا۔ کہ وہ جنگ جوئی کے خیالات چھوڑ دے۔ یہ شخص بھی کابڈن اور گلیڈسٹون کی طرح سخت
متعصب اور ترکون اور مسلمانون کا جانی دشمن تھا۔ ۱۸۷۷ء کے محاربہ مین بھی اوس نے روسیون کی طرفداری اور سلطنت
عثمانیہ کی مخالفت مین کوئی کسر اوٹھا نہین رکھی تھی۔ اسے فوت ہوئے چند برس ہی ہوئے ہین۔ ۱۸۱۱ء مین پیدا
ہوا تھا۔ (مولف)

حامیانہ اصطلاح "مرد بیمار" کو درست تسلیم کرنے کی بجائے جسے ٹرکی کی تقسیم اور ہضم کرنے کو شیدائی بڑے شوق سے استعمال کرتے
ہین یا ٹرکی کو مردہ۔ یا قریب المرگ یا ایسا جسم قرار دینے کی بجائے جو زندہ رکھا جا سکتا ہو۔ مین علانیہ کہتا ہون کہ اگر تم بھی
کروکر جو حریص اوس مین دخل ہونا چاہتے ہین۔ اونکو دخل نہ ہونے دو۔ اور جو اوس مین موجود ہین۔ اور اوس کی بہتری کے
لیے کام کر رہے ہین۔ اونکو اون کے حال پر چھوڑ دو۔ اور کسی دوسری طرف اپنی توجہ کو منعطف کرو تو تم یوروپ مین اور کئی ایسے
ملک پاؤگے جو محض اندرونی بواعث سے یکبارگی معدوم ہو جانے کے خطرہ مین ٹرکی سے بدرجہا زیادہ مبتلا ہین۔ میرے دوست
مسٹر کوبڈن سے یہ امر پوشیدہ نہین۔ بہر حال اس سے کسی کو انکار نہین ہوگا۔ کہ ٹرکی مین کوئی پولنڈ یا سائبیریا موجود نہین تو
اس بلند ہمت اور مآل اندیش فرزانہ وزیر نے ۱۳ مارچ ۱۸۵۴ء کو پارلیمنٹ مین علی رؤس الاشہاد بیان کیا کہ یہ ٹرکی کے مختلف
المذہب والقوم فرقون اور پراگندہ صوبون کو یکجا رکھنے کا کام صرف مسلمانون کی حکومت ہی دے سکتی ہے۔ اسکے علاوہ ہم اسلیے
فوجی تیاریان کر رہے ہین۔ کہ ٹرکی کو روس کے چنگل مین گرفتار نہ ہونے دین۔ مہذب دنیا کو ایک واحد سلطنت کے قدمون پر
ذلیل وخوار ہونے سے محفوظ رکھین۔ اور یوروپ کے حقوق اور اقوام کی آزادی کی حفاظت کرین۔"

ایسے پرجوش اور صادق و نیک نیت وزراء کی موجودگی کے باوجود انگریزی گورنمنٹ اپنے وزیر اعظم اور کوبڈن وغیرہ ایسے
خطیبون کی مخالفت کیوجہ سے اتمام کے بغیر روس سے اعلان جنگ نہین کر سکتی تھی۔ ۵ دسمبر ۱۸۵۳ء کو فرانس۔ انگلستان۔
آسٹریا اور پرشیا نے باب عالی کو مشترکہ مراسلہ بھیجکر دریافت کیا۔ کہ وہ کن شرائط پر صلح کے نامہ پیام کے لیے آمادہ ہو سکتا ہے۔
بابعالی نے ۳۱ دسمبر کو جواب دیکر صلح کیلیے مندرجہ ذیل بنیادی اصول لازمی بتائے۔ روس علی الفور صوبجات ڈینیوب خالی کر دے۔ ٹرکی
اور روس مین جو عہدنامے پہلے ہو چکے ہین۔ نظر ثانی کرکے اونمین ضروری ترمیم کیجائے۔ تمام مذاہب کے معتقدین کو مذہبی
آزادی بدستور حاصل رہے۔ اور کہ مقامات مقدسہ کے متعلق قطعی تصفیہ کیا جائے۔ ہر چہار دول نے یہ جواب روس کے پاس بھیجدیا
اور ۲۹ جنوری ۱۸۵۴ء کو نپولین سوم نے قیام صلح کے لیے آخری کوشش کرکے زار کو دست خاص سے پرائیویٹ خط لکھا کہ وہ اپنی
رزمیہ پالیسی پر اور زیادہ اصرار نہ کرے۔ زار نے جواب دیا کہ روس کی فوجی عزت اب جنگ کی متقاضی ہو رہی ہے۔ اس لیے وہ اپنے
مطالبون کو نہین چھوڑ سکتا۔ آخر انگلستان اور فرانس اور کل منصف مزاج عیسائیون پر ثابت ہو گیا۔ کہ روس اپنے ہم مذہب
باشندگان ٹرکی کے حقوق کی نگہداشت کیلیے نہین۔ بلکہ ملک گیری کے لیے بیتاب ہو رہا ہے۔ دربنولا لارڈ ایبرڈین کو فرانس اور دیگر وزراء کے
اصرار پیاپی سے مجبوراً چھوڑ دینی پڑی تھی۔ اور انگریزی گورنمنٹ نے وہ گفتگو جو زار اور انگریزی سفیر مین ہوئی تھی۔ مارچ مین
شائع کر دی تھی جس کے پڑھنے سے کل انگریزی قوم مین معدودے چند خطیبون کے ماسوا روس کے ساتھ لڑائی کرنے کی خواہش
بڑے زور سے پیدا ہو گئی تھی۔ ۱۸۷۷ء کے محاربہ روم و روس کیطرح اوسوقت انگریزی قوم کے جوش ہمدردی کو سرد
اور حس انصاف کو کند کرنے کے لیے ٹرکی گورنمنٹ کا کوئی اعلان ناداری موجود نہ تھا۔ وہ اوسوقت قومی قرضہ کی بلاے
بے درمان سے ہی بالکل آزاد تھی۔ جس آزادی کی مفقودی کے لیے اسی یورپین رفاقت کی بدولت نادہندگی کے ورطہ مین بھی مبتلا

قایم ہوئی تھی۔ عام جوش کے علاوہ خود قوم کی سرتاج کا مشیر اعلیٰ بھی جیسا کہ آگے ظاہر ہو جائیگا۔ روس کی منافقانہ چالون سے سخت بیزار ہو رہا تھا۔ اور وہ ہر زار اپنی گفتگو کے شایع کر دیے جانے سے جس کی رازداری کی اوس نے سخت تاکید کی تھی۔ اور برافروختہ ہو گیا۔ اور اس برافروختگی نے اوسے مآل کار پر غور و فکر کرنیکے قابل ہی نہ رہنے دیا۔ بعض مورخین کا بیان ہے کہ اوسکو بٹن وغیرہ کی مخالفت سے یہ یقین ہی ہو گیا تھا کہ انگلستان کا آمادہ بجنگ رہ جانا محال نہیں تو غیر غالب ضرور ہے۔ اور دوسری طرف پرشیا آسٹریا اور فرانس زار کے اون حقارت آمیز اشارات سے جو اوس نے اونکی نسبت اس گفتگو میں کیے تھے۔ بہت آزردہ ہو گئے غرض معاملہ سلجھنے کی حد سے گذر گیا۔ ۲۷ فروری ۱۸۵۴ء کو فرانس اور انگلستان نے روس کو ایک طرح کا الٹی میٹم بھیجدیا۔ زار نے ۱۹ مارچ کو اوسکا جواب دینے سے انکار کر دیا۔ اور ۲۸ مارچ ۱۸۵۴ء کو فرانس اور انگلستان نے زار کے برخلاف باضابطہ اعلان جنگ کر دیا۔ اس اعلان سے پہلے دونون سلطنتون نے باب عالی کو تاریخ ۱۲ مارچ اپنی امداد کا یقین دلا دیا تھا۔ ۱۰ اپریل ۱۸۵۴ء کو ترکی۔ فرانس اور انگلستان میں جارحانہ و مدافعانہ اتحاد کا معاہدہ ہو گیا۔ جس کے رو سے انگلستان نے پندرہ ہزار اور فرانس نے پچاس ہزار فوج ترکی کی مدد کے لیے بھیجنے کا اقرار کیا۔ مگر جنگی ضرورتون کیوجہ سے اکیلے فرانس کو ہی ایک لاکھ فوج بھیجنی پڑی معاہدہ میں دونون رفیق سلطنتون نے روس سے صلح ہو جانے سے پانچ ہفتون کے اندر اپنی افواج واپس بلا لینے کی بھی شرط کی تھی۔ انگریزی اور فرنچ فوج معاہدہ ہوتے ہی گیلی پولی پہونچنی شروع ہو گئی۔ جہان سے اوسکا بڑا حصہ وارنا کو بھیجدیا گیا۔ اور کچھ فوج تھیسلی اور اپائرس میں یونانیون کی بغاوت کو فرو کرنے پر مامور کی گئی۔ اور اوس نے تھوڑے ہی عرصہ میں ان صوبون میں امن قایم کر دیا۔

اعلان جنگ کرنیکے بعد فرانس اور انگلستان نے پرشیا اور آسٹریا کو بھی اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کی۔ مگر اول الذکر نے تو صاف کہدیا کہ وہ کسی فریق کا ساتھ نہین دیگی۔ اور دوسری نے ایسی پالیسی اختیار کی کہ آخر دونون فریق کو ناراض کر دیا کبھی وہ حوصلہ کر لیتی کہ انگلستان و فرانس کے ساتھ شریک ہو جائے۔ مگر پھر جلدی ہی اس ارادہ کو ملتوی کر دیتی۔ اوسکی طاقت اور وسعت اب کی نسبت بہت زیادہ تھی۔ جرمنی کے کئی صوبے اور نیز اٹلی کا بہت سا حصہ بھی اوسوقت اوسکے پاس تھا۔ اٹلی کا باقی علاقہ کئی چھوٹی چھوٹی ریاستون میں منقسم تھا جن میں سب سے بڑی پیڈمونٹ اور سارڈینیا کی ریاست تھی۔ اس ریاست کے وزیر اعظم کیوور نے مآل اندیشی سے تاڑ لیا کہ مغربی یورپ کی دونون طاقتور سلطنتون کو مدد و معاون بنانے کے لیے یہ نہایت عمدہ موقع ہے۔ چنانچہ وہ جد و جہد کر کے اس اتحاد میں شامل ہو گیا۔ اور متحدہ سلطنتون کو جنہین فوجی امداد کی سخت ضرورت در پیش تھی۔ کریمیا کے محاربہ میں مدد دینے کے لیے پندرہ ہزار فوج بھیجدی۔ اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ پیرس کی کانفرنس میں اوسکے وکلا بھی شریک کر لیے گئے۔ اور آخر ۱۸۶۶ء میں جب کہ ایکطرف پرشیا نے حملہ کر کے آسٹریا سے کئی جرمن صوبے چھین لیے تھے اس ریاست نے بھی نپولین سوم کی مدد سے جو محاربہ کریمیا کے دوران میں آسٹریا کی طفلانہ کارروائیون اور متواتر بد عہدیون سے سخت حقیر ہو گیا تھا۔ آسٹریا کو اطالین مقبوضات سے بیدخل کر دیا۔ اور اسطرح آسٹریا کو دس بارہ ہی برسون میں اپنی ناکا

پالیسی کا ثمرہ مل گیا۔ کئی زرخیز صوبے اوسکی حکومت سے نکل گئے۔ اور ساتھ ہی جرمن ریاستون کی قیصری کے خطاب سے بھی محروم ہو گئے۔ مگر باس یک مذہبی اور خونی رقابت کے جوش مارنیسے جرمنی کے متوفی مدار المہام پرنس بسمارک اور زار روس نے اوسے پھر بارہ برسون کے بعد بمصداق مال مفت دل بیرحم مفتوحہ صوبون کے معاوضہ مین ٹرکی سے صوبجات بوسینیا اور ہرزیگووینا دلاکر اوس کی کسی قدر اشک شوئی کر دی۔ مگر جیسا کہ قراین اور آثار بتا رہے ہین۔ یہ غداری اور بے ایمانی بھی اپنا پھل دیے بغیر نہین رہے گی۔ موجودہ قیصر جوسف کی آنکھین موندتے ہی اس غاصب سلطنت کے شیرازہ کے پراگندہ ہو جانے مین کسی کو شک نہین۔ یہ اب محقق ہو چکا ہے کہ محاربہ کریمیا کیطرح ۱۸۷۷ء محاربہ مین بھی نکلس کے فرزند زار سکندر کا ٹرکی کے عیسائیون کی حمایت وحفاظت کا ادعا کرنا محض بہانہ تھا۔ جرمنی۔ آسٹریا اور روس کے تینون نیک بخت تاجدارون نے ۱۸۷۳ء مین ہی بسربیا اور باطوم خود لینے اور صوبجات بوسینیا اور ہرزیگووینا آسٹریا کو دلانے کے لیے روس کے ٹرکی پر حملہ کر دینے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اس تجویز کی بنا اسطرح پر قایم ہوئی تھی کہ محاربہ کریمیا مین پرشیا کے دول متحدہ کو صاف جواب دیدینے سے روس اور اوسکے تعلقات پولیٹکل طور پر بھی نہایت دوستانہ ہو گئے تھے۔ چنانچہ اسی دوستی کیوجہ سے روس نے ۱۸۶۶ء مین پرشیا کو آسٹریا پر حملہ کرنے کی اجازت دیدی تھی۔ اور اسی وجہ اور نیز اپنا بدلہ لینے کے لیے ۱۸۷۰ء مین فرانس پر بھی اوس نے فوجکشی کرنے کی عام اجازت دیدی تھی۔ جس مین پرشیا کے کامیاب ہونے پر زار نے اول تو معاہدہ پیرس کے اوس حصہ کو جو بحیرہ اسود مین اوس کی بحری طاقت کو محدود رکھنے کے متعلق تھا۔ کمال بیباکی سے خود ہی مسترد کر دیا۔ اور پھر آسٹریا سے محاربہ کریمیا مین مدد نہ دینے کا انتقام لینے کا عزم کر کے پرشیا کو اس کی اطلاع دی۔ اور وجہ یہ لکھی کہ روسی فوج بیکاری سے اکتا گئی ہے پرنس بسمارک نے اس تجویز کو ناپسند کر کے روس کو آسٹریا کے مشورہ سے ٹرکی پر حملہ کرنیکا ایما کیا۔ اور اسطرح تینون سلطنتون مین اتحاد ثلاثہ ہو گیا۔ اور اس اتحاد نے ٹرکی کے متعلق وہ فیصلہ کیا جو اوپر مندرج ہو چکا ہے۔

پرشیا کے عدم اتفاق سے تمام منصف[1] مزاج یورپ مین سخت متعجب ہو رہے تھے۔ مگر پرنس بسمارک ایسے مدبرون سے [illegible] جو اپنے ملک کی بہتری مین انصاف و ایمان کو مخل ہوتے دیکھین۔ بشرطیکہ اوسمین اپنے ملک کی بہتری ہوتی ہو۔ وہ دوسری سلطنتون کی

---

[1] ہماری ملکہ معظمہ کے مرحوم شوہر بھی انہی کے زمرہ مین شامل تھے۔ جنکی بینظیر راستبازی۔ کمال دور اندیشی اور اعلیٰ مدبرانہ قابلیت مندرجہ ذیل خط سے جو شہزادہ موصوف نے محاربہ کریمیا کے دوران مین شاہ ولیم کو لکھا تھا۔ بخوبی واضح ہو رہی ہے "تمام یورپ کی جس مین بلجیم اور جرمنی بھی شامل ہین۔ اہم ترین اغراض سلطنت عثمانیہ کی آزادی اور سلامتی کی متقاضی ہین۔ اگر یہ امر اونکی بہتری کے لیے بھی زیادہ ضروری ہے کہ روس کو شکست دیکر اوسکی خوب گوشمالی کیجائے۔ کیونکہ سب سے بڑھکر کمزور ریاستون کیلیے یہ نظیر نہایت ہی مبارک اور اہم ہوگی۔ کہ جب کبھی کوئی زبردست ہمسایہ اونکو تنگ کرنا چاہے تو کل یورپ اوسکی مخالفت پر کمربستہ ہو کر ظلم کنندہ کا منہ توڑ دے" افسوس انگلستان مین بھی ایسے نیکمرد اور سچے جوانمرد دونکا اب اسقدر قحط ہو گیا ہے کہ اسکو مدبر کہو ورنہ اعدائے سست بجا رہی نہین ہو گئے۔ بلکہ چند برسون سے اوسکی قطع برید اور تقسیم مین بھی دوسری طاقتون کیساتھ بخوشی شریک ہونے لگی ہین +

بربادی اور لاکھون کی خونریزی کی بہی کچھہ پروا نہین کیا کرتا تہا۔ ۱۸۷۷ء کی خونریزی اور ٹرکی کی عام تباہی کا اصل باعث جیسا کہ ناظرین کو معلوم ہو چکا ہے وہی تہا۔ اسی نے ۱۸۸۲ء مین محض اس غرض سے کہ اٹلی فرانس کے ساتھہ متحد نہ ہو بلکہ اوس کے برخلاف ہو جائے۔ فرانس کو ٹرکی کے شمالی مقبوضہ ٹیونس پر قبضہ کر لینے کا ایما کر دیا تہا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اٹلی جرمنی اور آسٹریا کے اتحاد مین شامل ہو گئی۔ اور اس سے پہلے انگلستان اور فرانس مین ہمیشہ مادہ نفاق و عناد قایم رکہنے کے لیے اول الذکر کو مصر پر قابض ہو جانیکا اشارہ کر دیا تہا۔ ٹرکی کے مقبوضات کو اسطرح تقسیم کرا کر یوروپین سلطنتون مین باہم پہوٹ ڈلوانیکے ساتھہ ہی اوس نے یہ امر بہی مدنظر رکہہ لیا تہا۔ اور اسی لیے اوس نے جرمنی کو کسی سلطانی علاقہ پر قبضہ نہین کرنے دیا تہا کہ جب سلطان کو دیگر سب یوروپین سلطنتون بلکہ اپنے سابقہ رفقا فرانس و انگلستان کے افعال سے اون کی دشمنی اور منافقت کی کیفیت اچہی طرح سے معلوم ہو جائیگی۔ تو وہ لازمی طور پر ایسی سلطنت کیطرف مایل ہون گے۔ جس نے اون کے ساتھہ ایسا برا سلوک نہ کیا ہوگا۔ ایسی سلطنت اونکو جرمنی کے سوا کوئی دکہائی نہ دیگی۔ اور اسطرح جرمنی ایک ایسی طاقت کو اپنے ساتھہ متحد کر سکے گی۔ جس کی فوجی طاقت ان صدمات کے باوجود بہی دنیا کی کسی سلطنت سے کم نہ ہوگی۔ اس بارہ مین اوسکی پالیسی جیسی کچھہ کامیاب ہوئی ہے۔ وہ آجکل دنیا ملاحظہ کر رہی ہے۔ چونکہ اس کتاب مین سلطان عبدالعزیز کے عزل کے بعد کے واقعات کو جو بہ نسبت سابقہ عہد حکومت اور مولف کی دیگر تالیف یا ترجمہ کردہ کتابون مین درج ہو چکے ہین۔ بالتفصیل درج کرنا مقصود نہین۔ اس لیے جرمن شاطر کی ان چالون کی مختصر کیفیت اسجگہ درج کر دینا مناسب سمجہا گیا ہے۔ جس کے بعد اب پہر اصل داستان کیطرف رجوع کیا جاتا ہے۔

دول متحدہ کی بحری فوقیت اسقدر زیادہ تہی کہ اعلان جنگ ہوتے ہی فرینچ و انگریزی بیڑون نے تمام ایسے سمندرون کو
۱۸۵۴ء جو روسی سلطنت کے سواحل سے ٹکراتے تہے قبضہ کر لیا۔ بحیرہ اسود کے روسی بیڑہ کی روپوشی کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ ۲۲ اپریل کو متحدہ بیڑون نے جنوبی روس کے قصبہ اوڈیسہ کے فوجی بندر پر گولہ باری کی مگر خاص شہر اور تجارتی بندر کو کوئی صدمہ نہ پہونچنے دیا۔ بحیرہ مذکور کے علاقہ قاف کے ساحل پر اناپہ۔ ری ڈوٹ قلعہ اور سوخوم قلعہ مین روسیون نے بستیان قایم کر لی ہوئی تہین۔ اونکو وہ اپنے ہاتہہ سے خاکستر کر کے ساحل سے پیچہے ہٹ گئے۔ متحدہ طاقتون کا ایک بیڑہ سر چارلس نیپیر کے زیر کمان بحیرہ بالٹک مین داخل ہوا۔ جس نے بحیرہ مذکور کے مشہور روسی بندرگاہ کرانسٹاٹ کی ناکہ بندی کر لی۔ اور جزیرہ آلنڈ پر فوج اتار کر بتاریخ ۱۶۔ اگست ۱۸۵۴ء وہانکے قلعہ بومارسنڈ پر قبضہ کر لیا۔ اور ۱۸۵۵ء مین بندر سوئی بورگ پر گولہ باری کی۔ سر چارلس نیپیر کو خیال تہا کہ روسی قلعہ نہایت احتیاط سے محفوظ کیے گئے ہین۔ اور پر گولہ باری سے کچھہ اثر نہین ہوگا۔ اور اس کے برعکس اونکی باڑیون سے جہازون کو صدمہ پہونچنے کا قوی احتمال ہے۔ اس اندیشہ سے وہ بحیرہ بالٹک مین ویسی نمایان کارگذاری نہ دکہا سکا جس کی اوس سے امید کیگئی تہی۔ بحیرہ ابیض مین متحدہ بیڑون نے مقام سولووٹسکی کے قلعہ بند راہب خانہ پر آتشباری کی۔ اور ادہر ایشیائی بیڑہ نے بحیرہ اوکہوٹسک مین مشرقی سائبیریا کے بندر پر گولہ باری کر کے پٹروپاولووسک کے سلاح خانہ کو مسمار کر دیا۔ اور پہر بیا

آموہ کے راستہ اندر داخل ہو کر اوس کے کنارے کی روسی لیٹیون کو برباد کرنیکا ارادہ کیا۔ مگر اوس کی تعمیل نہ ہوسکی۔

دریاے ڈینیوب پر شروع نومبر ۱۸۵۳ء کی لڑائیون کے بعد موسم سرما کی وجہ سے روس اور ترکی افواج مین لڑائی ملتوی ہوگئی ہوئی تھی۔ عمر پاشا نے بمقام ویڈن ڈینیوب کو عبور کرکے روسیون پر یہ حملہ کیا تھا۔ ۱۸۵۴ء کے مارچ کے شروع مین عثمان پاشا کا بھی جو سرویا کے محاربہ کو بکامیابی ختم کرنیکے بعد چند ماہ ویڈن مین مقیم رہے تھے۔ اسیطرح کرنیکا ارادہ تھا مگر وزیر جنگ کی نامنظوری سے مجبور ہو گئے تھے۔ سردی کے گذر جانے پر فریقین مین پھر لڑائی شروع ہوگئی۔ عمر پاشا دریاے ڈینیوب کے شمالی کنارہ پر ویڈن کے ہی قریب بمقام کلافت مقیم رہے تھے۔ روسیون نے ایک طرف اونکو وہان سے واپس ہٹانے کے لیے کلافت پر حملہ کر دیا۔ اور دوسری طرف دریاے ڈینیوب کے نچلے حصہ کے مشہور قلعہ سلسٹریا کا دریا سے گذر کر محاصرہ کر لیا۔ عمر پاشا نے دنون مین ہی غنیم کو اپنے سامنے سے ہٹا دیا۔ مگر سلسٹریا کا محاصرہ اپریل سے شروع ہو کر برابر جون تک قایم رہا۔ اور اس اثنا مین روسی فوج نے شہر کو فتح کرنے کے لیے کئی حملے کیے۔ مگر وہان کے قابل کماندر موسیٰ پاشا اور اوس کے دو نایب انگریز افسرون کی جوانمردی اور لیاقت کے سامنے اونکی کوئی کوشش کارگر نہ ہوئی۔ ان تینون افسرونکی شجاعت۔ جوانمردی۔ استقلال و دانائی کے تمام مورخ معترف ہین۔ ان انگریز افسرون مین سے ایک کا نام نیسمتھ اور دوسرے کا نام بٹلر تھا۔ جو مع موسیٰ پاشا محاصرہ کے آخری دنون مین شہید ہوگیا۔ انگریزی اور فرنچ فوجین گیلی پولی سے اس لیے وارنا بھیجدی گئی تھین کہ اگر روسی سلسٹریا کو فتح کرلین تو متحدہ فوج اونکی پیشقدمی بجانب بلقان کی مزاحمت کرے۔ مگر روسی متواتر ہزیمتین اوٹھانیکے بعد جن مین اونکی بیشمار جانین ضایع ہوئین۔ جون مین محاصرہ سے دستبردار ہو کر پندرہ جون کو ڈینیوب کو پھر عبور کر گئے۔ اور والیشیا مین اونکی حالت ایسی نازک ہوگئی کہ اگر آسٹریا آڑے نہ آجاتی تو عمر پاشا اور تھوڑے دنون مین اونکو زور شمشیر صوبجات ڈینیوب سے بھی خارج کر دیتا۔

آسٹریا نے روس و اونکی عزت برقرار رکھنے کے لیے اپنی فوج ان صوبون مین بھیجدی۔ اور متحدہ دول و ٹرکی کے سامنے تجویز پیش کی کہ انعقاد صلح تک صوبے اوس کے تصرف مین رہنے دیے جائین۔ روسی اور ترک دونون وہان سے اپنی فوجین واپس منگوالین۔ انگلستان اور فرانس نے باین توقع کہ شاید اسی رعایت سے آسٹریا اتحاد مین شریک ہوجائے۔ سلطان کو اس تجویز کے مان لینے کا مشورہ دیا۔ اور اوس کے مطابق آسٹریا اور دول متحدہ مین معاہدہ ہوگیا۔ دونون صوبون پر آسٹرین فوج عارضی طور پر قابض ہوگئی۔ روسی و ترکی فوجین اپنے اپنے ملک کو واپس چلی گئین۔ اور ڈینیوب پر لڑائی ختم ہوگئی۔ آسٹرین فوج نے اس قبضہ کے دوران مین رعایا پر جو جو جبر و ستم کیے۔ رینالڈز نے اونکی پوست کندہ حالات متذکرہ صدر ناول مین تحریر کیے ہین۔ دول متحدہ نے شروع شروع مین محض صوبجات ڈینیوب کو روسیون سے خالی کرانیکے لیے اعلان جنگ کیا تھا۔ جو مدعا روسی افواج کی واپسی سے حاصل ہوگیا تھا۔ مگر اب نپولین اور انگریزی گورنمنٹ کی رائے بدل گئی تھی۔ انہون نے دنیا کے امن کے قیام کیلئے لگاہا تہ روس کی طاقت کا اچھی طرح سے کمزور کردینا ضروری تصور کیا۔ اور فیصلہ ہوا کہ اس غرض کیلئے کم از کم باستوپول کے مضبوط قلعہ کو جسے کیتھرائن نے قسطنطنیہ کا پھاٹک کہا تھا مسمار کردینا ضروری ہے۔ بنابرین فوج انگریزی اور ترکی افواج کے

سپہ سالاروں کی کونسل نے بتاریخ ۱۸ جولائی ۱۸۵۴ء بمقام وارنا کیا۔ محاربہ کریمیا سے ماقبل کی ڈیڑھ صدی میں روس نے ایسی حیرت انگیز ترقی کی تھی کہ دول متحدہ کا روس سے متوحش ہو جانا کسیطرح بیجا نہیں تھا۔ زار پیٹر اول کی تخت نشینی پر ۱۶۸۹ء روس کی آبادی ڈیڑھ کروڑ تھی۔ کیتھرائن ثانی کی تخت نشینی پر ۱۷۶۲ء میں ڈھائی کروڑ اور ۱۷۹۶ء میں اوسکی وفات پر تین کروڑ ساٹھ لاکھ ہو گئی۔ اور سکندر اول کی وفات پر ۱۸۲۵ء میں ۵ کروڑ اسی لاکھ تک پہنچ گئی تھی۔ وسعت سلطنت کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اس عرصہ میں روس نے سویڈن کی نصف سے زیادہ سلطنت ملحق کر لی تھی۔ پولنڈ سے بقدر علاقہ غصب کیا تھا جو کل سلطنت آسٹریا کے برابر تھا۔ یوروپین ٹرکی سے پرشیا کے برابر اور ایشیائی ٹرکی سے کل یوروپین ٹرکی، یونان، اٹلی اور ہسپانیہ کے برابر اور ایران سے انگلستان کے رقبہ کے مساوی علاقہ فتح کر کے اپنی مقبوضات میں شامل کیا تھا۔ محاربہ کریمیا کے ماقبل کے صرف ۶۴ برسوں میں روس نے اپنے مقبوضات واقع یوروپ کے برابر مزید علاقے فتح کئے تھے اور برلن، ڈرزڈن، میونک، وائینا اور پیرس کیطرف یعنی بجانب غرب اپنی حد کو سات سو میل، قسطنطنیہ کیطرف یعنی بجانب جنوب مغرب پانسو میل، سٹاکہولم کی طرف یعنی بجانب شمال مغرب ۶۳۰ میل اور طہران یعنی جنوب مشرق کیطرف ایکہزار میل بڑھا لیا تھا۔ یہی حالات دیکھکر اسوقت کے تمام منصف مزاج انگریزوں کی یہ پختہ رائے ہو رہی تھی کہ بنی نوع انسان کی مشترک اغراض کی حفاظت اور روس کے لاانتہا جبر و ستم کو روکنے کیلئے لڑائی اشد ضروری ہے۔"

جنگی کونسل کے فیصلہ کے مطابق انگریزی اور فرنچ فوج وارنا سے پانچسو جہازوں پر سوار ہو کر ۱۴ ستمبر ۱۸۵۴ء کو کریمیا کے مغربی ساحل بندرگاہ یوپاٹوریا میں داخل ہو گئی۔ ۲۰ ستمبر کو حملہ آوروں اور روسی فوجکے درمیان بمقام الما پہلی لڑائی ہوئی۔ روسی ہزیمت یاب ہو کر میدان سے بھاگ گئے۔ اور سباسٹوپل کا راستہ صاف ہو گیا۔ اس اچانک حملہ سے روسیوں کے ہوش و حواس معطل ہو گئے۔ نپولین کی فوجکشی یعنی ۱۸۱۲ء سے بعد ابتک کوئی غنیم انکی قلمرو میں داخل ہوا تھا۔ اور کریمیا کی حفاظت کیلئے مضبوط جنگی بیڑہ جہازات اور بیشمار مستحکم قلعوں کے علاوہ زار نے وہاں اسقدر فوج بھیج رکھی تھی کہ اوسے یہ خیال تک بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ کہ دول متحدہ کبھی اس جزیرہ نما پر حملہ کرنے کا عزم کرینگی۔ مگر دول متحدہ نے نہ فقط حملہ ہی کر دیا تھا۔ بلکہ اونکی فوج نے زار کی ایک جرار فوجکو فاش شکست بھی دیدی تھی۔ اور روسی بیڑہ اس سے زیادہ کام نہ دے سکا تھا کہ سباسٹوپل کی بندرگاہ میں پناہ گزین ہو کر اوسکے دہانہ کے چند جہازوں کو غرق کر دیکے اوسے غنیم کیلئے بند کر دی۔ خود سباسٹوپل کی حفاظت و مدافعت کا انتظام ایسا ناقص تھا کہ اگر حملہ آور جنگ الما سے بعد فوراً ہی اوسپر یورش کر دیتے تو وہ بآسانی اوسے فتح کر لیتے۔ لیکن انگریزی سپہ سالار لارڈ رگلان جسے شروع صدی کے محاربات ہسپانیہ میں قابل تعریف کام دیا تھا۔ اور اوسکے ماتحت افسر چالیس برس کے مسلسل امن اور صلح کی وجہ سے اپنی سابقہ مہارت اور قابلیت کا بہت سا حصہ فراموش کر چکے تھے۔ انسے دوران جنگ فن حرب کے متعلق بہت سی فحش غلطیاں صادر ہوئیں۔ کم و بیش یہی کیفیت فرنچ سپہ سالار مارشل سینٹ ارنا کی تھی۔ البتہ اسقدر فرق ضرور تھا کہ اوسکی گورنمنٹ اور محکمہ جنگ کی ویسی حالت نہ تھی جسکے برعکس انگریزی گورنمنٹ اور اسکا محکمۂ جنگ

فوجی معاملات سے اوسی متذکرہ مصدر وجہ کی باعث تقریبًا بے بہرہ اور نابلد ہوگیا ہوا تھا۔ مگر عام سپاہیون کی ہمت جانفشانی
اور استقلال سے ان نقصون کی بہت کچھ تلافی ہو رہی تھی۔ متحدہ افواج کی ناقابلیت اس حد تک پہونچی ہوئی تھی کہ چند مہینے
محاصرہ سباسٹوپل کے بعد جب اونکی گورنمنٹون نے بابعالی سے اپنی فوج بھی وہان بھیجنے کی درخواست اور سلطان نے عمر پاشا
کو اس کام پر مامور کیا تو عمر پاشا نے صاف کہلا بھیجا کہ جب تک میری رائے دوراندیشون کے برابر نہ سمجھی جائے۔ مین اس مہم مین
شریک نہین ہونگا۔ اور استعفا دیدونگا۔ وہ انگریز فرنچ اور اطالین سپہ سالارون کی غلطیون کو برابر دیکھتا رہا تھا۔ اور اسے
اندیشہ تھا کہ اگر اوسکی ایک رائے رہی تو غلبہ ہمیشہ انہی سپہ سالارون کی غلط چالون کو رہیگا۔ اور اسطرح اوسے اونکی فیصلون
کے مطابق عمل کرنا پڑے گا۔ جو عمومًا غلط ہونے کی وجہ سے اوسکی عزت کو بھی بٹہ لگادین گے۔ متحدہ گورنمنٹون نے پہلے تو یہ
مطالبہ کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ مگر آخر ضرورت نے تسلیم کرنے پر مجبور کر دیا۔ اور عمر پاشا کے کریمیا پہونچتے ہی لڑائی کا پانسا
الٹ گیا لارڈ رگلن اور سینٹ ارناڈ نے فتح آلما سے فایدہ اوٹھا کر فی الفور سباسٹوپل پر بڑھنے کی بجائے پہلے ساحل پر کسی مناسب
مقام پر ہیڈکوارٹر اور قاعدہ کچھ بیش بنا لینا ضروری سمجھا۔ اور اسی غرض کیلئے بلکلاوا کے بندر کی طرف روانہ ہوگئے
دریں اثنا روسی عارضی سراسیمگی اور گھبراہٹ سے ہوشیار ہو کر حفاظتی انتظام مین سرگرمی کے ساتھ مصروف ہوگئے تھے۔ اور تھوڑے
چند روزون مین عالمون کی برسونکی خیانت اور لاپروائی کی تلافی کر دی۔ سپاہی۔ شہری اور ملاح مورچے بنانے مین منہمک ہو
گئے۔ اور حیرت انگیز قلیل عرصہ مین سباسٹوپل کے گرد مورچون کے سلسلے قایم اور اوپر توپون کی قطارین نصب ہوگئین
ان مورچون مین سے قلعی مورچہ مستولی مورچہ ریدان کے ہر دو نون مورچون اور قلعہ مالاکاف نے محاصرہ کے دوران
مین عالمگیر شہرت حاصل کی۔ علاوہ معمولی توپون کے علاوہ بیڑہ کی تمام توپین بھی جہازون سے اوتار کر چڑھادی گئین۔ اور چودہ پندرہ
ہزار بحری سپاہ جو اپنے بیڑہ کی تباہی کا انتقام لینے کے لئے تلملا رہی تھی۔ شہر کی محافظ فوج کے ساتھ شامل ہوگئی۔ متحدہ
فوج نے بلکلاوا کے رستہ آگے بڑھ کر سباسٹوپل کے جنوب مین ڈیرے ڈالدیئے۔ اور اسطرف سے سباسٹوپل کا احاطہ کر لیا
مگر شہر کی شمالی جانب محصورین کیلئے برابر کھلی رہی۔ شہر کے شمال مین سباسٹوپل کا بندرگاہ تھا۔ اور اوسپر روسیون نے
پل بنا کر اوس فوج سے جو میدان مین تھی تعلق قایم کر لیا تھا۔ ایسی صورت مین سباسٹوپل کبھی محصور شہر متصور نہین ہو سکتا
تھا۔ بلکہ فریقین کی نسبت یہ کہنا زیادہ درست ہو سکتا تھا کہ دو ایسی فوجین بالمقابل پڑے ڈالے ہوئے تھین جنکو عقب سے
برابر کمک و رسد پہونچ سکتی تھی۔ متحدہ فوج کو بندر بلکلاوا۔ اور بندر کامیش کے راستہ سامان پہونچتا تھا۔ سباسٹوپل کے محاصرہ
کی کاروائی مین کئی دفعہ روسیونکی میدانی فوج مارج ہوئی۔ چنانچہ اوس کے ساتھ ۲۵ اکتوبر کو بمقام بلکلاوا خونریز معرکہ
آرائی ہوئی جس مین روسیون کو آخر پسپا ہونا پڑا۔ یہ معرکہ انگریزی فوج سواران کے مشہور رانہ دہاوی کی بدولت جسمین
لایٹ بریگیڈ کے دو تہائی سوار ہلاک و مجروح ہوئے تھے۔ انگریزی فوج کے کارنامون مین ہمیشہ کیلئے مشہور رہیگا۔ ۵ نومبر کو
روسی فوج نے بتعداد کثیر انکرمان کی انگریزی چھاونی پر صبح کی تاریکی مین اچانک حملہ کر دیا۔ مگر فرانسیسی کمک کے بروقت

پہنچ جانیسے سخت ہزیمت اوٹھا کر پسپا ہوئے۔ اس معرکہ مین چار ہزار فرنچ و انگریز اور دس ہزار روسی ہلاک ہوئی۔ سباسٹوپول کو فتح کرنیکے لیے ایکطرف محاصرہ کنندہ فوج سرنگین کہودنے۔ مورچے تیار کرنے اور باتریان آگے بڑہانے مین مصروف تھی۔ اور دوسری طرف محصورین جنرل ٹوڈل بین کی زیر نگرانی شہر کے استحکامات کو مضبوط اور نئے مورچے تیار کرنے مین مصروف تھے۔ بالآخر متحدہ افواج شدت سرما کی ناگفتہ بہ مصائب اور سختیون کے باوجود زار کی افواج کو کریمیا کے ایک گوشہ مین بند کردینے مین کامیاب ہوگئین۔ سردی کے علاوہ بالخصوص انگریزی فوجکو محکمہ کمسریٹ کے ملازمون اور ٹہیکیدارون کی بے ایمانی سے سخت تکلیفین برداشت کرنی پڑین۔ ہر طرحکا سامان دگرم پارچات۔ ادویات اور سامان رسد بالاکلاوا مین بافراط صندوقون مین بند پڑا تہا لیکن چند میلون کے فاصلہ پر انگریزی فوج کے سینکڑون بہادر سباسٹوپل کے سامنے سردی بہوک اور بیماری سے موت کی نذر ہو رہے تہے۔ اپنی بہادر فوج کی یہ نامرادی اور بیکسی دیکھکر ٹائمز کے جوانمرد نامہ نگار سے اور زیادہ صبر نہ ہو سکا۔ اور اوسنے کسی لومۃ لائم کی پروا نہ کرکے میدان جنگ سے عمال کی بدانتظامی اور فوجکی مصائب کے درد انگیز حالات پوست کندہ لکہنے شروع کردیے جنکو پڑہکر قوم اسقدر غضب آلود ہوگئی کہ فروری ۱۸۵۵ء مین لارڈ ابیرڈین کی وزارت مستعفی ہو گئی۔ لارڈ پامرسٹن وزیر اعظم بنایا گیا۔ شکایات کی تحقیقات کیلئے موقعہ پر ایک خاص کمیشن روانہ کردیگئی۔ اور اس شور وشغب اور عام واویلا کا یہ اثر ہوا کہ بدانتظامی کی بہت کچھہ اصلاح ہوگئی۔ مسٹر گلیڈسٹون نے جو پامرسٹن کی وزارت کا ایک رکن تہا اس کمیٹی کے مقرر کیے جانیکی مخالفت کی۔ اور جب اس مخالفت مین کامیاب نہوا۔ تو وزارت سے مستعفی ہوکر ترکی کی مخالفت پر کمربستہ ہو گیا[1]۔

۲ دسمبر ۱۸۵۴ء کو آسٹریا نے فرانس اور انگلستان سے روس کے برخلاف جارحانہ و مدافعانہ اتحاد کا معاہدہ کیا۔ مگر بطور سابق اس عہد کا بھی ایفا نہ کیا۔ پندرہ جنوری ۱۸۵۵ء کو فرنچ اور انگریزی بیڑون نے بحیرہ اسود اور بحیرہ آزاق کے روسی بندر گاہون کی ناکہ بندی کر کے تجارتی جہازون کی آمد و رفت بھی بند کردی۔ ۲۶ جنوری کو شاہ سارڈینیا نے دول متحدہ سے اتحادی معاہدہ کرکے جنرل مارمورا کے زیر کمان پندرہ ہزار فوج کریمیا بھیجدی۔ فروری مین ۲۵ ہزار ترکی فوج بھی عمر پاشا کے زیر کمان کریمیا پہونچگئی جسنے ساحل پر اوترتے ہی بمقام یوپاٹوریا روسی فوجکو بتاریخ ۱۷ فروری ۱۸۵۵ء سخت شکست دی۔ اور پھر سباسٹوپل پر بھی ایسا انتظام کیا کہ سباسٹوپل فی الواقع محصور ہوگیا۔

۲ مارچ کو زار نکلس کے اچانک مرجانیسے یوروپ کو جلد صلح ہوجانیکی توقع ہوگئی۔ اور گو اوس کے فرزند اسکندر ثانی کے پہلے الفاظ یہ تہے کہ یہ ہماری کوششون کا مدعا وہی ہوگا جو پیٹر اول۔ کیتھرائن سکندر اول اور ہمارے مرحوم باپ کا تہا۔ لیکن پہر بہی یہ توقع بالکل ہی غلط ثابت نہ ہوئی۔ آسٹریا کے ایما پر فریقین کے وکلا پندرہ مارچ کو پہر ویانا مین جمع ہوئے۔ مگر روس نے بحیرہ اسود مین اپنی بحری طاقت کے محدود کیے جانیکو منظور نہ کیا۔ اور کانفرنس ۲۶ اپریل کو برخاست ہوگئی۔ روسی سفرا نے اس مطالبہ کے جواب مین کہا تہا۔ پہلے سباسٹوپل کو تو فتح کرلو پہر ایسے مطالبے کرنیکی جرأت کرنا۔ اپنے سفرا کی اس تعلی کے

[1] یہ بہی لکہا ہے کہ مارچ ۱۸۵۹ء کے رسالہ نیشنل مین لکہا ہے کہ مسٹر رسل ٹائمز کے نامہ نگار نے مصنف سیکلار لارڈ گلان در انگلستان اس سے اچہے طرح ...

باوجود نوجوان زار جو ۳۰ برس کی عمر مین اپنے باپ کے بعد تخت نشین ہوا۔ جیسی طرح سے جانتا تہا کہ ملک کی اندرونی حالت صلح کی سخت متقاضی ہے۔ مگر جہوٹی شیخی اور مصنوعی خودداری اس امر کے اعتراف سے مانع تہی۔ جس کی بدولت ہزارون معصوم لقمۂ اجل ہو گئے۔

درسیوپل کا محاصرہ کا کام برابر جاری تہا۔ اور سارڈینیا نے اور بیس ہزار فوج میدان جنگ کو بہیجدی تہی۔ اپریل ۱۸۵۵ء مین نپولین سوم اور ملکہ وکٹوریا نے ایک دوسرے کیساتھ ملاقات کی۔ ۲۲ مئی کی رات کو روسیون نے شہر سے نکلکر افواج متحدہ پر دو شب خون مارے مگر نقصان کثیر کے ساتھ پسپا کر دیئے گئے۔ اس کے بعد متحدہ افواج نے ایک دستہ بہیجکر کرچ اور ینی قلعہ کو مسمار کرادیا۔ اور متحدہ بیڑے نے آزاف پر قابض ہوکر ٹاگن روگ کو گولہ باری سے منہدم کر دیا۔ ان قلعون کی بربادی سے روسیون کے پاس پیریکاپ کے سوا اور کوئی اسٹیشن رسد گودام کا نہ رہگیا۔ دوسری طرف ترکون نے بحیرہ اسود کے مشرقی ساحل کے بندر انا پہ مین داخل ہوکر چرکسون سے بغاوت کرادی تہی۔ علاقہ قاف کے ان محب وطن اور غیور باشندون اور انکے شجاع زمان امیر شامل کے کارنامے ریتالڈ اور مسز اولی فینٹ نے اپنی تاریخی ناولون مین شرح و بسط سے تحریر کئے ہین فرنچ فوج کی سپہ سالاری پر ۱۶ مئی ۱۸۵۵ء سے جنرل پلیسئر مامور تہا جس نے آتے ہی کہدیا تہا کہ وہ ضرور سباسٹوپل کو فتح کرے گا۔ ۷ جون کو حملے کئے اوس نے مورچہ گرین ملون اور اپیض متر جو نکو دہاوا کر کے فتح کر لیا۔ اور ۱۸ جون کو فرانسیسیون نے قلعہ مالاکوف پر انگریزون نے قلعہ ریدان پر دہاوا بولدیا۔ لیکن ۳ ہزار آدمی کٹواکر پیچہے ہٹا دیئے گئے۔ ۱۶ اگست کو اطالین فوج نے دریا چرنیا کے قصبہ تراکتر مین روسیون کو فاش ہزیمت دی۔ سباسٹوپل کے بہی اب آخری دن قریب پہونچگئے تہے۔ ۸۰۰ توپین شہر اور مورچون پر دن رات گولے برسا رہی تہین۔ ان سے محصورین مین جو ہلاکت برپا ہورہی تہی۔ اوسکا اسی سے قیاس ہو سکتا ہے کہ محاصرے کے آخری ۲۸ دنون مین صرف گولہ باری سے ۱۸ ہزار روسی ضایع ہوئے۔ مگر آفرین ہے روسیون کی متہور شجاعت اور ثابت قدمی پر وہ آخری وقت تک ایسی بیخوفی سے لڑتے رہے کہ گویا اونکے جسم گوشت و خون سے نہین فولاد سے بنے ہوئے تہے۔ خوف و ہراس یا جانکی حفاظت کا اونمین نام و نشان نہ پایا جاتا تہا۔ وہ بالکل سر باختہ ہو گئے تہے۔ محاصرہ کے دوران مین فقط شہر پر پندرہ لاکہ گولے غبارے اور بم پہینکے گئے۔ اور ان ۳۳۶ دنون مین اکیلے فرانسیسیون نے بچاس میل لمبی خندقین اور ۴۱۰۰ فیٹ طویل سرنگین صرف ایک روسی قلعہ کے سامنے تیار کین۔ اور روسیو نکی جہنمی آتشبازی اور گولہ باری کے باوجود جس کی آواز ۴۲-۶۲ میل تک چارون طرف سنائی دیتی تہی۔ اپنی خندقون کو بقدر بڑہا لیگئے کہ مالاکاف صرف ایکسو فیٹ کے فاصلہ پر رہگیا تہا۔ محاصرین کی گولہ باری بہی کچہہ کم مہیب تہی۔ اوس کی متواتر ضربات سے فصیلین اور برج ہموار اور بم پروف چہتین ناپید ہو گئی تہین سینکڑون روسی گولندانداز اور ہزارون پاہی ہر روز ہلاک ہورہے تہے اور محصورین کو زخمیونکا بند کرنا تو درکنار اپنے مردون کے اوٹہانے جانے کی مہلت نہ ملتی تہی۔ فقط ایکدن مین ستر ہزار گولے شہر پر پہینکے گئے تہے۔ اب گویا انجام کا آغاز شروع ہو گیا تہا۔ ۱۰ ستمبر ۱۸۵۵ء کی دوپہر کو متحدہ افواج کی یا تریان یکبارگی آتش

ہوگئین۔ فرنچ مالاکوف پر اور انگریز ریڈان کے برج پر ٹوٹ پڑے۔ فرانسیسی اپنے حملہ مین کامیاب ہوگئے۔ اور گو انگریز کچھ عرصہ تک ریڈان کو نہ لے سکے۔ اور روسیون نے مالاکوف کو پھر فتح کرنے کیلیے پے در پے حملے کئے۔ مگر فرانسیسی ایک قدم پیچھے نہ ہٹے اور سباسٹوپول فتح ہوگیا۔ روسی شہر اور قرہ بلنا یا کو خالی کرکے شمال کیطرف ہٹ گئے۔ اور سب چیزون کو آگ لگاتے گئے۔ دریں اثنا، قلعہ کلبرن کو متحدہ بیڑون نے اور قلعہ عشاکوف خود روسیون نے اپنے ہاتھ سے تباہ کردیا۔

کریمیا اور ڈنیوب کی ان شاندار فتوحات کے مقابلہ پر ایشیائی میدان جنگ مین ترکونکو افسرونکی نالیاقتی کیوجہ سے غنیم سے کئی شکستین اوٹھانی پڑین۔ مگر قارص کی فوج نے کئی مہینے دشمن کا کمال مردانگی سے مقابلہ کیا۔ اس فوجکی راہنمائی اور امداد کیلیے دو انگریز جرنیل مسمیان ولیمز اور ٹیسڈیل، اور ایک ہنگرین مسمی کمٹی بھی وہان موجود تھے۔ روسی فوج اس شہر کا کئی مہینون سے محاصرہ کیئے ہوئے تھی۔ لیکن کریمیا کے محاربے نے ٹرکی یا اوس کے رفقا کو ادہر متوجہ ہونیکی فرصت نہ دی۔ اور محصورین کو کوئی کمک نہ بھیجی گئی۔ ہان ۲۹ ستمبر کو اونہون نے شہر سے نکلکر روسیون پر نمایان فتح حاصل کی۔ مگر محاصرہ نہ توڑ سکے۔ اور آخر بھوک اور فاقہ سے مجبور ہوکر ان بہادرون کو جنکی تعداد بھی اب بہت تھوڑی رہگئی تھی۔ ۲۵ نومبر ۱۸۵۵ء کو دشمن کے سامنے ہتھیار رکھدینے پڑے۔ فتح سباسٹوپول کے بعد عمر پاشا کو کمک کے لیئے قارص کیطرف بھیجا تو گیا۔ مگر اتنی دیر بعد کہ خشکی پر اترتے ہی اوس نے یہی خبر سنی کہ قارص کے محصورین نے اطاعت تسلیم کرکے شہر غنیم کے سپرد کردیا ہے۔

متحدہ افواج کے سپہ سالارون کا یہ توقف جنگی لحاظ سے گو سخت نفرین کے قابل تھا۔ لیکن پولیٹیکل لحاظ سے وہ مفید بھی ثابت ہوگیا۔ اس فتح سے روس کی فوجی عزت کچھ نہ کچھ بحال ہوگئی۔ اور وہ صلح کے نامہ و پیام پر رضامند ہوگیا۔ ورنہ بصورت تباہی خواہ وہ بالکل ہی فنا کیون نہ ہوجاتا۔ اوس کی حمیت جاہلانہ سباسٹوپول کے فتح ہوجانے سے اور مشتعل ہوجاتی اور غالباً لڑائی اسقدر طول کھینچ جاتی کہ کل فریقون کے لیئے اوسکا نتیجہ بالآخر اچھا نہ ہوتا۔

فتح قارص کے بعد آسٹریا نے پھر صلح کی سلسلہ جنبانی کی۔ اور روس نے ۱۸۵۵ء کے آخر مین دول متحدہ کے پیش کردہ الٹی میٹم کی شرائط کو معاہدہ صلح کی بنیاد قرار دیئے جانے کو اصولاً تسلیم کرلیا۔ جب انعقاد صلح کے لیئے آسٹریا۔ روس۔ فرانس۔ انگلستان ٹرکی اور سارڈینیا کے سفراء کی کانفرنس پندرہ فروری ۱۸۵۶ء کو پیرس مین منعقد ہوئی۔ اور ۳۰ مارچ ۱۸۵۶ء کو ضابطہ عہدنامہ صلح پر کل سفراء کے دستخط ہوگئے۔ پرشیا نے پہلے اس کانفرنس مین شامل ہونے سے انکار کیا۔ مگر اجلاس شروع ہوجانیکے چند ہی روز بعد شریک ہوگئی۔ اس عہدنامہ کی تمام شرائط اور بحیرہ اسود کے متعلق ضمنی معاہدہ کی دفعات بالتفصیل رسالہ مفروضہ مظالم آرمینیا مین درج کیجا چکی ہین۔ اور نیز بعد مین روس یا دیگر دول نے اونسے جو جو خلاف ورزیان کین، اونکی بھی اس رسالہ مین کافی توضیح کردیگئی ہے۔ یہان صرف اسقدر لکھدیا جاتا ہے کہ اس عہدنامہ کی بنیاد مندرجہ ذیل اصول قرار دیئے گئے تھے (۱) روس صوبجات ڈنیوب کی حمایت کے استحقاق بلا شرکت غیرے سے دست بردار ہوکر اونکے اندرونی معاملات مین بھی ہر طرح کی مداخلت کرنیکے دعویٰ کو چھوڑدے۔ (۲) دریائے ڈنیوب مین کل اقوام کو جہازرانی کا استحقاق رہیگا۔ اور اس امر کی نگرانی کیلیئے ایک مشترکہ کمیشن مقرر

جائیگی جس مین کل دول متعاہدہ کے نائب موجود رہین گے اور ہر سلطنت دریاے ڈینیوب کے دہانہ پر دو دو چھوٹے جنگی جہاز
رکھنے کی مجاز ہوگی۔ نیز روس نے سرحد کی درستی کو منظور کرکے ڈینیوب کے ڈیلٹا کل علاقہ ٹرکی اور صوبجات ڈینیوب کو حوالہ
کردینا قبول کیا۔ (۳) بحیرہ اسود کو نیوٹرل یعنی ایسا سمندر قرار دیا گیا جو کسی سلطنت کے قبضہ مین نہو۔ اور سب ملکون
کو اوسپر جہاز رانی کا یکسان حق حاصل ہو۔ اوس مین تجارتی جہاز رانی کی سب کو اجازت دیگئی۔ اور روس و ٹرکی سمیت کل
قومون کو وہان جنگی جہاز داخل کرنے کی ممانعت کر دیگئی۔ اور قرار دیا گیا کہ اوسکے سواحل پر کوئی بحری یا جنگی سلحخانہ اور کارخانہ
بھی قایم نکیجائے۔ البتہ ٹرکی اور روس کو سواحل کی نگرانی کیلیے صرف دس دس چھوٹے چھوٹے جہاز رکھنے کی اجازت دیگئی۔
(۴) وہ خط شریف جو سلطان عبدالمجید نے فروری ۱۸۵۶ء مین صادر کرکے غیر مسلم رعایا کی مراعات کی تجدید و تصدیق مزید کی
تھی عہدنامہ صلح مین شامل کیا گیا۔ مگر ساتھہ ہی بالتصریح شرط کر دیگئی کہ اس اندراج سے کسی سلطنت یا سلطنتون کو فرداً
فرداً یا بالاجتماع سلطان اور اوسکی رعایا کے باہمی معاملات مین مداخلت کرنیکا استحقاق حاصل نہین ہوا۔

اسی عہدنامہ کی رو سے ٹرکی کو یوروپ کی دول متحدہ مین باقاعدہ طور پر شامل کر لیا گیا۔ اور ہر سلطنت نے سلطنت
عثمانیہ کی آزادی اور اوس کے مقبوضات کی سلامتی کا احترام کرنے اور ضامن ہونیکا اقرار کیا۔ پندرہ اپریل ۱۸۵۶ء کو
انگلستان فرانس اور آسٹریا نے ایک علیحدہ عہدنامہ کرکے سلطنت عثمانیہ کی سلامتی اور آزادی کو قایم رکھنے فرداً فرداً اور بالاجتماع عہد کیا
مگر ان عہود کی جیسی کچھ نگہداشت کیگئی ہے وہ دنیا سے پوشیدہ نہین۔ آج ۱۸۵۶ء کی نسبت ٹرکی کا رقبہ یوروپ مین چوتھا
حصہ اور افریقہ مین پانچوان حصہ بھی نہین رہگیا۔ اور ایشیا مین بھی قطع و برید کا سلسلہ شروع ہو گیا ہوا ہے۔

ثمرہ معاہدہ — اس معاہدہ سے روس کی شیخی بیشک بہت کچھہ کرکری ہوگئی۔ مگر مادی طور سے کوئی دیرپا نقصان نہ پہونچا۔ اور
ظاہر ہے کہ محض اخلاقی لحاظ سے جو صدمات پہونچے ہون۔ اونکا بہت جلد تدارک کر لیا جا سکتا ہو۔ مسٹر لین پول نے بہت ٹھیک لکھا
ہے۔ کہ دول متحدہ نے اس فتح سے کوئی فایدہ نہ اوٹھایا۔ اونکو واجب تھا کہ روس کی سرحد کو کوہ قاف و دریاے نیسٹر پر ہٹاکر
پولنڈ کی ریاست کو پھر زندہ کرتین۔ جو مغربی یوروپ کو روسی غاصبانہ برخلاف دیوار چین کا کام دیتی رہتی۔ ایسا کرنیکی
بجائے اونہون نے صرف بسارابیا کا چھوٹا سا علاقہ والیشیا کو دلادینے اور بحیرہ اسود مین روس کی بحری طاقت کو محدود کرنے پر
اکتفا کیا۔ جس محدودیت کو اوس نے چودہ ہی برس بعد فرانس کے مغلوب و مفتوح ہو جانے پر کمال بیباکی سے مسترد کر دیا
خود ٹرکی کو ان اخلاقی افوائد کے سوا کہ یوروپ نے اوس کے اندرونی معاملات مین دخل دینے اور اسکی آزادی کو قایم رکھنے کا
اقرار کیا۔ کوئی مادی فایدہ کسیطرح کا نہ ہوا۔ اوسے مغلوب غنیم سے نہ کچھہ تاوان جنگ دلایا گیا۔ اور نہ کوئی علاقہ۔ حالانکہ ایسی شاندار
فتح کے بعد فریق غالب کا حق تھا کہ کل سابقہ مقبوضات نہ سہی۔ اونکا کچھہ نہ کچھہ حصہ تو اوسے مغلوب فریق سے واپس دلا دیا جاتا۔ برعکس

لیے فرمان سلطان نے الاقی پاشا وزیر اعظم کے نام صادر کرکے اپنی تمام رعایا کو بلا تمیز مذہب و قوم مساوی حقوق عطا فرمائے۔ مزید براں عیسائیان
کو کل سلطنت گورنمنٹ کے حقوق عطا کرکے اونکو فوج مین بھرتی ہونیکی بھی اجازت دیدی اور مختلف المذہب فریقون کے مقدمہ کیلیے خاص مشترکہ
عدالتین قایم کیگئین۔

اسکے اس محاربہ کی طفیل اور رفتار کی مہربانی سے ترکی اب پہلی مرتبہ خارجی قرضہ کی بلاے بیدرمان مین مبتلا ہوگئی جسکی زہرآلود چاشنی نے بیس ہی برسون مین سلطنت کو نیم مردہ بنا دیا۔ اسی غیر مکمل کارروائی کی بدولت انگلستان اور فرانس بھی اس فتح سے کوئی مستقل فایدہ نہ اوٹھا سکے۔ ورنہ آج اسطرف روس کی ریلوے ہرات سے نوسو بچانوے میل کے فاصلہ پر اور روسی سرحد چترال سے بیس پچیس میل کے فاصلہ پر اور دوسری طرف روسی کاسک بیکنی اور پورٹ آرتھر مین دکھائی نہ دیتے۔ تاہم انگلستان کے لیے سلطان کی یہ دستگیری و امداد خالی از فایدہ نہ رہی۔ بلکہ جلد ہی ایسی کار آمد ثابت ہوئی کہ اگر ترکی اور انگلستان مین ایسے برادرانہ تعلقات موجود نہ ہوتے تو شاید انگلستان کو نہایت سخت نقصان اوٹھانا پڑتا۔ اس مواخات سے ایک تو انگلستان کا رسوخ بے اندازہ بڑھ گیا۔ اور تجارت فی الفور تمام قلمرو عثمانیہ مین بے انتہا فروغ پا گئی۔ دوسرے ۱۸۵۷ء کے غدر ہندوستان مین جو شروع تو برہمنون کی مہربانی سے ہوا تھا۔ مگر زیادہ تر تباہی اپنی بیوقوفی سے مسلمانون پر وارد ہوئی۔ اس اتحاد نے وہ کام دیا جو لاکھون سپاہ نہین دے سکتی تھی۔ ہندوستان کے اکثر مسلمان تو اس توقع مین تھے کہ سلطان روم انگریزون کے برخلاف اونکی مدد کیلیے فوج بھیجین گے۔ مگر اسکے برعکس جب سلطان عبدالمجید نے فرمان شاہی صادر کرکے مسلمانان ہندوستان کو اطاعت و فرمانبرداری اور ملکہ معظمہ کی وفاداری کی تاکید اکید کی تو وہ اپنی نادانی سے متنبہ ہو گئے۔ اور جو معدودے چند شامل ہو چکے تھے۔ سو ہو چکے۔ باقی کل مسلمان یہی نہین کہ باغیون کیساتھ ملنے سے محترز رہے۔ بلکہ سرکار انگلشیہ کی خدمت مین جان و مال سے حاضر ہوگئے۔ اس سلطانی فرمان نے غدر کے پر آشوب زمانہ مین انگریزون کو جو بیش بہا کام دیا تھا۔ اوسکی تصدیق سر سالار جنگ اول ایسے بلند منزلت مدبر اور باخبر دستور معظم کے بیان سے ہو رہی ہے۔ اس مرحوم مغفور حیدرآبادی فرزانہ کے چند فقرات بست سالہ عہد حکومت کے ضمیمہ مرقومہ مولوی رفیع الدین احمد صاحب مین درج ہین۔ سلطان نے اس بیش بہا امداد اور بے نظیر سلوک سے انگلستان کی مدد کا پورا پورا عوض اوتار دیا۔ مگر افسوس انگلستان نے دوسرے ہی برس اس برادرانہ مروت کا عوض بہت ہی برے پیرایہ مین دیا۔

جدہ پر گولہ باری

سلطان نے ۱۸۵۶ء مین بردہ فروشی و تجارت غلامان کی ممانعت کردی تھی۔ مگر حجاز کے عرب اس حکم کی تعمیل سے گریز کرتے رہتے تھے۔ جدہ کے فرنچ اور انگریزی قونصلون نے اپنے منصبی اختیارات سے تجاوز کرکے خود مداخلت کرنی شروع کردی جس سے وہان کے جوشیلے مسلمان برافروختہ ہو گئے۔ اور اونہون نے ۱۸۵۸ء مین عام بلوہ کردیا۔ جس مین کئی عیسائی قتل اور فرنچ قونصل زخمی ہو گیا۔ انگریزی گورنمنٹ نے خبر ملتے ہی جہاز جدہ کو بھیجدیا۔ اور اس نے برابر بیس گھنٹے گولہ باری کرکے تقریبًا تمام قصبہ کو مسمار اور سینکڑون بندگان خدا کو ہلاک کر دیا۔ لیکن انگریزی اور فرنچ گورنمنٹون کا غصہ اب بھی فرو نہ ہوا۔ اونہون نے سلطان کو بھی وہان ایک خاص کمیشن مقرر کرکے بھیجنے پر مجبور کیا۔ اور انکے عمال نے اس دباؤ سے مجبور ہوکر سینکڑون عربون کو گرفتار کرکے انگریز حکام کی سپرد کر دیا۔ جنہون نے اونکو کمال بیرحمی سے قتل کر دیا۔ اور بعد انہی گورنمنٹون کے ایما پر محمد بن عون شریف مکہ معزول کرکے قسطنطنیہ بھیجدیا گیا۔

فساد شام اسی سال عدم مداخلت کی ایک اور نظیر قایم کی گئی۔ اوس نے انگلستان فرانس اور دیگر دول متعاہدہ کے اتفاق راے سے سلطان کو اس امر کی رضامندی پر مجبور کر دیا کہ والیشیا اور مالڈیویا باہم ملا کر ایک ریاست وار ایک حاکم کے ماتحت کر دی جائین۔ پہر ۱۸۶۶ء مین اس نئی ریاست نے جسکا نام رومانیا رکہا گیا تہا جرمنی کے شاہی خاندان ہوہن زولرن کے ایک شہزادہ چارلس کو اپنا حکمران منتخب کیا۔ سلطان وقت نے اس انتخاب کو منظور کر لیا۔ اور سوقت سے یہ ریاست عملی طور پر ٹرکی سے بالکل آزاد اور یورپ کی دول متحدہ کی جماعت مین شریک ہو گئی۔ معاہدہ ۱۸۵۶ء کے رو سے اس ریاست کے سالانہ خراج کی مقدار چالیس ہزار پونڈ مقرر کیگئی تہی جسے معاہدہ برلن نے موقوف کر کے رومانیا کو بالکل آزاد اور خود مختار بنا دیا۔ رومانیا کے معاملہ کے بعد ایماندار دول یورپ کو اپنی صفت احترام عہود کے اظہار کا ایک اور موقع ملگیا۔ جبل لبنان کے مارونی اور دروس قبائل کے باہمی عناد و بغض اور قدیمی مخالفت کا کئی دفعہ ذکر ہو چکا ہے ۱۸۶۰ء میں ان فرقون مین پہر خانہ جنگی شروع ہو گئی۔ جس مین مسیحی رونی قبایل کے برخلاف نیم مسلمان دروس قبایل کو کسیقدر غلبہ حاصل ہوا۔ اسی اثنا مین دمشق کے بعض شرارت انگیز اور مفسدہ پرداز عیسائیون کی بد طینتی سے دمشق مین فساد ہو گیا۔ اور وہانکے ادنی درجہ کے مسلمانون نے مشتعل ہو کر چند عیسائیون کو قتل کر دیا۔ پابند قول و اقرار مسیحی دول کسی مسلم قبیلہ کے غلبہ کو کب ٹہنڈے دل سے دیکھ سکتی تہین۔ انگلستان۔ روس۔ فرانس۔ پرشیا اور آسٹریا نے جھٹ باہم کانفرنس کر کے قیام امن کیلیے دس ہزار فرانسیسی فوج شام بہیجنے کا فیصلہ کر دیا۔ پانچ طاقتون کے متحدہ فیصلہ پر اعتراض کرنا فضول تہا۔ سلطان نے اونکو کہدیا کہ جو مناسب ہو کرو مگر دوسری طرف صوبہ شام کے گورنر کو رفع فساد کا تاکیدی حکم بہیجدیا کہ فرنچ فوجکو صوبہ مین داخل ہونیکے بعد پاؤن پہیلانے کا بہانہ نہ ملسکے۔ فواد پاشا نے فرنچ فوج کے پہونچنے سے پہلے ہی باحسن وجوہ امن قایم کر دیا۔ اور سرغنہ مفسدون کی قرار واقعی گوشمالی کر دی۔ چنانچہ فرنچ فوج جب شام پہنچی۔ تو وہان سب طرح سے امن و امان پایا۔ مگر با این ہمہ فی الفور واپس چلے جانیکو کسر شان سمجہکر شام کے بڑے بڑے جنگی مقامات پر کچہ عرصہ کیلیے تصرف کر ہی لیا۔ اور جب کوئی حجت باقی نہ رہگئی۔ تو اپنا سا منہ لیکر پندرہ جون ۱۸۶۱ء کو فرانس واپس چلی گئی۔ اسوقت یورپین اقوام کو غالباً پالٹیکس مین ابہی پوری پوری مہارت حاصل نہین ہوئی تہی۔ ورنہ فقدان حجت کی کبہی شکایت نہ ہوتی۔ موجودہ زمانہ مین کسی یورپین طاقت کو یہی صورت پیش آنے دو پہر دیکہو وہ تا بہ قیامت قیام کیلیے حجتین پیدا کر لیتی ہے۔ کہ نہین حجتین خود بخود پیدا نہ ہون۔ اونکو پیدا کر لینا ہی کچہ مشکل ہے۔ اس تنازعہ کے فرو ہونیسے چند ماہ بعد سلطان عبد المجید ۱۰ ذی الحجہ ۱۲۷۷ھ کو رہگراے عالم جاودانی ہو گیا۔ اور اوسکا چہوٹا بہائی سلطان عبد العزیز تخت خلافت پر متمکن ہوا۔

سلطان عبد المجید گو شروع مین ہی عشرت پسند اور صلح جو طبیعت کا آدمی تہا۔ مگر آخری عمر مین اوسکی عشرت پسندی بہت ترقی کر گئی تہی۔ اوس کے حرم سرا مین ہمیشہ چہ سات سو مہ جبین کنیزکین موجود رہتی تہین۔ اور احکام مذہبی کا بہی کچہ ایسا زیادہ پابند نہ تہا۔ بلکہ بعض اوقات اکل و شرب ممنوعات سے بہی پرہیز نہین کرتا تہا۔ اور شاید یہی وجہ تہی کہ اسکی اصلاحی کاروائی

جیسی کہ چاہیئے موثر ثابت نہ ہوئی۔ اور اکثر مسلمان اوس کے ذاتی افعال دیکھکر خلافت عثمانیہ سے آزردہ خاطر ہو گئے۔ لیکن اس سے یہ قیاس نہ کر لیا جائے۔ کہ وہ حمیت مذہبی سے بالکل ہی بے بہرہ تہا۔ یا اسلام کی شان و شوکت کے ازدیاد کا خواہشمند نہ تہا۔ اعتقاداً وہ سچا مسلمان تہا۔ عیب اگر تہا تو یہ کہ جیسا کہ شان خلافت کا اقتضا ہے۔ بلکہ جیسا کہ ہر ایک مسلمان کو ہونا چاہیئے تن آسانی اور تعیش مزاجی کی وجہ سے احکام شریعت کا وہ ویسا عامل نہیں تہا۔ اوسکی مذہبی حمیت اور غیرت کا اسی سے اندازہ ہو سکتا ہے۔ کہ فتح کریمیا کی خوشی میں ایک کروڑ دینار سے زیادہ خرچ کر کے مدینہ منورہ میں مسجد نبوی[1] کی عمارت میں بہت اضافہ کیا۔ اور ایک پانچوان دروازہ نیا بنوایا۔ نئی عمارت ۱۲۷۶ھ ہجری میں مکمل ہوئی۔

سلطان مرحوم کے عہد میں سلطنت کی سالانہ اوسط مداخل و مخارج حسب ذیل تہی:۔

آمدنی

عشر	ویرکی	خراج
۳ کروڑ	۳ کروڑ	۱۱ کروڑ ۵ لک
گمرک	خراج مصر	رسومات
۱ کروڑ لک	۱ کروڑ	۲ کروڑ
خراج والیشیا	خراج مالڈیویا	خراج سریا
۳ لک	۳ لک	۳ لک

میزان ۱۱ کروڑ ۳ لک قرش یعنی تخمیناً ۱۰ کروڑ روپیہ

مصارف

نفقہ سلطان	نفقہ مادر و برادران سلطان	اخراجات افواج بری
۴ کروڑ ۳ لک	۱۱ لک	۳ کروڑ
اخراجات افواج بحری	اخراجات قلام سامان جنگ	مشاہرہ وظیفہ خواران
۱ کروڑ ۵ لکھ	۱ کروڑ	۱۰ کروڑ ۲ لک
اخراجات سفراء و قناصل	اخراجات تعمیری و زراعت	وظیفہ بعض اشخاص خاص
یک کروڑ	یک کروڑ	۱۱ لاکھ

درباہ اصحاب التزامات ۱۱ کروڑ

میزان ۶۰ کروڑ ۹۹ لاکھ قرش یعنی تخمیناً دس کروڑ روپیہ

سلطان عبد العزیز کا عہد حکومت

عبد العزیز مرحوم ۹ جولائی ۱۸۳۰ء کو پیدا ہوا تہا۔ اوس نے تخت نشین ہوتے ہی اُن عربون کو جو فساد جدہ کے موقعہ پر قید کئے گئے تہے رہا کر دیا۔ خائن و سست عمال اور نااہل کارون کو برطرف کر کے کارگذار اور قابل آدمی اونکی جگہ مقرر کئے۔ اور آئندہ بنا در کے محاصل کا

[1] اسلام کی اس پہلی مسجد کی مختصر تاریخ ایک مورخ حسب ذیل لکہتا ہے:۔

"مورخین لکہتے ہین کہ حضرت سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بعثت کے تیرہوین سال مدینہ مشرفہ کی سمت مکہ معظمہ سے ہجرت فرمائی۔ روز دوشنبہ ۱۲ ربیع الاول ۱ھ ہجری میں اپنے آفتاب جمال جہان آرا سے اوس مقام کو روشن کیا۔ اور مکان قبا میں ٹہر کر وہان مسجد شریف کی پہلی بنا ڈالی۔ اور جماعت سے علانیہ نماز پڑہی۔ ہر ایک شخص نے انصار سے آرزو کی کہ جب تک اقامت کے لیئے محل تیار ہو گا تب تک حضرت ہمارے مکان میں سکونت فرماوین۔ آپ اونٹنی پر سوار ہوئے۔ اور فرمایا جہان یہ ناقہ بیٹھ جاوے وہی میرا مقام ہو گا۔ اور مہار ناقہ کی چھوڑ دی دباقی در دوسرے صفحہ پر)

اجنبیون کو اجارہ دیے جانیکا قاعدہ موقوف کر دیا۔ تو سلطان کی ان قابلانہ کارروائیون اور نیز اوسکی سادگی مزاج اور متقیانہ طرز معاشرت سے کل قوم کو سلطنت کے اقبال کے پھر تازہ ہو جانے کی کامل توقع ہو گئی۔ مگر افسوس قوم کی بدبختی سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۷۰) وہ شہر مدینہ مین پھرتی ہوئی مالک بن نجار کے گھرون کے مقابل اس موقع پر بیٹھ گئی۔ کہ جہان اب مسجد نبوی کا دروازہ ہے۔ اور وہ خالی جا سے مربد یعنی خرما جمع کرنے کی تھی۔ مالک اس زمین کا سہل بن رافع تھا۔ آپنے اوسکو قیمت دیکر وہ زمین خرید فرمائی۔ اور جو خرمے کے چند درخت اور چند کفارون کی قبرین تھین۔ کھدوا کر پھینکوا دین۔ اور پھر زمین کو ہموار کر کے اینٹ تیار کی۔ تمام صحابہ اسکی تعمیر کا کام کرتے اور حضرت سرور دین و دنیا بھی خشت ساتھ اوٹھاتے تھے۔ جب دیوارین تیار ہو گئین تو خرمے کے درختون کو کاٹ کر تنہ کے ستون اور شاخون پتون سے سقف بنائی۔ مسجد کا پایہ تین گز کا اور بلندی سات گز کی تھی۔ قبلہ بیت المقدس کیطرف کیا تھا۔ جب کعبۃ اللہ کیطرف قبلہ کرنے کا حکم ہوا۔ تب اوسکی بنا مین تبدیل کر کے کعبے کیطرف جہت قبلہ پھیرا دیا۔ خارجہ بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اپنی مسجد تعمیر فرمائی تھی اوس ۴۴ کا طول بھی سو ہاتھ اور عرض بھی سو ہاتھ رکھا تھا۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت مین کچھ تغیر و تبدل نہین ہوا۔ مگر سیدنا عمر الفاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے مین بہت بڑھائی گئی۔ مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے مین جیسے کہ خرمے کے ستون اور سقف بنائے گئے تھے۔ اسمین بھی ویسا ہی ہوا۔ سیدنا عثمان ذو النورین رضی اللہ عنہ کے زمانے مین بڑی ترقی و تبدیل بنا مین ہوئی۔ اس کی دیوارین نقشی پتھر اور گچ سے بنوائین۔ ستون بھی نقشی پتھر کے اور چھت چوب ساج کی مستحکم اور عمدہ بنائی گئی۔ طول اسکا ایک سو ساٹھ اور عرض ایک سو پچاس ہاتھ کا کیا۔ اور دروازے جیسے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے مین چھ تھے ویسے ہی چھ رکھے۔ یہ تعمیر ماہ محرم ۳۰ھ ہجری مین ظہور پائی۔ بعدہ خلیفہ ولید بن عبدالملک بن مروان نے اپنے عہد مین مسجد مذکور کا طول دو سو ہاتھ کا اور عرض ایک سو ساٹھ ہاتھ کا بنوایا۔ دیوارون پر طلاکاری کروائی اور محراب و مینار بنوائے۔ اور یہ کام عمر بن عبدالعزیز عامل مدینہ منورہ کے اہتمام سے ۹۱ھ ہجری مین جلوہ افروز ہوا۔ عہد خلافت بنی امیہ مین کچھ افزونی نہین ہوئی۔ بعد ابو جعفر المنصور خلیفہ بنی عباسیہ نے مسجد نبوی کو علی صاحبہا افضل الصلوۃ والتحیۃ بہت وسیع کیا۔ صحن اور عمارات مدرسہ کتابخانہ رباط وغیرہ بنوائے۔ پھر ۱۶۱ھ ہجریہ مین ابو عبداللہ المہدی خلیفہ بغداد نے مسجد شریف کو وسیع کرنیکا حکم کیا۔ اور پچیس ہاتھ بڑھا کر سقف عمدہ مضبوط بنوائی۔ ۶۵۲ھ ہجری مین وہان کے فراش ابوبکر بن اوحد کے غفلت سے جو چراغ اندانون کے روشن رکھنے مین ہوئی تھی۔ سقف چوبی وغیرہ مین آگ لگی۔ اور بڑا نقصان ہوا۔ پھر مستعصم باللہ خلیفہ بغداد نے ۶۵۵ھ ہجریہ مین تعمیر از سر نو شروع کی۔ بعدش ملک منصور نے ملک مصر سے بہت اسباب تعمیر روانہ کیا۔ اور ملک مظفر شمس الدین والیٔ یمن نے باب السلام کی چھت بہت عمدہ بنوائی۔ اسی عرصہ مین ملک منصور معزول ہو گیا۔ اور سیف الدین والیٔ مصر نے بہت اسباب اور معمار بھجوائے۔ اور چاہا کہ عمارت وسیع کرے۔ اسی مدت مین ۶۵۸ھ ہجریہ کو وہ مقتول ہوا۔ بعد ازان ملک ظاہر رکن الدین مصر کا حاکم ہوا۔ اوس نے عمارت مسجد نبوی مین بڑا اہتمام کیا۔

۴۴ طول مین ستر ہاتھ اور عرض مین ساٹھ ہاتھ تھی۔ علمائے محدثین لکھتے ہین۔ کہ یہ پہلی بنا تھی۔ بعدہا بار دویم کی بنا مین حضرت ۴۴

سے سلطان کی یہ سادگی زیادہ عرصہ قائم نہ رہی۔ اور رفتہ رفتہ وہ اپنے بھائی سے بھی زیادہ عیش و عشرت میں منہمک ہو گیا۔ اور مزید بدقسمتی سے اس کے ساتھ ہی ساتھ اسے اپنے تدبر اور لیاقت پر زعم بھی دن بدن بڑھتا گیا۔ اور انہیں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷۰) صناعوں کو مصر سے روانہ کیا۔ لاکھوں دینار خرچ کر کے باب الرحمت سے باب النساء تک تمام سقف پختہ سنگین بنوائی مگر مسجد اسی حال پر رہی۔ ۸۷۹ ہجریہ میں حاکم ناصر الدین قلاوون الصالحی نے مشرقی و مغربی جانب کی سقف کی تجدید تعمیر کی۔ ۷۰۹ ہجریہ میں قبلہ رویہ سقف میں دو دو رواق زیادہ کیے گئے۔ ۸۳۱ ہجریہ میں ملک اشرف نے سقف شامی وغیرہ عمارات کے خلل کی مرمت کروادی۔ ۸۵۳ ہجری میں ملک ظاہر جقمق کی حکومت کے اندر بہت سا تغیر و تبدل ہوا۔ ۸۸۱ھ میں حجرہ شریفہ کی ترمیم از سر نو ہوئی۔ اور مسجد نبوی کی دیواریں وغیرہ نئی بنوائی گئیں۔ ۸۸۶ھ ہجریہ ۱۳ رمضان کو آتش کا بار ثانی صدمہ ہوا۔ شمس الدین رئیس الخطیب منارۂ شرقیہ یمانیہ پر فانوس لیکر ذکر و ترجیع کے لیے چڑھا۔ اور دوسرے مناروں پر بھی مؤذن چڑھے۔ اسوقت ابر کی بڑی گھٹا اور چمک تھی۔ یکایک منارہ رئیسہ پر بجلی گری۔ اور منارہ کو شق کر کے سمت مشرق میں نکل گئی۔ رئیس کا دم تو اسیوقت بند ہو گیا۔ اثر صاعقہ برق سے مسجد کی سقف میں آگ لگ اوٹھی۔ لوگوں نے اگرچہ بجھانے میں کوشش کی۔ مگر کچھ سود نہ ہوا۔ ساکنین اکناف اطراف مسجد گھبرا کر گھروں کو چھوڑ کر نکلے۔ مگر کوئی گھر نہیں جلا۔ باوجودیکہ بعض گھروں کا سقف خرمے کے پتوں کا تھا۔ اور چنگاریاں و شعلے اوپر جاتے تھے۔ مگر کچھ نقصان نہ ہوا۔ تحقیق روایت میں آیا ہے کہ جلتے وقت سفید پرندے بشکل قاز آتش کے گرد پھرتے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ پرندے گھروں کو آگ سے بچا رہے تھے۔ غرضیکہ دس گھڑی کے اندر تمام مسجد کی چھت و منبر و کتب خانے وغیرہ اسباب جل گیا۔ مگر چند کتب جو شروع میں نکال کر صحن میں رکھی تھیں بچ گئیں۔ امیر مدینہ اس امر میں سلطان مصر کے حکم کا منتظر رہا۔ اثنا ماہ شوال میں شمس الدین سخاوی قاضی مالکیہ رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہتا ہے حجرہ شریف کی آگ بجھاؤ۔ صبح کو اس کی تفتیش ہوئی تو آدھے جلے میں آگ باقی تھی۔ غرض وہ بھی بجھائی گئی۔ بعدہ تجویز ٹھیری کہ وہاں کا ڈھیر خاکستر جب تک نہ اوٹھایا جاوے آتش خفیہ رہنے کا اندیشہ ہے۔ پھر سبھوں نے متفق ہو کر چند اعتقادی آدمی انکے نکالنے کیلئے مقرر کیے۔ جب ڈھیر دور ہوا تو حجرہ کے صندوق غلاف شریف قنادیل بسلامت نکلے۔ جب ملک اشرف سلطان مصر کو یہ خبر ہوئی تو لاکھوں ریال اور اسباب معمار بھیجوا کر ۸۸۸ ہجریہ میں تعمیر سقف مسجد شریف کی اور اسکے چاروں دروازوں کے اطراف کی عمارت بنادی۔ اپنا کئی سال کا خزینہ اسکی تعمیر میں صرف کیا۔ بعدہ سلطان سلیمان صاحبقران نے روضۂ مطہرہ کا فرش سنگ مرمر کا بنوا دیا۔ ۹۸۰ ہجریہ میں ایک دیوار پختہ کھینچی گئی۔ تا حد زیارت عثمانیہ کی اس قدیم عمارت سے ممتاز رہے۔ بعدہ سلطان عبدالمجید خان نے مسجد نبوی کے سامنے کے رخ میں گیارہ درجے مقابل گنبد خضرا کے پختہ بنوائے۔ اور تین سو ستون سنگ مرمر و سنگ سرخ و سبز و افشاں کے ہر ستون پانچ گز طویل مربع ایک ڈال پتھر کے ہیں کسی معدن میں تیار تراشے ہوئے مدور مثمن شکل آسمانی سی خوشنما رنگین گنبد بنوائے۔ ہر گنبد کے حلقے میں آیات قرآنی مختلف خطوں میں لکھی ہوئی ہیں۔ اور

ایسی خودستائی پیدا ہوگئی۔ جو جنون کی حد تک پہنچی ہوئی تھی۔ کیا یہ قوم و سلطنت کی بدقسمتی نہ تھی کہ وہی عبدالعزیز جسنے تخت نشین ہونے پر اپنے بھائی کی کل عورتون کو مدت کے بعد مطلق العنان کرکے نکاح کی اجازت دیدی۔ اور تقریبًا کل کنیزکون کو آزاد کرکے صرف ایک بیوی رکھنے کا منشا ظاہر کیا۔ معزول ہونے کے وقت اپنے حرم سرا مین ایک ہزار کے قریب حرمین اور کنیزکین رکھتا تھا۔ اگر وہ ملک کی اندرونی اصلاح پر اسیطرح برابر متوجہ رہتا جیسا کہ شروع شروع مین ہوا تھا تو اوس مین کوئی شک نہین کہ دُنیا کے نقشہ پر ترکی مقبوضات آج اسقدر مختصر اور محدود نہ دکھائی دیتے۔ ابتداءً ریشم ذاتی وظیفہ کا بھی بہت سا حصہ سلطنت کے استحکام پر خرچ کیا کرتا تھا۔ مگر معزول ہونے سے چند سال پیشتر یہ کیفیت ہوگئی تھی کہ وظیفہ مقررہ سے جو گنی رقم بھی اوسکے ذاتی اخراجات کو مکتفی نہ ہوتی تھی۔ شروع شروع مین اوسے فوجی و بحری رستی اور سڑکون اور ریلوے کی تعمیر کا شوق تھا پھر عالیشان محلات اور کوٹھیون کی تعمیر اور آرایش کا شیدا ہوگیا۔ اوسکی خود نمائی، غفلت اور عشرت پسندی سے خاین و بدطینت اجنبی و ملکی عمال اور اجارہ دارونکو کروڑون روپیہ جو خارجی قرضہ سے بہم پہنچایا جاتا تھا ہضم کرلینے کا موقعہ ملگیا۔ اوسکی طبیعت و مذاق مین یہ حیرت انگیز تبدیلی سیاحت یورپ کیوقت سے ہونی شروع ہوئی۔ جہانکے لوازمات عیش و عشرت اور سامان و تکلفات زیب و زینت نے اوسے ایسا گرویدہ بنا لیا کہ وہ بلاد مغرب کی ترقی و خوشحالی کے اصلی بواعث کی تہ تک پہنچنے یا اونکو معلوم کرنے کے قابل ہی نہ رہگیا۔ بالفاظ دیگر اس جلیل القدر نیم ایشیائی اور نیم یوروپین فرمانروا پر بھی فرنگستان کی اس سیاحت و اقامت چند روزہ کا وہی اثر ہوا جو خال خال مستثنیات کے ساتھ بالعموم کل ایشیائی نوجوانون پر جو ایک دفعہ یوروپ ہو آتے ہین۔ پڑ جاتا ہے۔ مگر اسے ہم ایشیائیون کی فطرت کا قصور نہین کہہ سکتے۔ جاپانیون نے ایسے الزام کیلئے کوئی گنجایش نہین رہنے دی۔ اور بغرض و بسط ما حاضر محبّ قوم و ملت میر عزیز احمد لکھنوی مقیم گلاسگو، حاجی گل محمد خان تاجر برٹش گائنا اور کئی دیگر ایسے ہی نیک دل اور شریف النفس ہندوستانیون نے بھی اپنے افعال و اعمال سے ثابت کردیا ہے۔ کہ ایشیائیون کی عام فطرت و طینت پر ایسا دھبہ لگانے کیلئے کوئی معقول وجہ موجود نہین۔ اگر اکثر ایشیائیون پر ایسا اثر ہوتا ہے تو اوسکا باعث اونکی ذاتی کمزوری اور شخصی عیوب ہوتے ہین اور ایشیائی اقوام کی بدقسمتی تھی اور ہے کہ یوروپ جانیکا زیادہ تر اتفاق ایسی ہی لوگون کو ہوا۔ اور ہو رہا ہے۔ اس سفر یوروپ سے سلطان ایک اور خبط ساتھ لائے۔ اونکو اپنے خاندان کے قانون وراثت کو بدلنے کی دھن سما گئی۔ اور یہ کوشش کرنے لگے کہ آیندہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲، ۷،) عجیب نقش و نگار سلسلے بنے ہین۔ ہر ہر ستون کے حلقہ ہائے پایین۔ اوسط لا بدار بمقدار آٹھ گرہ کے نیچے اور اوپر سونا چڑھا ہوا ہے۔ مسجد نبوی کے اندر سکی پشت پر کام مینا کاری کا بمقدار دو گز کے چوڑائی مین سرخ و سبز و سفید بیل بوٹا اوس مین سنہری حروف آیات قرآنی بخط نستعلیق اور اسمائے رسول پاک لکھے ہوئے ہین۔ بعض عبارات ایک انچہ جلی قلم سے لکھی ہوئی ہین۔ غرضیکہ اسی خوبی کے ساتھ یہ تعمیر جدید ہوئی ہے۔ کہ دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ خداوند ہمین اور ہر ایک مسلمان کو اسکی زیارت نصیب کرے +

تاج وتخت باپ کے بعد بیٹے کو منتقل ہوا کرے۔ اور آخر ان فضولخرچیون۔ اسیطرح کے خبطون اور خودرائی سے خود بھی اور نتیجے سے محروم ہوگئے۔ مگر پھر بھی اسقدر تسلیم نہ کرنا بعید از انصاف ہوگا۔ کہ فوجی درستی اور سامان حرب کی فراہمی وتیاری کا اونکو آخری وقت تک شوق رہا۔ اور یہ اسی شوق کا نتیجہ تہا۔ کہ ۱۸۷۷ء کے جنگ عظیم روس مین سرویا اور مانٹی نیگرو سے ایک سال پہلے سے لڑائی کے جاری ہونے کے باوجود ٹرکی گورنمنٹ کو سامان حرب کے متعلق کسیطرح کا تردد نہ ہوا۔ ورنہ اسوقت خزانہ کی ناداری کی جو حالت تہی وہ دنیا سے پوشیدہ نہین۔ اگر ایسی صورت مین لوازمات حرب بھی بہم پہونچانے پڑ جاتے۔ تو سخت مشکل درپیش آتی۔ البتہ بحری بیڑہ اور آہن پوش جہازات کی خرید اور تیاری پر جو کروڑون روپے صرف کیئے گئے تہے۔ اونسے اوس جنگ مین کچھہ مدد نہ ملی۔ لیکن یہ سلطان مرحوم کا قصور نہ تہا۔ بلکہ امراء بحر اور جنگ کے منتظمون کا۔ جو اگر چاہتے یا انہین حوصلہ وجراَت ہوتی۔ تو سلطان عبدالعزیز کے اس خاص اسراف سے اپنے غنیم کے برخلاف بیشقدر کام لے سکتے تہے۔

سلطان مرحوم کے ذاتی حالات کو چھوڑ کر جو بیست سالہ عہد حکومت کے اکثر حواشی مین جا بجا درج کر دیئے گئے ہین۔ مین اونکے عہد حکومت کے بڑے بڑے واقعات کیطرف متوجہ ہوتا ہون۔ سب سے اول ایسا واقعہ ۱۸۶۶ء مین گذرا۔ مالڈیویا اور والیشیا یعنی رومانیا کے باشندون نے یونانی حکمران کے برخلاف بغاوت کرکے اوسے معزول کر دیا۔ اور مجلس وکلا نے جلا کرکے اس ریاست کی مسند شاہ بلجیم کے بھائی کونٹ آف فلینڈرز کو پیش کی۔ جس کی نامنظوری پر شاہ پرشیا کے ایک چچا زاد بھائی پرنس چارلس کیطرف رجوع کیا گیا۔ اور اوس کی تقرری کا معاملہ کل آبادی کے سامنے پیش کیا گیا۔ باشندگان ریاست نے بکثرت رائے اس انتخاب کو پسند کیا۔ اور بعد ازان بابعالی نے بھی دیگر دول کی درخواست پر ۱۸۶۶ء مین شہزادہ مذکور کی تقرری کو منظور کر لیا۔

اول بغاوت کریٹ یہ معاملہ طے ہوا ہی تہا۔ کہ کریٹ کے عیسائیون نے یونانی گورنمنٹ کے اغوا سے علم بغاوت برپا کر دیا۔ اکثر مورخین کا بیان ہے کہ خود یونان کو بھی ایک اور زبردست سلطنت نے در پردہ مدد کا وعدہ کرکے ابھارا تہا بغاوت ابھی زورون پر ہی تہی کہ بابعالی نے یونان کی علانیہ امداد واعانت باغیان سے تنگ آکر اوسے باضابطہ طور پر اس روش سے باز آجانے کی فہمایش کی۔ یہی دول یوروپ کا یہ نازپروردہ فرزند ایک مسلمان گورنمنٹ کی فہمایش یا تنبیہ کب برداشت ہوسکتا تہا۔ اوس نے کچھہ پروا نہ کی۔ جس پر دونون ملکون مین سفارتی تعلقات منقطع ہوگئے۔ اور بظاہر لڑائی اٹل ہوگئی۔ جس کی چھڑ جانے پر بالغلب دوسرے اور طاقتین بھی اس کارزار مین شامل ہو جاتین۔ مگر آخر حس انصاف غالب آگئی۔ اور عرصہ دراز کے نامہ وپیام کے بعد دول اعظم یعنی انگلستان۔ آسٹریا۔ فرانس۔ اٹلی۔ پرشیا اور روس نے باتفاق رائے بتاریخ ۲ جنوری ۱۸۶۹ء یونان کو سخت سرزنش کی۔ اور اوسے لکھا کہ "قانون بین الاقوام کے اصول جیسے کہ دیگر اقوام پر عاید ہین۔ ویسے ہی یونان پر بھی ہین۔ قانون کسی ملک کو اجازت نہین دیتا کہ وہ اپنے کسی ہمسایہ ملک پر حملہ کرنیکو اپنی حد کے اندر رہا ہو، ایسی جماعتین تیار ہونے دے

لہ ولیم اول شاہ پرشیا اسی سال ۱۸۶۶ء مین آسٹریا کو جنگ ہفت ہفتہ (مجموع دہ ہفتون) مین شکست دیکر جرمنی کا قیصر ہوگیا تہا۔

اپنے بندرون مین جہازون کو مسلح ہونے دے۔"

یونان نے جب دیکھا کہ جن سے حمایت وامداد کی توقع تھی۔ وہ بھی اُکتے ہوگئے ہین۔ یا ایسی حمایت اونکی رائے مین اب قرین مصلحت نہین رہی۔ تو وہ اپنی طفلانہ حرکات سے باز آگیا۔ دول یوروپ کی وساطت سے ٹرکی اور یونان مین پھر سفارتی تعلقات قایم ہوگئے۔ اور سلطان نے باغی عیسائیون کو اکثر مطلوبہ رعائتین عطا کر دین۔ جس سے فتنہ فرو اور کریٹ کی پہلی بغاوت ختم ہوگئی۔ مگر ان رعایتون سے آزادی کی بنیاد قایم ہوگئی۔ جس پر ۱۸۷۷ء ۱۸۸۵ء اور ۱۸۹۶ء کی بغاوتون سے مزید عمارت تیار ہوتی گئی۔ اور آخر ۱۸۹۷ء مین حالانکہ اسی کریٹ کی بدولت سال ماقبل مین یونان اور ٹرکی مین لڑائی ہوئی تھی۔ اگر یونانیون کو اسمین پے درپے زکین اوٹھانے کے بعد بابعالی کو چھ کروڑ روپیہ تاوان جنگ اور صوبہ تھیسلی کے معتدبہ علاقہ کا تھوڑا سا حصہ دیکر صلح کرنی پڑی تھی۔ انگلستان۔ روس۔ فرانس اور اٹلی نے ہزارہا معصوم و بیگناہ مسلمان مرد و زن اور اطفال کی سنگدلانہ خونریزی اور بقیۃ السیف مسلمانون کی بیکسی و درماندگی کی کچھ پروا نہ کرکے کریٹ کو سلطان کی ماتحتی سے عملی طور پر آزاد کرادیا۔ اور اوسی ہزیمت خوردہ ملک کے بادشاہ کے دوسرے بیٹے کو وہان کا گورنر یا ہائی کمشنر مقرر کردیا۔ مگر یہ سب نمائشی کارروائی ہے۔ ان چارون طاقتون مین سے ہر ایک یہی چاہتی ہے کہ کسیطرح یہ اہم جزیرہ اوسے ملجائے۔ یہی وجہ ہے کہ کمشنر کے مقرر ہوجانیکے باوجود ان طاقتون نے اپنا فوجی قبضہ جو ۱۸۹۶ء کے آخیر اور ۱۸۹۷ء کے شروع مین نظام قیام کے لیئے جزیرہ پر کیا گیا تھا۔ اب تک نہین اوٹھایا۔ بلکہ اس کے برعکس وہان برابر جنگی سامان اور ذخایر جمع کر رہے ہین۔ اس آخری بغاوت کے ابتدائی حالات بست سالہ عہد حکومت کے ضمیمہ مین مندرج ہین۔ اور انتہائی کارروائی اخبار وکیل کی مندرجہ حاشیہ[1] تحریرات سے جن مین سے ایک پہلے درج ہوچکی ہے منکشف ہوجاویگی۔

[1] تخلیہ کریٹ کے متعلق جناب امیرالمومنین کی کارروائی کی تائید کرتے ہوئے چند مہینے ہوئے وکیل نے یہ رائے بھی ظاہر کی تھی۔ کہ ممکن ہے سلطان المعظم نے یہ بھی سوچ لیا ہو کہ جزیرہ مذکور کی جو عملی شاید اپنا رنگ دکھا جائے۔ اور دول یوروپ کی باہمی رقابت اور حرص و طمع اس جزیرہ کے لقمہ تر سے ایسی تیز اور مشتعل ہوجائے۔ کہ اوسے ضبط کرنا تقریباً محال ہوجائے۔ اور اسیطرح وہ آپسمین گتھ جائین۔ تازہ ترین ولایتی اور یوروپین اخبارات کے مطالعہ سے اس قیاس کو اور تقویت پہنچی ہے۔ المویدلکھتا ہے "عام افواہ ہے کہ کریٹ عنقریب انگلستان اور روس مین اختلاف عظیم کا باعث بنیوالا ہے کیونکہ دونون مین ہر ایک کو اندیشہ ہے کہ کہین دوسرا اوسپر اپنا ناواجب عمل دخل نہ کرلے۔ اگر یہ افواہ درست ہے تو اس تفاؤل یا تطیر دینیک یا بدشگون کے پورا ہونے مین کوئی شک نہین رہجائیگا۔ جو ہمارے ایک فاضل نامہ نگار نے کریٹ کی مستقبل حالت پر مضمون لکھتے ہوے مندرجہ ذیل بیت مین ظاہر کیا۔ کریدیا اہل اوروبا لکم شرر + ومعظم النار من مستصغر الشرر + (یعنی اہل یوروپ کریٹ تمہارے لیئے چنگاری ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ اکثر بڑی سے بڑی آگ ایک چھوٹی سی چنگاری سے پیدا ہوتی ہے)

اسی اخبار کا خاص نامہ نگار سکندریہ سے لکھتا ہے کہ روسی کریٹ مین جنگی سامان بکثرت بھیجرہے ہین۔ اس سامان مین کوہی

مسئلہ کریٹ ابھی منفصل نہ ہوا تھا۔ کہ سریا کی احسان فراموش اور نمکحرام حکمران پارٹی نے جو ٹرکی کے دشمنونکے ہاتھون بک چکی تھی۔ واویلا مچانا شروع کیا۔ کہ جب تک بلگریا اور دیگر سرحدی قلعون مین ترکی فوج مامور رہیگی ہمارے صوبہ کی آزادی صرف نمائشی ہوگی۔ ٹرکی کے اعدا کی درپردہ حمایت اور تحریک سے آخر یہ معاملہ یہانتک بڑہ گیا کہ سرویون نے اس مطالبہ کے منظور نکئے جانیکی صورت مین تلوار سے کام لینے کی دہمکیان دینی شروع کردین۔ جبپر انگلستان اور فرانس نے سلطانکو اس خواہش کے قبول کرلینے کی نصیحت کی۔ اور بابعالی نے اپریل ۱۸۶۷ء مین فرمان صادر کرکے ترکی افواج کو سریا کے تمام قلعون سے واپس منگوا لیا۔ اور اس طرح سے عیسائی بہائیونکی امداد و حمایت سے یہ صوبہ بھی اپنے سابقہ حکمرانون سے بالکل آزاد و خودمختار ہوگیا۔ صرف خراج کی کسر باقی رہی۔ جسے عہدنامہ برلن نے اُڑا دیا۔ اس سال سلطان عبدالعزیز نے یوروپ کی کئی ممالک کی سیر کی۔ اور لنڈن و پیرس مین کئی کئی دن قیام کیا۔ یہ پہلا عثمانیہ سلطان تھا۔ جو بغرض سیاحت اپنی مملکت کی حدود سے باہر گیا۔ اور یوروپ کی سیر کی۔ مگر اس پہلی ہی سیاحت کا جیسا نامبارک اثر سلطنت و سلطان پر ہوا وہ اوپر بیان ہوچکا ہے۔ سیاحت یوروپ سے پہلے ۱۸۶۳ء مین وہ مصر بھی گیا تھا۔ ۱۸۶۹ء مین پرنس آف ویلز اور انکی بیگم قسطنطنیہ گئین۔ سلطان نے نہایت تکلف کیساتھ مہانداری کی۔ اور اونکے اعزاز مین پہلی مرتبہ قسطنطنیہ مین بال (یعنی ناچ) کا جلسہ دیا گیا۔

نہر سویز بھی اسی سلطان کے عہد مین تیار ہوئی۔ اسمٰعیل پاشا نے پہلے بلا اجازت سلطانی اسکا اجارہ فرانسیسی ایم ڈمی لیپ کو دیدیا تھا۔ مگر بعد مین سلطان سے باضابطہ اجازت حاصل کرلی۔ بلکہ اوسکو اپنے طرز عمل سے ایسا خوش کردیا۔ کہ سلطان والی (یعنی گورنر جنرل) کے معمولی خطاب کی جگہ اسمٰعیل کو ۱۸۶۶ء مین خدیو کا خاص لقب عطا کردیا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۷۵) توپین بھی شامل ہین۔ مزید برآن روسی فوج کے افسرونکی بیویان بھی اونکے پاس ہیں جس سے یہ ثابت ہورہا ہے کہ فوج مذکور کو جزیرہ سے بلانیکا کوئی ارادہ نہین۔ یہی نامہ نگار ۲ جنوری کو لکھتا ہے کہ پرنس جارج کے افعال سے واضح ہورہا ہے کہ وہ دربردہ روس کے فایدہ کیلئے کارروائی کررہا ہے۔ شہزادہ مذکور وہ ہے جس نے سفر جاپان مین زار نکلس کی جان بچائی تھی روسی خزانہ سے چار ہزار پونڈ سالانہ وظیفہ ملتا ہے۔ روس کیطرح جو صوفا مین بیشمار سامان حرب بہیج رہا ہے انگلستان بھی قندیا مین جہان اوسکی فوج کی بڑی چھاونی ہے وافر ذخایر حرب جمع کر رہا ہے۔ اٹلی اور فرانس بھی انکے رفقا کے قدم بقدم چل رہے ہین۔ الغرض اگرچہ دول کے بیڑے کریٹ سے رخصت ہوگئے ہین۔ لیکن ابھی تک تین مقامات سوا عز الدین اور خانیا پر چارون طاقتون کا مشترکہ قبضہ موجود ہے۔ رتی مو پر صرف روسی ہر اقلیون پر صرف انگریز آستیا پر صرف فرانس اور کیسامو پر صرف اطالین قابض ہین۔ روس کی کوشش ہے کہ وہ تنہا کل جزیرہ پر قابض ہوجائے۔ اور انگلستان چاہتا ہے کہ مصر کیطرح کریٹ بھی اوسکے تصرف مین آجائے۔" ان بیانات کی تصدیق ٹایمز مورخہ ۶ جنوری کے مندرجہ ذیل

اور ساتھ ہی خراج کے دگنا کردیئے جانیکے معاوضہ مین خدیوی سند کی وراثت مین یہ تغیر کردیا کہ باپ کے بعد بیٹا وارث ہوا کرے۔ اس سے پہلے مصر مین ترکی طریق وراثت رائج تہا۔ سلطان کے بعد اسمٰعیل نے بھی یورپ کی سیر کی۔ جہان اُسکی خود مختار بادشاہون مین ایسی آؤبھگت کی گئی کہ ۱۸۶۹ء مین اوس نے نہر سویز کے افتتاحی جلسہ مین نہایت عظیم الشان جلسہ کیا۔ جس مین قیصر آسٹریا اور پرنس آف ویلز بھی شریک ہوئے۔ انہی حرکات سے سلطان نے سخت کبیدہ خاطر ہو کر اپنے معزز نائب سے بازپرس کی۔ اور اوس نے طویل نامہ و پیام کے بعد آخر اپنی گستاخی سے تائب ہو کر باب عالی کی پیشکردہ شرائط کو منظور کرلیا۔

محاربہ ڈنیوب اور کریمیا کی مہیب خونریزی اور بیشمار زر و دولت کے صرف سے اگر ٹرکی کو کوئی فایدہ حاصل ہوا تھا تو یہی کہ بحیرہ اسود مین روس کی بحری طاقت معدوم کردیگئی تھی۔ اور آیندہ کے لیے اوسے وہان جنگی جہاز یا اسٹیشن بنانے کی ممانعت ہوگئی تہی۔

اتحاد اسلام ۱۸۷۰ء مین فرانس کے شکستیاب ہو جانے پر جس لڑائی مین ٹرکی نے بالواسطہ یا بلاواسطہ کچھ دخل نہین دیا تھا۔ روس کو اس پابندی سے آزاد ہونیکا موقعہ ملگیا۔ جب تک فرانس طاقتور رہا۔ وہ روس وغیرہ سے عہدنامہ پیرس کی احترام اور پابندی کرانے کے لیے ہر وقت انگلستان کا ساتھ دینے کو تیار اور اس کام کے قابل بھی تہا۔ مگر اب اکیلے انگلستان کو اس سخت عہدی کی مخالفت کرنیکی جرأت نہ پڑی بلکہ اوس کی گورنمنٹ نے مسٹر گلیڈسٹون کی مہربانی سے روس کو اس بدعہدی کے ناجائز جائز بنانے کی تدبیر بتلادی۔ اور فروری ۱۸۷۱ء کو لندن مین باضابطہ معاہدہ ہو کر عہدنامہ پیرس کی وہ دفعات جو بحیرہ اسود کے متعلق تہین منسوخ کردیگئین۔ ترکی گورنمنٹ نے یکہ و تنہا اس بے ایمانی کی مزاحمت کرنا قرین مصلحت نہ سمجھا مگر اوسے مغربی طاقتون کی بیوفائی سے ایسا صدمہ پہنچا کہ ایکطرف تو اوس نے اپنی پالیسی کو بدلکر روس سے دوستی کرلینے کا عزم کرلیا اور دوسری طرف یہ یقین کر کہ وہ تن تنہا کبھی یورپ مین قایم نہین رہ سکتی۔ اس تنہائی کی تلافی اعداء کے مقابلہ کے لیے کافی طاقت بہم پہنچانے۔ اور سلطنت کے قیام کیلیے عام اسلامی اتحاد اور خلافت کے رشتہ کو افریقہ و ایشیا مین مضبوط کرنے کی کوشش کردی۔ چنانچہ اسی غرض کیلیے ادیب کامل و فاضل اجل احمد فارس آفندی کے اہتمام سے پہلا عربی اخبار الجوائب قسطنطنیہ سے شائع کیا گیا۔ انہی دنون شاہ ناصر الدین شہید سیاحت یورپ سے فارغ ہو کر قسطنطنیہ اور دونون مسلمان فرمانرواؤن مین اسلام اور مسلمانون کی عام پستی اور انکی دوبارہ عروج و ترقی کے اسباب پر بحث پر لمبی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۷۶۔ ظاہر کر رہے ہین۔ لیکن کریٹ کا بطور سابق دول کی باہمی رقابت کا آماجگاہ رہنا بالکل قرین قیاس ہے ہم یہ کبھی نظرانداز نہین کرسکتے کہ پرنس جارج کو منتخب کرنے والا روس ہے۔ اور یہ امر کچھ کم مطلب خیز نہین کہ پرنس کا پہلا کام یہ تہا کہ اوس نے اون مدرسون اور گرجون کا بنیادی پتھر رکھا جو روس کے خرچ سے تعمیر ہونگے۔" (از وکیل ۳۰ جنوری ۱۸۹۹ء)

چوڑی گفتگو مین ہوتی رہین۔ سلطان عبدالعزیز کے معلومات کی وسعت اور باخبری کا اسی سے اندازہ ہو سکتا ہی کہ مولانا بالا گفتگو اونکے
بیچ ایک کے اثنا مین سلطان مرحوم نے مسلمانان ہندوستان کی جہالت اور مذلت کا تاسف ذکر کرکے ارشاد فرمایا کہ ایک
خدا کا بندہ سید احمد خان اونکو جگانے کی کوشش کر رہا ہے۔ خدا کرے کہ اوسکی مساعی بارور ہون۔ یہ اوس وقت کا ذکر ہے جبکہ سید مرحوم کو ہندوستان
مین بھی ابھی عام شہرت حاصل نہین ہوئی تھی۔ مگر سلطان عبدالعزیز شہید بقدر مسافت بعیدہ کے حائل اور خود بقدر بلند مقام تخت
پر قائم ہونیکے باوجود کہ بڑے بڑے جلیل القدر اشخاص کو بھی وہان تک بمشکل رسائی ہو سکتی تھی۔ اس عاشق قوم اور فدائے ملت کو اوسکے حالات
سے واقف ہو گیا تھا۔ افسوس مسلمانونکی بدقسمتی سے یہی سلطان پھر ایسا غافل ہوا کہ چند ہی برسونکے بعد اوسی وہی کارروائیان جو خود
اوسکے دار الخلافہ مین اوسکے برخلاف کیجا رہی تہین۔ سازشیون کیوقت مقررہ سے ایک لحظہ بھی پہلے معلوم نہ ہو سکین۔ سلطان کے ایما
سے اسمٰعیل پاشا نے سیغرض کیلئے زنجبار۔ مراکو۔ اور جزائر محیط کے مسلمان فرمانروائیون سے خط وکتابت کا سلسلہ شروع کیا
لیکن نتیجہ خاک بھی نہ نکلا کہ کسی مسلمان فرمانروا یا کسی مسلمان قوم کے سر برآوردہ اشخاص کو ذاتی اغراض یا ذاتی لہو ولعب اور
عیش وعشرت یا تنگ خیالی کے تہ در تہ غلافون اور پردون سے باہر نکلنے کی توفیق نہ ہوئی۔ توفیق ہونا تو درکنار اس
خیال تک بھی نہ کیا گیا۔ یہ تدبیر تو یون بیکار گئی۔ اور دوسری تدبیر جو دو دھاری تلوار سے کم خطرناک نتھی نامرادی طالع سے
ایسی الٹی پڑی کہ سلطنت بیخ وبن تک لرز گئی۔ یہ تدبیر روس سے دوستی کی تہی۔ جسکی خطرناکی ایک عربی شاعر کے اس مقولہ سے ظاہر
ہو رہی ہی کہ "اگر تو دشمن سے ایکبار ڈرتا ہے تو دوست سے ہزار مرتبہ ڈرتا رہو"۔ جن مدبرون نے یہ پالیسی اختیار کی تھی اونسے
اس کے خطرات پوشیدہ نہ تھے۔ چنانچہ اونکا عندیہ اسوقت کے نیم اخبار "ترکی" نے مندرجہ ذیل الفاظ مین صاف صاف بتا
دیا تھا "ترکی نے اپنے قدیمی دشمن روس سے اس لیئے دوستی نہین کی کہ اوسے روسی گورنمنٹ کے دوستانہ ارادہ وپر اعتبار وبھروسہ
ہے۔ بلکہ زیادہ تر اس لیئے کہ اوسے اندیشہ ہے کہ اگر روس سے لڑائی ہو تو اوسکا کوئی مدد ومعاون نہین ہوگا" بالفاظ دیگر ان
مدبرون کا اصل منشاء یہ تہا کہ روس کو کبھی ناراض ہونیکا موقعہ نہ دیا جائے۔ اور سیغرض کے لیئے روس سے بظاہر دوستی رکھی جائے
مگر اس نمائش کو قائم رکھنے کیلئے روسی سفیر سے لازمی طور بہ زیادہ خلا ملا رکھنا پڑا۔ روسی سفارت پر اسوقت جنرل اغناٹیف
ایسا عیار شاطر مقرر تہا۔ ہمتواتر ربط وضبط سے اوسے رفتہ رفتہ آخر سلطان پر جسکی کمزوریان اور نقص اوسپر کھلتے جاتے تھے
ایسا اقتدار حاصل ہو گیا کہ سلطان جدید پالیسی کی اصل غرض وغایت کو بالکل فراموش کرکے اغناٹیف کے ہاتہ مین کٹھ پتلی
بن گیا۔ اور اوسے اپنا ایسا مخلص رفیق اور سچا خیر خواہ سمجھنے لگ گیا کہ اوسکے مشورہ کے بغیر کوئی کام نہ کرتا۔ اور جو صلاح وہ
دیتا اوسی پر کاربند ہوتا۔ اس مجنونانہ اعتماد وبھروسہ اور دلدادگی کا اسی سے قیاس ہو سکتا ہی کہ جب ۱۸۷۵ع کے شروع مین ہرزیگوینا
کے مفسدون نے علم بغاوت بلند کرکے کئی مسلمان دیہات کو خاکستر اور وہان کے باشندون کو تہ تیغ کر دیا۔ اور ترکی گورنمنٹ نے امر
بلوہ کے انطفا کیلئے باقاعدہ فوج نظام بہیجنی چاہی۔ تو اغناٹیف نے سلطان کو پٹی پڑہائی کہ ایسے فضول کامون کیلئے نظام فوج بہیجنے کی
کیا ضرورت ہے بیقاعدہ فوج کی چند پلٹنین کافی ہین۔ بلکہ اول تو یہ کافی ہے کہ مسلمان باشندونکو مسلح کر دیا جائے۔ سلطان نے ایسا

ہی کیا۔ اور جیسا کہ اغناطیف نے سوچ رکھا تھا۔ مسلمان آبادی سے جو بیری بیٹھی تھی حکم ملنے پر عیسائی رعایا پر مظالم کا بدلہ لینے میں اپنی طرف سے کوئی کوتاہی نہ کی جس پر کل یوروپ میں ترکی حکومت کے برخلاف عام ہلچل مچ گیا۔ سلطان کو معزولی سے چند برس پہلے سود پر قرض لیتے رہنے اور آخر سود کی ادائیگی بند کر دینے کا بھی اسی نیک بخت نے مشورہ دیا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یوروپ کے زر دوستوں کو ترکی سے جسے وہ دیوالیہ سمجھ بیٹھے تھے کوئی ہمدردی نہ رہ گئی۔ بلکہ اس کی بربادی کے خواہاں ہو گئے۔

یہ کل خرابیاں مدبر و فرزانہ وزیر اعظم عالی پاشا کی بیوقت موت سے واقع ہوئیں۔ اگر خداوند کریم اوسے چند برس اور زندہ رکھتا تو یہ نمائشی دوستی کی تدبیر اُستروں کا مالا نہ بنتی۔ نہ سلطان پر اغناطیف کو یہ اقتدار حاصل ہو سکتا۔ اور شاید اتحادِ مسلمانان کی تجویز بھی بالکل بے اثر نہ رہتی۔ یہ دور اندیش محب ملک و قوم ۱۸۷۱ء کے موسم گرما میں فوت ہو گیا۔ اور اسکے بعد کوئی ایسا شخص نہ رہ گیا جو قومی جہاز کی ناخدائی کر سکے۔ یا اگر کوئی موجود تھا۔ تو اوسے سلطان پر اقتدار قائم کرنیکا سلیقہ نہ تھا۔ عالی پاشا کے اعلیٰ تدبر اور سینٹرل اندیشی کے ثبوت میں اوس کی وزارت کا ایک اہم واقعہ یہاں پر درج کر دینا بے موقع نہ ہوگا۔ اکثر ناظرین سے یہ امر پوشیدہ نہیں ہوگا کہ ترکی میں دول اجنبیہ کے قونصلوں کو اپنے اپنے ملک کی رعایا پر جوڈیشل اختیارات بھی حاصل ہیں۔ ملکی عدالتوں کو اجنبیوں پر مطلقاً کوئی اختیار حاصل نہیں۔ یہ حیرت انگیز مراعات سابقہ سلاطین نے جبکہ ترکی طاقت نہایت عروج پر تھی۔ اور اوسے کسی یوروپین طاقت سے کسیطرح کا خوف نہیں تھا۔ یوروپین تاجروں کی حوصلہ افزائی کیلئے ممالک یوروپ کی عاجزانہ استدعاؤں پر عطا کی تھیں۔ ایسی مراعات سب سے اول فرانس کو عطا ہوئیں پھر اوسکی تقلید میں رفتہ رفتہ کل ممالک کو ملگئیں۔ یہ مراعات انگریزی میں کیپی ٹولیشنز اور ترکی میں امتیازات کہلاتی ہیں۔ ترکی کے طاقت کے کمزور ہوتے چلے جانے پر ان رعایتوں کی خرابیاں ظاہر ہوتی شروع ہو گئیں۔ اور انکی آڑ میں اعدا کو دراندازیوں کا خوب موقع ملگیا۔ ترکی گورنمنٹ کسی اجنبی سے خواہ وہ اوس کے ملک میں سلطنت کے برخلاف کیسے ہی سنگین جرم کا مرتکب ہو کسیطرح کی بازپرس نہ کر سکتی تھی۔ یہ دیکھ کر کئی شریر ملکی بھی دول اجنبیہ کی رعایا بن کر ترکی قانون کی گرفت سے آزادی حاصل کرنے لگ گئے۔ عالی پاشا نے ان خرابیوں کے انسداد کیلئے ان عجیب اختیارات کی منسوخی کیلئے جو صرف ترکی میں ہی اجنبیوں کو حاصل ہیں اور انکی طفیل سلطنت کے اندر کئی اور سلطنتیں اور حکومتیں بنی ہوئی ہیں۔ کوشش شروع کی۔ اور ماہ جون ۱۸۶۷ء میں دول یوروپ کو ایک مراسلہ بھیجا جس میں ان رعایت کی خرابیاں واضح کیں۔ اور التماس کی کہ اس رعایت سے دست بردار ہونا منظور کریں۔ طول طویل نامہ و پیام کے بعد ۱۸۶۹ء میں چند دول نے بعض ترمیمیں منظور کر لیں۔ مگر یہ معاملہ ابھی منفصل نہ ہوا تھا کہ عالی پاشا فوت ہو گیا۔ اور اوسکے بعد ۱۸۷۵ء میں مدحت پاشا کو صرف اسقدر کامیابی ہوئی کہ دول نے فقط مصر میں ان رعایتوں کے کچھ حصہ سے دست بردار ہونا منظور کر لیا۔ وہاں قونصلوں سے دیوانی مقدمات کے انفصال کے اختیار لیلئے گئے۔ اور ایسے مقدمات کے لیے (۱۸۷۵ء میں مشترکہ عدالتیں یعنی ایسی عدالتیں جن میں چند دیسی اور چند مختلف اقوام کے یوروپین جج مقرر کئے گئے۔) قایم کیگئیں۔ اپنے اپنے ملک کی رعایا کے برخلاف فوجداری اختیارات قونصلوں کو برابر حاصل ہیں مگر مشترکہ عدالتوں

لہ یہ نامور وہ مدبر بھی ایسی سینٹرل کام کر گیا کہ ہر وقت افریقہ اور یورپ میں صرف انہی کی بدولت عثمانیہ حکومت ہے ناظرین کو یہ معلوم ہے کہ کل [illegible]

[illegible]

کو بھی فوجداری کے کچھ جزوی اختیار دیئے گئے۔ یہ عدالتین پہلے پانچ برس کیلیے قایم کیگئین پھر اسیطرح پانچ پانچ برس کیلیے توسیع ہوتی رہی۔ ۳۱ جنوری ۱۸۹۹ء کو آخری پانچسالہ میعاد کے گذر جانے پر اور ایک سال کی توسیع منظور ہوئی ہے جبکے بعد شاید یہ موقوف ہو جاوین۔ اور دیگر ممالک کیطرح مصر کی ملکی عدالتون کو بھی اجنبیون کے دیوانی اور کسیقدر فوجداری مقدمات کی سماعت و تجویز کا اختیار مل جائے۔ ٹرکی خاص کے لیے دول نے اس استحقاق کو چھوڑنا منظور نہ کیا۔ چنانچہ وہ ابھی تک بدستور اس مصیبت و بلائے عظیم مین مبتلا ہے۔ ان امتیازات کی مضرت کا اندازہ ناظرین کو ایک منصف مزاج عیسائی مورخ کے ان الفاظ سے بخوبی ہو جائیگا کسی قوم کی خود مختاری کو پامال کر دائمی سازشون کا بازار گرم رکھنے اور اسکو نہ فقط دوسری قومون بلکہ خود اپنی نظرون مین بھی ذلیل و خوار بنانے کیلیے اس رواج سے موثر کوئی طریقہ نہین ہو سکتا۔ یہ اوسی مداخلت و دراندازی کرتے رہنے اور ٹرکی کیساتھ دیگر یوروپین سلطنتون کے مستبدانہ سلوک کرنیکی پالیسی کا ایک اہم جزو ہے جسکا پھل سلطنت عثمانیہ کی تباہی اور مشرق مین روس کی کامل کامیابی کے سوا اور کچھ نہین ہو سکتا۔ (لارڈ منسٹر اولیو)،

ان امتیازات کی مضرتین اس حد تک بڑھ گئی تھین کہ وہ ہمارے موجودہ امیر المومنین عبدالحمید خان کو تخت نشین ہوتے ہی ایک جنگ عظیم مین مبتلا ہو جانیکے باوجود مخفی نہ رہین۔ اور اسی جنگ کے دوران مین ماہ نومبر ۱۸۷۷ء اونہون نے اس امر کی سخت شکایت کی کہ دول یوروپ ٹرکی کی ان مراعات سے نہایت نامناسب فائدہ اوٹھا رہی ہین۔ مگر ایماندار مسیحی طاقتون پر محض زبانی شکایت سے کیا اثر ہو سکتا تھا۔ اور انسے ایسی عالی ظرفی کا کب اظہار ہو سکتا تھا کہ ایک مسلمان سلطنت کا کسیقدر بھی اپنے آہنی پنجہ گرفت سے رہا ہو جانا گوارا کرین حتی کہ ۱۸۹۷ء کے محاربہ یونان کے بانی فتح اختتام پر جب سلطان المعظم نے شرائط صلح مین ایک یہ بھی شرط پیش کی کہ فریق مغلوب امتیازات سے محروم کر دیا جاوے۔ تو یوروپین دول نے محض پولیٹکل بدنیتی۔ مذہبی تعصب اور نیز اس اندیشہ سے کہ کہین دیگر ممالک کے امتیازات کی منسوخی یا ترمیم کے لیے بھی یونان کے امتیازات کی منسوخی یا ترمیم سے نظیر نہ پیدا ہو جائے۔ اس شرط کو منظور کرنا تو درکنار اسے سننا تک گوارا نہ کیا۔ اور خلیفۃ المسلمین کو ان مہذب و ایماندار طاقتون کے طاقتور جتھے اور اتحاد کے سامنے صبر و خاموشی سے کام لینے کے سوا اور کوئی چارہ نہ رہا اور انپر اب آخری مرتبہ بمنزلہ حق الیقین واضح ہو گیا کہ ان ایماندارون سے انصاف و عدالت کی توقع محض فضول ہے، اور تلوار کے زور کے سوا، اور کسیطرح سے نہ انسے اپنے موجودہ حقوق کی حفاظت ہو سکتی ہے۔ اور نہ اونکے مغصوبہ حقوق واپس مل سکتے ہین۔

عالی پاشا کے بعد محمود وزیر اعظم ہوا۔ مگر سلطان کو سب سے زیادہ اعتبار احمد وافق آفندی پر رہا۔ جولائی ۱۸۷۲ء مین محمود معزول ہو گیا۔ اور اس کی جگہ مدحت پاشا بغداد کا گورنر مقرر ہوا۔ اونسے سلطان کی فضول خرچی کو روکنے کی کوشش کی جسپر اوسے برطرف کر کے رشدی کو وزیر اعظم بنا دیا گیا۔ درینولا روسی سفیر کے اغوا سے سلطان کو طریق وراثت کو بدلنے اور اپنے بھتیجے مراد کی جگہ اپنے بیٹے یوسف عزالدین کو وارث اور ولیعہد بنانے کی خواہش نے بے چین بنانا شروع کر دیا تھا

جس سے اوسکی طرف سے محب وطن مسلمانون کے دلون مین اور کدورت پیدا ہوگئی۔ آخر مین ۱۸۷۳ء آپہنچا۔ اور روس آسٹریا
اور جرمنی مین باہم ترکی مقبوضات کے ہضم کرنیکے لیے وہ اتحاد ثلاثہ ہوگیا۔ جس کا پہلے ذکر ہوچکا ہے۔ اس اتحاد کے ہوتے
ہی اوسپر عملدرامد کرنے کی تیاریان شروع کرکے انتصاب کیلیے ابتدائی کارروائیون کا آغاز کردیا گیا۔ ترکی کی احسان فرموش
عیسائی رعایا صدیون سے اوسکے اعدا کے ہاتھ مین ایکدار آلہ کا کام دیرہی تہی۔ اسی سے اب بہی استحصال کرنیکا کام
لیا گیا۔ آسٹریا اور روس کی تحریک سے پہلے جولائی ۱۸۷۵ء مین ہرزیگووینا کے عیسائیون نے بغاوت کردی۔ پھر مانٹینیگرو کے
غدار کوہستانی مسلمانون کے دیہات پر ٹوٹ پڑے۔ اور تہوڑے ہی عرصہ بعد بوسنیا کے عیسائی بہی برسر فساد ہوگئے۔ باجانی
اونکی سرکوبی کیلیے غازی مختار پاشا کو مامور کرکے نرمی اور آشتی کی روش کو بہی ہاتھ سے نہ دیا۔ اور چند ہفتون مین [illegible] فرو
ہوگیا۔ لیکن یہ امن اون طاقتون کی مہربانی سے جو ٹٹی کی اوٹ مین شکار کہیل رہی تہین۔ زیادہ عرصہ تک قائم رہ سکتا تہا۔
اس تمہیدی کارروائی کے بعد اتحاد ثلاثہ کے ایک شاطر قیصر آسٹریا کے وزیر خارجہ اندراسی نے جنوری ۱۸۷۶ء مین پہلا پیادہ
آگے کیا۔ اوس نے دول یوروپ کو ایک گشتی مراسلہ بہیجکر باغیون کو باجانی سے چند رعایتین دلوانے کی استدعا کی۔ اور
اس خوف سے کہ کہین باجانی اور غیر ازدار طاقتین شروع مین ہی سمجھ کر نہ اکھڑ جائین۔ رعایتین بہت نرم اور مناسب
تجویز کین۔ جن کو باجانی نے جو بعینہٖ اسیطرح کی رعایتین خود بخود چند ہفتہ پہلے باغیون کو عطا کرچکا تہا بخوشی تسلیم کرلیا
مگر ایماندار آسٹریا نے دوسری طرف درپردہ باغیون کو ان رعایتون سے انکار کردینے کا اشارہ کردیا۔ اور اونہون نے
اس ابلیسانہ تحریک کی تعمیل مین ایسی شرائط پیش کین جن سے صوبجات بوسنیا۔ ہرزیگووینا پر ترکی حکومت کا ہی عملی طور
پر خاتمہ نہین ہوجاتا تہا۔ بلکہ وہان کے مسلمان زمیندارون کے املاک کا ہی حصہ کثیر جو تقریباً ۱/۳ اراضی کے مالک تہے عیسائی باغیون
کے قبضہ مین چلا جاتا تہا۔ کونٹ اندراسی جو یہی چال چل چکا تہا۔ اب متمدنہ اخلاق و دیانت اور نمایشی ڈپلومیٹک ایمانداری کی
خلاف ورزی کا مرتکب ہوئے بغیر باغیون کے ان جدید مطالبات کی حمایت نہین کرسکتا تہا۔ اس لیے یہ کام اتحاد ثلاثہ کے دوسرے
شاطر قیصر جرمنی کے وزیر پرنس بسمارک پر چہوڑا گیا۔ اور اوسنے دول عظام اور ترکی کو تاریخ ۱۱ مئی ۱۸۷۶ء ایک گشتی مراسلہ بہیجکر بجائے
بوسنیا و ہرزیگووینا کے باغیون کو تقریباً وہی رعایتین دلوائی جانے کی استدعا کی جو خود باغیون نے طلب کی تہین۔ فرانس و اٹلی تو
فریب کہاکر ہمراہ ہوگئے۔ مگر انگلستان کے صیغہ خارجہ کو اتحاد ثلاثہ کے مقصد و مدعا کی کچہ بہنک پڑگئی ہوئی تہی۔ اوسنے تاڑلیا کہ یہ سب
اسی مدعا کے حصول کی تمہیدین ہین۔ چنانچہ اوسنے اتفاق کرنے سے انکار کردیا۔ یہ سلسلہ ابہی درپیش تہا کہ تیسرے شاطر نے بلگیریا مین جسکے
باشندے مذہباً و قوماً روسیون سے بہت کچہ ملتے جلتے ہین۔ اور جنکو وہ عرصہ دراز سے بغاوت کا سبق پڑہا رہا تہا۔ شروع مئی ۱۸۷۶ء
مین بغاوت کرادی۔ اور شیطان سیرت بلغاری عیسائیون نے تمام احسانات کو فراموش کرکے کئی دیہات کے مسلمانون کو بلاتمیز مرد و زن
یا صغیر و کلان کمال سفاکی سے تہ تیغ اور انکے مساکن کو خاکستر کردیا۔ اس بغاوت کو فرو کرنے پر [illegible] کے شوریدہ سر غیر آئینی مجمع اور
مسلمان باشندے مامور کیے گئے۔ جنکی ترکی پر ترکی کارروائیون کو روس کے [illegible] ہوا خواہون کو بادرونے متعصبانہ مبالغہ اور رنگ آمیزی

اسی سبب اور بگلانہ ظاہر کیا کہ انگلستان کے اکثر باشندے بھی جو قرضہ کے سود کے التوا سے پہلے ہی برگشتہ خاطر ہو رہے تھے۔ ترکون کے خون کے پیاسے ہو گئے۔ اور اسطرح روس نے ایک پتھر سے دو جانور شکار کر لیے۔ ایک تو اس بغاوت سے ترکی کے لیے مزید مشکلات پیدا کر دی اور ادھر انگریزی گورنمنٹ کو جو سازش سے کسیقدر واقف ہو جاتی کی وجہ سے نہ فقط یہی شمالی یورپ کے تین مقدس مہاتماؤن کی بیگمی چپڑی باتون اور ریاکارانہ ہمدردی کے بہرون مین آنیسے متامل ہو رہی تھی۔ بلکہ اس کے مخالف ہو جانیکا بھی اندیشہ تھا۔ انگریزی قوم مین عام تحریک پیدا کر کے مخالفت کے قابل نہ رہنے دیا۔ اس کیساتھ ہی کوروتمک سرویا اور رومانیہ مگرو کے حکمرانون کو انجمنیت کر دیگئی۔ اور ان کل عنایتون کو بھلا کر اپنے دینی بھائیونکی امداد و دستگیری کے بہر و سہ پر ترکی کے شکار مین شریک ہونے کیلیے جنگی تیاریان کرنے لگے۔ مگر اور دیگر ہمسایہ دول کے علاوہ روس کی ان بد بہی معاندانہ چالون اور انگیختون کے باوجود سلطان عبدالعزیز کی وارفتگی مین کوئی فرق نہ پڑا۔ بلکہ اسی مکار دشمن کے چالاک سفیر کو اور پر اب پہلے سے زیادہ قابو ہو گیا۔ ادہر روسی گورنمنٹ خفیہ وعلانیہ چالون اور سازشون سے سلطنت کی بیخکنی کر رہی تھی۔ اور ادہر اوسکا سفیر سلطان کی ناک کا بال بنا ہوا اپنے دلفریب مگر زہریلے مشورون سے سلطنت کی بنیاد دوران مین سرنگ لگا رہا تھا۔ اس مہلک مجہولیت کیساتھ ہی سلطان مرحوم کے دماغ مین اپنی قابلیت و مدبری کا کچھ ایسا زعم سما گیا تھا کو کسی حقیقی خیر خواہ کی گفتگو تک سننی کی برداشت نہ تھی۔ یہ رنگ دیکھکر محب ملک جماعت سے زیادہ صبر نہ ہو سکا۔ سلطان کو معزول کرنے کی صلاح کیگئی۔ اور آخر ۳۰ مئی ۱۸۷۶ء کو بروز شنبہ سلطان عبدالعزیز بجبر مگر کسیطرح کا فساد ہونیکے بغیر تخت سے اوتار دیئے گئے۔ اور سلطان عبدالمجید کا بڑا بیٹا شہزادہ مراد جسکو چند روز پیشتر سے عبدالعزیز نے سخت حراست مین کر دیا ہوا تھا مراد خامس کے نام سے تخت پر

ل یہ علت محاربہ کریمیا مین ترکی کو جہٹی اور رفتہ رفتہ اسکی چاٹ ایسی پڑگئی کہ ۱۸۷۶ء تک اسکی مقدار ساڑھے انیس کروڑ پونڈ ہو گئی۔ جسکا زیادہ حصہ ملک و ملت کی مزید بدبختی سے ممالک غیر اور بالخصوص لنڈن سے حاصل کیا گیا۔ سلطنتون کے قرضہ کو عموماً قومی قرضہ کہا جاتا ہے۔ اور جس قدر اوسکی مقدار زیادہ ہو اسیقدر ملک کو زیادہ خوشحال تصور کیا جاتا ہے۔ مگر ترکی کے قرضہ پر یہ دونون باتین صادق نہین آسکتین۔ ایسے قرضونکو قومی یا زیادہ تر اسلیئے کہا جاتا ہے کہ اکا بڑا حصہ عموماً اپنا ملک ہی سے حاصل ہوتا ہے۔ اور جسیقدر اس لیئے کہ چونکہ اوسی گورنمنٹ نے جو انتظام ملک کیلئے قوم کی نائب ہوتی ہے۔ ملک کی بہتری کیلئے کیا ہوتا ہے اوسکی ادائیگی کی ذمہ وار درحقیقت قوم ہی ہوتی ہے۔ ایسی قرضونکی پیشگی کے ساتھ ملک کی خوشحالی اور ثروت کا معیار متصور ہونیکی کہ معلوم ہو سکتی ہے کیونکہ اگر قرضہ اپنا ملک سے حاصل کیا گیا ہو تو اسکی کثیر المقداری اہالی ملک کی تمول مین شہادت ہوگی۔ اور اگر باہر سے حاصل کیا گیا ہو تو یہ صاف ظاہر ہے کہ مہاجنان دیگر ممالک کو کسی ملک کی خوشحالی اور صفائی معاملگی پر اعتبار ہے وہ کبھی اپنے روپیہ کو جوکھم مین نہین ڈالسکتے۔ یہ مسلم امر ہے کہ اعتبار دولت کے مترادف ہے۔ لیکن بد قسمتی سے ترکی کا قرضہ صرف دوسرے معنون مین قومی قرضہ ہے۔ اور اس کی مقدار کی زیادتی اسکی خوشحالی کا معیار نہین ہو سکتی تھی کہ قرض دہندگان مسافت بعیدہ پر ہونیکی وجہ سے اصل حالات سے واقف نہ تھے۔ اور محض ملالونکی پہ یقین آکر اوس ترکی کے بڑے نام سے دہوکہ کہاکر اپنی جیبون سے روپیہ نکال رہے تھے۔ ادہر ترک اس میدہ الفنی بالکل آشنا تھے۔ اور یہ انکے لیئے ایک بالکل نئی آزمائش تھی۔ جسکی حکمت تک پہنچنے کی وہ بہت کم کوشش کرتے تھے۔ اپنی نمایشی اعتبار پر سرمست ہو کر اندھا دھند قرض لیتے رہے۔ اور جب سود کا وقت آیا تو اور قرض لیکر سود ادا کرتے رہے۔ مگر ایسا غفلت کب تک چلسکتی تھی۔ آخر بہشتی پھوٹا اور ریلے جسے پہونچا۔ یورپ مین ترک اصل حالات سے بتدریج واقف ہو جانیکی وجہ سے اور قرضہ چکانیسے تامل کرنے لگ گئے۔ اور ملک کی مدیح

سنبھلا دیا گیا۔ سلطان معزول باسفرس کے محل طوپ قپو میں نظر بند کر دئے گئے۔ جہاں عزل سے چھ دن بعد ۶ جمادی الاول ۱۲۹۳ھ مطابق ۴ جون ۱۸۷۶ء کو اونکی لاش خاص کمرہ میں بیجان پائی گئی۔ ترکی گورنمنٹ نے اسوقت تو یہ ظاہر کیا کہ سلطان مرحوم نے خودکشی کی ہے مگر بعد میں یہ ایکطرح بخوبی تحقیق ہو گیا۔ کہ سلطان مرحوم کو خود شہید کیا گیا تھا۔ لیکن اس گناہ کبیرہ کے ارتکاب یا اسکے مشورہ میں سلطان مراد کو مطلقاً دخل نہ تھا۔ یہ سب کارروائی معزول کنندہ جماعت نے بزعم خود محض ملک کی بہتری اور اس امر کے انسداد کیلئے کہ بلوہ نہ ہو جائے بمنشاء خود کی تھی۔

سلطان مراد کا عزل۔ موجودہ خلیفۃ المسلمین کی تخت نشینی اور خاتمہ کتاب

اس نوجوان اور مستعد شہزادہ کی تخت نشینی پر قوم کو بڑی بڑی توقعات تھیں۔ بہت کچھ امیدیں ہو گئیں۔ اور مراد کے ابتدائی افعال سے ان امیدوں کو بہت سی تقویت پہنچی۔ اوسنے اپنی ذاتی وظیفہ میں سے تین لاکھ پونڈ کم کر دئے علاوہ ازیں سلطانی معادن کی آمدنی بھی خزانہ کے سپرد کر دی۔ اور عمال و حکام کے نام اصلاح حال کیلئے تاکیدی احکام صادر کر کے خود بھی امور مہام سلطنت کے انصرام میں قابل تعریف سرگرمی سے مصروف ہو گیا۔ مگر اوسے تخت پر بیٹھے زیادہ عرصہ ہوا تھا کہ سلطنت کے تفکرات کے ہجوم کیساتھ ہی اچانک ایک شدید مرض دسرطان نے بھی حملہ کر دیا۔ جس سے وہ جانبر تو ہو گیا۔ لیکن نحافت و کمزوری غایت درجہ کی ہو گئی۔ وہ اس مرض سے ابھی شفایاب ہوا تھا کہ وزراء کو نئے سلطان سے بھی موجودہ مشکلات کے سلجھاؤ کی امید نہ رہی۔ اور اوسکی فرمانروائی کو وہ سلطنت کیلئے مضر خیال کرنے لگ گئے۔ چنانچہ وہ ابھی صاحب فراش ہی تھا کہ اوسکے دیوانہ ہو جانے کی خبر مشہور کر دیگئی۔ اور چند ڈاکٹروں سے اوس کی تصدیق کرا کر ۳۱ اگست ۱۸۷۶ء اوسے بھی معزول کر دیا گیا۔ لیکن اس تصدیق کے فرضی ہونے میں کچھ کلام نہیں۔ اور اسی سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مراد کے عزل کی اصل وجہ کچھ اور ہی تھی جسکی نسبت ابتک مختلف روایتیں مشہور ہیں۔ انمیں ایک یہ اور وہی کسیقدر معقول اور درست معلوم ہوتی ہے کہ وزراء کو جو سلطان عبدالعزیز کے ڈرے ہوئے سلطنت کی بہتری کیلئے سلطان کے اختیارات کا محدود کیا جانا ضروری تصور کرتے تھے۔ توقع تھی کہ نئے سلطان کو اس امر کے تسلیم کرنے سے کوئی عذر نہ ہوگا۔ مگر جب سلطان مراد نے خلاف توقع اس امر کو منظور نہ کیا تو اونہوں نے جنکے حوصلے ایک بردست اور برسوں سے حکمران بادشاہ کی معزولی میں کامیاب ہو جانیسے بہت بڑھ گئے ہوئے تھے۔ اور اوس کے مقابلہ پر ایک نئے سلطان کو معزول کر دینا کوئی بڑی بات نہ تھی۔ اسکو معزول کر دینے کا ارادہ کر لیا۔ اور دنیا کے سامنے کوئی حجت پیش کرنیکے لیے مراد کے مرض خفقان میں مبتلا ہو جانیکا شگوفہ چھوڑ دیا۔ اس خیال کی تائید وزراء کی بیباکی کا اسی سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ جب اُنہوں نے اپنے ارادہ سے ولیعہد سلطنت یعنی سلطان مراد کے چھوٹے بھائی شہزادہ عبدالحمید کو مطلع کیا۔ اور اُنہوں نے اپنے بھائی کے عزل سے اتفاق کرنیسے انکار کر دیا تو اوسے صاف طور پر کہدیا گیا کہ اگر وہ انکار پر مصر رہا تو گورنمنٹ جو مراد کے عزل کا قطعی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۸۲۔ اخراجات متداولہ کیلئے ہی مکتفی نہ تہی۔ سود کہانسے دیا جائے۔ اس مجبوری میں نوآموز ترکی فنانشیروں کو اسکے سوا کوئی تدبیر نہ سوجہی کہ سود کی آدہی ملتوی کیجائے۔ چنانچہ بشورہ اعتنائیت اکتوبر ۱۸۷۵ء میں سلطانی فرمان صادر ہو کہ نصف سود غنقریب ادا کیا جائیگا اور باقی نصف کیلئے تمسک دیجاینگے۔ مگر اس نصف کیلئے بھی روپیہ کہانسے آتا ایک کوڑی ادا نہ ہوئی۔ حتی کہ یکم جولائی ۱۸۷۶ء کو صاف اقرار کرنا پڑا کہ جبتک اندرونی مشکلات رفع نہ ہوں سود ادا نہیں ہو سکتا۔ قرضدار کہلے ہی بہرے بیٹھے تھے۔ صاف جواب سنکر ان کے غیظ و غضب کی کوئی انتہا [illegible]

فیصلہ کرچکی ہے۔ تمہارے استحقاق کی کچھ پرواہ نہ کرکے تمہارے چھوٹے بھائی کو تخت پر بٹھاویگی۔ اسکے ساتھ ہی اس شریف النفس شہزادہ کو
اسکے بڑے بھائی کے فی الواقع مجنون ہونیکا بھی متذکرہ صدر طبی تصدیقات اور دیگر لطایف الحیل سے یقین دلا دیا گیا جسپر آپ فریفتہ و خاموش
ہوگیا سلطان مراد تین ماہ کی حکومت کے بعد ۳۱ اگست ۱۸۷۶ء کو معزول ہوئے اور سلطان عبدالحمید تخت خلافت پر رونق افروز ہوگئے۔ شوکت سلطنت
عثمانیہ اور خلافت اسلامیہ اندرونی و بیرونی اعداء و مخالفین اور مشکلات عدیدہ و خطرات میں جیسی کچھ مبتلا تھی اسکو دیکھ کر
لحاظ کرکے یہ کہنا کسی طرح مبالغہ میں داخل نہیں ہوسکتا کہ یہ خداوند کریم کی خاص عنایت تھی۔ جو ایسا دور اندیش مدبر منتظم مستقل
وصابر اور مستقل مزاج و مخیر طبع اور رحم مجسم سلطان اسلام کے اس آخری حصن حصین اور احد مقتدر سلطنت کے تاج و تخت اور مسند خلافت پر متمکن

لے وزراء کی اس پالیسی پر میں اس جگہ کچھ کہنے کی ضرورت نہیں دیکھتا شہزادی لوسگنان کتاب عہد حکومت میں ہمیشہ کیلئے نہ سہی کم از کم ابھی اور عرصہ
مدید کے لیے سلطان وقت کے اختیارات بدستور قایم رہنے کی ضرورت اور یورپین آئین حکومت کو رواج دینے کی مضرت بالوضاحت
ثابت کرچکی ہیں۔ اور اس مسئلہ پر میں بھی یونان و سربیا وغیرہ کے خود مختار ہونے پر کافی بحث کرچکا ہوں۔ لیکن یہ بتا دینا ضروری ہے کہ مدبر
بینظیر و فرزانہ سعید یعنی عبدالحمید نے ان وزراء کی مخالفت کرنے میں مراد کی طرح جلد بازی سے کام نہ لیا بلکہ شروع شروع میں جو کچھ وہ کہتے رہے
اوس سے اتفاق کرتے رہے حتی کہ پارلیمنٹ کی تجویز کو نہ صرف منظور ہی کرلیا بلکہ اوسپر عملدرآمد بھی ہوجانے دیا لیکن درپردہ معاملات سلطنت
سے واقفیت پیدا کرنے اور اپنی طاقت و منزلت کو مستحکم کرنے سے ایک لحظہ کیلئے بھی غافل نہ رہے۔ اور جب چند مہینوں میں حیرت افزا حکمت و تدبر
سے اپنی پوزیشن کو خوب مضبوط کرلیا۔ تو کل شورہ پشت اور خود دار وزراء کو جو تین مہینے کے اندر دو بادشاہ گرو پاں کرچکے تھے معلوم اور اون کے
سرغنہ مدحت پاشا کو پندرہ فروری ۱۸۷۷ء ملک سے جلاوطن کردیا اور کسی کو دم مارنے کی مجال نہ ہوئی۔ تاہم پارلیمنٹ کے ممبروں کے اتفاق
کی کارروائی کو برابر جاری رہنے دیا۔ اور اہالی یورپ بالخصوص ابنائے ملک پر اس تدبیر کا ناکارہ ہونا ظاہر کرنے کے لیے پارلیمنٹ کے
ایک دو اجلاس بھی ہو جانے دیے۔

۲ے تخت نشین ہوتے ہی اپنے خاندان کے افراد سے اس شریف النفس سلطان نے جو سلوک کیا وہ اوس وقت کے ایک مورخ کی مندرجہ ذیل تحریر
سے واضح ہوجائیگا۔ "اس سلطان نے تخت نشینی کے بعد سلطان عبدالعزیز خان مرحوم کے متعلقین کا درماہہ مقرر فرمایا۔ سلطان عبدالعزیز
خان مرحوم کی والدہ کو پچاس ہزار قرش حضرت نجابت لودوستو یوسف عزیز الدین آفندی فرزند اکبر سلطان مرحوم کو ۳۰ ہزار قرش
حضرت محمود جلال الدین آفندی کو ۲۰ ہزار قرش حضرت محمد شوکت آفندی کو پندرہ ہزار قرش حضرت سیف الدین آفندی کو دس
ہزار قرش صاحبزادیان سلطان مرحوم یعنے فاطمہ سلطان و اسماء سلطان و آمنہ سلطان کو دس دس ہزار قرش اور سلطان مرحوم
کی ہر ایک حرم ثانیہ اور ہر ایک حرم رابعہ کو پندرہ پندرہ ہزار قرش حضرت مولانا السلطان مراد خان آفندی کو ایک لاکھ ۲۵ ہزار
قرش اور والدہ محترمہ سلطان مراد حضرت کو ۲۵ ہزار قرش حضرت صلاح الدین فرزند مراد خان کو ۲۰ ہزار قرش وجد سلطان و
نہ سلطان صاحبزادیان سلطان مراد خان کو دس دس ہزار قرش اور چاروں حرم سلطان مراد کو ۲۰ ہزار قرش۔ غرض جتنے لوگ سلطان
کے متوسلین تھے سب کو راضی کردیا۔ اور سلطان خلد اللہ ملکہ کی توجہ معاملات سلطنت میں بدرجۂ اوفر ہے (باقی دوسرے صفحہ پر)

ہوگا۔ورنہ اس مین بہت کم شبہ ہے کہ اول تو وہ بالکل ہی معدوم ہوگئی ہوتی۔یا کم از کم اس قابل نہ رہنے وگئی ہوتی کہ اوس کے پھر سنبھلنے کی کچھ بھی امید باقی رہجاتی۔برعکس اس کے ان گران ۲۲ برسون مین سلطنت کو پے در پے سخت صدمے پہونچتے رہے ہین۔اور کوئی سال ایسا نہین گذرنے پایا جسمین یورپ کے مسیحی شکاریون نے سلطنت کا کوئی نہ کوئی ٹکڑا ہضم کرلیا ہو۔یا ملک کے کسی نہ کسی حصہ مین عجیب وخطرناک فساد برپا نہ کردیے ہون۔مگر باین ہمہ سلطنت نے حقیقی ترقی واستحکام کے میدان مین جو حیرت انگیز اور اعجاز نما ترقی کرلی ہے۔وہ واقفکارون سے پوشیدہ نہین۔اور اسکا کچھ شمہ ۱۸۹۷ء کے محاربہ روم ویونان مین ظاہر ہوچکا ہے۔ایک مصری اخبار نے جلالت مآب کی ۵۵ وین سالگرہ ولادت پر الاسلام بالخلیفۃ کی لطیف وغریب تاریخ لکھنے کے بعد حضور ممدوح کے کارنامون کا جو نقشا اور انکی خدمات اسلامی کا سچا فوٹو چند عربی ابیات مین کھینچا ہے اس سے کسی منصف مزاج کو اختلاف نہین ہوسکتا۔وہ شعر حسب ذیل ہین:-

اتتہ الخلافۃ منقادۃ۔	الیہ تجرر اذیالھا
فلم تک تصلح الا لہ	ولم یک یصلح الا لھا
ولو رامہا احد غیرہ	لزلزلت الارض زلزالہا

سرویا اور مانٹی نیگرو نے سلطان مراد کے عہد مین ہی یکم جولائی ۱۸۷۶ء کو اعلان جنگ کرکے اپنے آقا ومحسن کے ساتھ لڑائی شروع کردی تھی۔مگر اول الذکر کو روسیون کی علانیہ امداد کے باوجود پے در پے شکستون کے سوا اور کچھ نصیب نہوا۔اور سلطان عبدالحمید کو تخت نشین ہوئے تھوڑا ہی عرصہ ہوا تھا۔کہ اوسے مصالحت کی التجا کرنی پڑی۔اور سلطان المعظم نے کمال عالی ظرفی سے اوسکی خطا سے درگذر کردیا۔سنجق شریف[1] بھی اس لڑائی مین بھیجا گیا تھا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۸۴ اور دن بدن سلطان کی دقعت ہی بڑھتی جاتی ہے اور دولت سے خوب ماہر ہونے مین بڑی کوشش فرمایا کرتے اور تقیدات وتحافظات جو اگلے زمانہ مین فیمابین سلطان اور وزرا کے تھے سب برطرف کردیے گئے۔اور اب سلطان منزلار کو اپنے حضور مین بٹھلا کر اون سے مقدمات ملکی مین بحث کرواتے ہین +

[1] یہ نشان مقدس سبز تافتہ کا ہے۔اور چار لفافون مین تافتہ کے ملفوف ہے۔اور وہ ملفوف ایک اور تافتہ کے خریطہ مین بحفاظت تمام دہرا ہوا ہے۔اور یہ نشان مطہر چار گز لنبی کا ہے۔اور حضرت خلیفہ سیوم رضی اللہ عنہ کے دست مبارک خاص سے طلائی حروف سے اوسپر کامل قرآن شریف لکھا ہوا ہے۔کس کو یارا ہے کہ خوبی وبرکت وبزرگی اس نشان مقدس کی بیان کرے۔آثار شریف مین جہان یہ نشان رکھا ہوا ہے اور بھی بہت سے تبرکات ہین۔مثل نعل اسپ ودندان مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وموئے مبارک وکمان وشمشیر مقدس وغیرہ موجود ہین۔اور یہ نشان خاص حضرت امیرالمؤمنین عثمان رضی اللہ عنہ کے دست مبارک کا تیار کیا ہوا ہے۔اور کپڑا اوس نشان مطہر کا حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بردہ مبارک کا ہے۔اور وقت جنگ کربیا کے یہ نشان متبرک روانہ کیا گیا تھا جسکا ثمرہ ونتیجہ سب پر ظاہر ہے۔جب یہ نشان دباقی دوسرے صفحہ پر

اس کتاب مین مجھے جلالت مآب کے عہد حکومت کے حالات بالاختصار یا بالتشریح درج کرنیکی احتیاج سے میری دیگر تالیفات یا ترجمہ کردہ کتابوں نے مستغنی کر دیا ہے۔ خواہشمندون کو گزشتہ ۲۲ برسون کی مفصل تاریخ اور اہم واقعات محاربات روم و روس کے حالات۔ غازی عثمان شیر پلیونا کے کارنامے۔ مقبوضات عثمانیہ کی موجودہ حالت اور جلالت مآب امیر المومنین کے عہد سعادت مہد کی ترقیون اور انکو اوصاف حمیدہ اور اخلاق محمدیہ کی پوری پوری کیفیت بابت سالہ عہد حکومت واقعات مزم محاربات پلیونا۔ مفروضہ مظالم ارمینیا۔ حالات قسطنطنیہ۔ ٹرکی کی موجودہ حالت اور اوسکی باجگذار ریاستین۔ اور محاربات تھیسلی وغیرہ کتب سے معلوم ہو سکتی ہے۔ مدبرین یورپ کی پالیسی دربارہ خلافت عثمانیہ کے جو مزید اسرار معلوم ہو سکتے تھے۔ وہ اس کتاب مین مناسب مقامات پر درج کر دیئے گئے ہین۔ آخر مین مین ناظرین سے آمین کی استدعا کرکے اس دعا پر اپنی کتاب کو ختم کرتا ہون کہ خداوند کریم اپنے حبیب روحی فداہ کے صدقہ تمام مسلمانون کو حاکم ہون یا محکوم ہون شائستگی کے انوار سے جو محض شریعت غرا محمدیہ کی عاقلانہ پیروی اور اوسکے احکام کے اسرار و نکات اور مصالح کنہ و غایت کے سمجھنے سے ہی حاصل ہو سکتی ہے منور کرکے اونکو آپس مین متحد و متفق۔ ایک دوسرے کے سچے غمگسار۔ اسلام کے سچے خادم اور قوم و ملت کے حقیقی ہوا خواہ بننے کی توفیق عطا کرے۔ اور اونکو سچے مسلمانون کے اوصاف سے متصف کرکے اون مین پھر ویسے ہی بڑے مدبر منتظم سپہ سالار اور لیڈر پیدا کرے۔ جیسے کہ قرون اولے مین مسلمانون مین پائے جاتے تھے۔ اور اوس وقت کے مسلمانون کی طرح باقی مسلمانون کو ایسے مبارک لیڈرون کی پیروی اور تابعداری کی توفیق سعادت بخشے۔ آمین۔ والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الامین والحمد للہ رب العلمین ؞

تمت بالخیر

مطبوعہ حمیدیہ سٹیم پریس لاہور

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۸۰ دار الخلافت کو واپس آتا ہے۔ اوس وقت سلطان اور وزیر اعظم صدور و رؤسا و عمائدین شہر ایچ مین تک استقبال کرتے ہین اور سلطان یا وزیر اعظم اسے سر پر رکھے ہوے مقام مذکور تک تبرکاً لاکر بعادت قدیم رکھدیتے ہین چنانچہ سرویہ کی لڑائی مین یہ نشان باہر نکالا گیا تھا۔ اوسی کی برکت اور حکمت الٰہی سے انہون نے باغیون پر فتح پائی۔ جب یہ نشان میدان جنگ مین ایستادہ ہوتا ہے اسکے گرد وگرد تمام سپاہی کاپہرہ رہتا ہے۔ تمام سرداران فوج اس کے سامنے باادب دست بستہ کھڑے ہوتے ہین۔ اور بوسہ دیکر میدان جنگ مین قدم رکھتے ہین۔